زخم کو ضد تھی مسیحائی سے

از میرب میر علی

شہر ابر گریزاں لندن---

وہ جو شہر تھا سرد موسم برف لہجوں کا

گرم جزبات کے باوجود منجمد احساسات کا شہر

صبح 8:30 برک بک یونیورسٹی لندن کے آرٹس ڈیپارٹمنٹ میں معمول سے ہٹ کر چہل پہل تھی

وجہ (میریا انسٹیٹیوٹ آف مونٹیسوری لندن) کے الحاق سے ڈیپارٹمنٹ میں شروع کیے جانے والے نیو کورسز کا اجراء تھا جو چائلڈ ایجوکیشن سے ریلیٹڈ تھے

ایڈمیشن وغیرہ مکمل ہونے کے بعد آج تعارفی کلاسز تھیں

یونی نے دوسرے ممالک کے بہت سے ذہین ٹیچرز کو اس کورس کے لیے اسکالر شپس پر بلایا تھا

کلاس ہال میں مختلف رنگ و نسل کے لوگ اکھٹے اپنے اپنے ممالک کی نمائندگی کرتے ایک دوسرے سے جان پہچان بنانے میں مشغول تھے

ایسے میں کلاس ڈور کے بلکل کونے پر چوتھی روکی تیسرے بینچ پر وہ سر جھکائے بیٹھی تھی

بلیو ٹائیٹ جین اور ہلکے بادامی رنگ کی لانگ شرٹ کے اوپر چاکلیٹ براون کوٹ پہنے وہ کسی ایشائی ملک سے لگ رہی تھی

سکارف کو گلے کے گرد لپیٹے اپنے سفید مرمری ہاتھوں کو بار بار مسل رہی تھی

دو سال پورے دو سال لگے تھے اسے گذشتہ چھ سالہ اذیت سے چھٹکارا حاصل کر کے آگے بڑا اور نگ-

فیصلہ کرنے میں جسکا پہلا قدم اس کورس کے لیے لندن آنا تھا

وہ دو سال سے ملتان (پاکستان) کے ایک جانے مانے فرسٹ کلاس سکول میں چلڈرن ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ کے طور پر کام کر رہی تھی

ہونولولو (ہوائی) کے بزنس ٹائیکون کے تین بیٹوں اور ایک بیٹی کے بعد سب سے چھوٹی لاڈلی بیٹی ہونے کے ناطے اسے ضرورت نہیں تھی کہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک کے عام سے شہر کے عام سے سکول کی نوکری کرتی لیکن؟؟؟؟

"""""کچھ کام تھے اپنی مرضی کے

کچھ کام فقط مجبوری تھے

پھر وقت بہت ہی تھوڑا تھا

اور سارے کام ضروری تھے""""

اس نے سارے ضروری کام چھوڑ کر بس ایک ہی کام کرنے کا تہیہ کیا تھا کسی کے آس پاس ہو کر بھی اس سے دور رہنے کا کام کسی کو بہت چاہ کر بھی ان چاہا کر دینے کا کام

وہ لیڈ پینسل سے کچھ سکیچ کر رہی تھی ذہن عجیب سی کشمکش کا شکار تھا اسے لگتا تھا اس نے یہاں ہزاروں میل دور آنے کا فیصلہ لینے میں جلد بازی کی ہے

اسے وہاں سے نہیں آنا چاہئے تھا بلکل بھی نہیں ابھی وہ مزید سوچتی کہ کلاس میں بہت پیاری سی آواز گونجی تھی

(ہیلو ایوری ون)

گڈ مارننگ ہیو آ نائس ڈے

سر اٹھانے پر احساس ہوا کہ تمام کلاس اپنی اپنی سیٹوں پر پر سکون حالت میں بیٹھ چکی تھی اور یہ آواز انکے پروفیسر کی تھی جنھوں نے اپنا نام

(عارش احمت)بتایا تھا

اس نے ایک پل کو سر اٹھا کر دیکھا اور پھر سے اپنے کام میں مشغول ہو گئی اور بے دھیانی میں اسکیچ بناتی چلی گئی چونکی تب جب ساتھ بیٹھی نک چڑی سی لڑکی نے ٹھوکا دیا

اس نے گردن زرا کی زرا گھما کر اسے دیکھا

کیا مصیبت ہے

مجھے کچھ نہیں ہے پروفیسر بلا رہے ہیں خوابوں کی دنیا سے نکل کر انکی بھی سن لو

(ہن پور انڈین) نک چڑی لڑکی نے آنکھیں مٹکا کر کہا اور سامنے متوجہ ہو گئی

اس نے نا سمجھی سے سامنے پروفیسر کی طرف دیکھا جو مدہم سے لہجے میں بول رہا تھا

ہے یس یو

آپ ہی کی باری ہے اب چلیں شروع ہو جائیں؟؟

اتنی پیاری آواز اتنا میٹھا لہجہ اس نے اپنی پوری زندگی میں باپ بھائیوں کے بعد دوسری بار کسی مرد کا سنا تھا پہلی بار کس کا تھا بھلا؟

وہ یک ٹک پروفیسر کو دیکھتے ہوئے سوچنے لگی کون تھا جب وہ بولتا تھا تو ایسے لگتا تھا

جیسے جیسے

تبت کے اونچے پہاڑوں میں بنی تبتی عبادت گاہوں کا کوئی خوبصورت سا مذہبی ساز بجنے لگا ہو یا جیسے تان سین پرانے زمانوں سے لوٹ آیا ہو اور اپنے مخصوص گیت گنگنانے لگا ہو جنکے گانے سے بارش ہوا کرتی تھی ....

جی تو مس

ہم سب آپکے بولنے کا انتظار کر رہے ہیں

خود کو دیکھتا پا کر اس بار (عارش احمت) نے چہرے پر جاندار مسکراہٹ سجاتے ہوئے اسے متوجہ کیا تھا

)اپنی وجاہت کے ساتھ ساتھ اسے اپنی مسکراہٹ پر بھی بہت مان تھا (اسکی ہنسی پر ساری کلاس کی لڑکیوں نے بے اختیار اپنے دل تھامے تو نظریں جیسے ٹرانس کی سی کیفیت میں اسکے چہرے پر جم گئی تھیں

جبکہ وہ صرف اس (عارش احمت) کے مخاطب کرنے پر چونکی تھی

جج

جی پروفیسر کہتے سر جھکا گئی

وہ اپنی قاتل اداکا اس پر کوئی اثر نا دیکھتے ہوئے حیرت سے مسکرا دیا

دوسری طرف اس نے جب سر جھکایا تو کچھ دیر پہلے اپنے بنائے سکیچ پر نظر پڑتے وہ ساکت و جامد رہ گئی ڈھڑکتا رہا تو صرف دل

)مس گم سم (

ہمیں آج ہی ساری تعارفی فارمیلٹیز پوری کرنی ہیں تاکہ کل سے پڑھنا سٹارٹ کیا جا سکے اس بار وہ ڈائس پر لگے مائیک میں با آواز بلند بولا تھا

جج جی سر وہ دھڑکتے دل کے ساتھ بمشکل بولی

کلاس کو اپنا تعارف کروائیں پلیز دبا دبا شرارتی سا لہجہ تھا

اس نے ادھر ادھر دیکھا ساری کلاس اسکی طرف متوجہ تھی

جیسے کہہ رہی ہو مہارانی جی منہ سے کچھ پھوٹ بھی لو

بے اختیار اسکے منہ سے نکلا

"""اور نگ خان"""

"""خود کو بھول گئی میں سجنا

بس یاد رہا تیرا نام او سجنا"""

(واٹ) پروفیسر سمیت کافی ساری آوازیں ایک ساتھ گونجی تھیں

کیا کیا نام ہے آپکا عارش احمت نے تسلی کرنی چاہی اپنی بے اختیاری کا احساس ہوتے ہی اسکا رنگ پھیکا پڑنے لگا لیکن وہ تمام ہمت جتا کر بولی تھی

سوری

)ماہکان سیف الرحمن فرام پاکستان(

یہ چند لفظ ادا کرتے وہ ہانپ گئی تھی جیسے صدیوں کا سفر کر کے ان لفظوں تک پہنچی ہو

آپ ٹھیک ہیں مس ماہکان؟

پروفیسر نے اتنی دور سے بھی اسکا پھیکا پڑتا چہرہ دیکھ لیا تھا

یس سر میں ٹھیک ہوں۔

اسے اپنی آواز کنوے سے آتی ہوئی محسوس ہوئی

لیکن مجھے آپکی رنگت سے فیل ہو رہا آپ ٹھیک نہیں ہیں

وہ نجانے کیا دیکھ کر کس بات کو منوانا چاہتا تھا

نو میں بلکل ٹھیک ہوں

اسے لہجہ مضبوط بنانا پڑا تھا

""""""افسوس کوئی پوچھتا نہیں دل کا حال

ہر کوئی کہہ رہا ہے تیرے رنگ کو کیا ہو گیا۔"""""

ہمم گڈ بیٹھ جائیں

اسے بیٹھنے کا کہہ کر وہ اگلے سٹوڈنٹس کا تعارف لینے لگا لیکن گاہے بگاہے ایک اچٹی سی بھولی بھٹکی غیر ارادی سی نظر اسکی طرف اٹھتی رہی جس نے دوبارہ سے سر جھکا لیا تھا

آپ سب سے پہلی ملاقات بہت اچھی رہی ہم کل سے پراپر لیکچرز شروع کریں گے اب مجھے اجازت دیجئے

گڈ بائے

کلاس ٹائم ختم ہونے کے بعد اس نے سب سے الوداعی جملے کہے اپنا لیپ ٹاپ بیگ اٹھا کر باہر کی طرف بڑھ گیا دروازے کے پاس پہنچ کر اس نے پلٹتے ہوئے سرسری سا چو تھی روکی تیسری نشت کی طرف دیکھا تھا وہ اب بھی سر جھکائے بیٹھی تھی

(عارش احمت) کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے تو منہ سے نکلا تھا

(مس گم سم)

وہ کملی سیانی سی لڑکی پہلی ہی ملاقات میں اسے بے طرح متوجہ کر گئی تھی

امریکہ ریاست ہوائی

بحرالکاہل کے بیچو بیچ واقع آتش فشاؤں کی سرزمین ایک اندازے کے مطابق دنیا میں سب سے زیادہ آتش فشاں ہوائی میں ہیں بلکہ کچھ محققین کا ماننا ہے گزرے کسی وقت میں یہاں ایک ساتھ کئی پہاڑوں نے ضبط کی حدوں کو پھلانگتے ہوئے اپنے اندر صدیوں سے پکتی ہوئی آگ باہر اگلی اور سب کچھ جلا کر راکھ کر دیا پھر خود بھی ختم ہو گئے

اب وہاں سوائے (ماونالوا) آتش فشاں کے تمام لمبی نیند سو کے ہیں شاید نا ختم ہونے والی نیند

)ایساہی ہم انسانوں کے ساتھ بھی ہوتا ہے جب ہم چپ چاپ خود کو بہادر وبڑے ظرف والا گرادنتے ہوئے لوگوں کی زیادتیاں ناانصافیاں سہتے رہتے ہیں چاہے اپنوں کی ہوں یا غیروں کی لیکن ایک دن ساری بہادری دھری کی دھری رہ جاتی اور ظرف جواب دے جاتا ہے پھر ہم آگ اگلتے ہیں جو آگ آتش فشاؤں سے بڑھ کر جلاتی ہے خاکستر کرتی ہے سب ختم کر چھوڑتی ہے حتٰی کہ ہم خود بھی ختم ہو جاتے ہیں (

)بات چھوٹی ہو یا بڑی اپنوں سے گلے شکوے کیجیے روٹھئے منایئے یہی زندگی کا حسن ہے اور اسی میں رشتوں کا اجلاپن ہے (

ہونولولو ہوائی کا سب سے بڑا شہر اور دار لحکومت جس کے چند گنے چنے بزنس ٹائیکون میں سیف اللہ صاحب کا شمار بھی ہوتا ہے

وہ میٹنگ سے فارغ ہو کر ابھی آفس پہنچے تھے کچھ دیر سکون کرنے کے لیے سر کرسی کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موندی ہی تھیں جب کوئی زور سے آفس ڈور پر کچھ مار کر اندر داخل ہوا تھا

شدید تھکاوٹ اور اس غیر مہذبانہ حرکت کو نظر انداز کرتے وہ بند آنکھوں سے کرسی کا رخ دیوار کی طرف کرتے دھیما سا مسکرا دیے کیوں کے آنیوالی انکی نور نظر انکے جگر کا ٹکڑا تھی

آپ میری ایک بات کان کھول کر سن لیں

سیف صاحب

اس طرز تخاطب پر جسکا مطلب تھا

(موسم بہت گرم ہے)انکی مسکان جاندار مسکراہٹ میں ڈھلی تھی

سن رہے ہیں؟؟

میں کہہ رہی ہوں میری بات تو سن لیں

انکی طرف سے کوئی ری ایکشن ناپاتے عضیلہ لہجہ تھوڑی پسپائی اختیار کرگیا جبکہ ان سے اپنا قہقہہ برداشت کرنا مشکل ہورہا تھا

یہ وار بھی کاری جاتے دیکھ وہ دکھی لہجے میں زور سے چیخی تھی

"باباااااا"

اس صدا پر انہیں اپنی اداکاری روکنی پڑی جبھی کرسی کا رخ اسکی جانب کرتے ہوئے بہت محبت سے مسکراتے ہوئے بولے تھے

""جی بابا کی جان""

(میرا آج تک سنا گیا دنیا کا سب سے خوبصورت مکالمہ جب کوئی بیٹی کہے بابا

اور جواب آئے جی بابا کی جان)

میں کوئی جان نہیں ہوں آپکی جان وہ آپکی بڑی بیٹی اور وہ تینوں نکمے بیٹے ہیں

اپنا وار کارگر دیکھ وہ نروٹھے پن میں ماں سے سنے گئے ارشادات فر فر بولنے لگی

ہاں ہے تو وہ بھی لیکن آپ تھوڑی زیادہ والی ہونا

وہ اٹھ کر محبت سے اسکا سر چومتے ہوئے ساتھ لیے صوفہ پر آ گئے

ایں بابا یہ تو چیٹنگ ہے نا

ویسے کتنی جانیں ہیں آپکی

ذرا گنتی تو کروائیں

اپنے آنے کا مقصد بھول کر وہ نیا راگ الاپنے لگی تھی

سیف صاحب مسکراتے ہوئے پر سوچ سے انداز میں بولے ایک آپ ایک آپی اور ہممممم اور آپکی ماما

ہیں ں ں ن تو بھائی لوگ

وہ انکی بات پر توجہ دیے بغیر فوراً سے بولی

تینوں کے تینوں ایک نمبر کے نکمے اور الو ہیں

ٹھیک اسی وقت دروازہ کھول کر تین لوگ اندر آئے اور سیف صاحب کے منہ سے یہ الفاظ سن کر دنگ کھڑے رہ گئے

ہاہ

نہیں بابا آپکے بیٹے ایسے ہونگے لیکن میرے بھائی دنیا کے سب سے اچھے بھائی ہیں اور کسی کے بھائیوں کو اسکے بلکل سامنے ایسا نہیں کہتے وہ بھائیوں کی آہٹ پا کر بہت لگاوٹ سے بولی تھی

تینوں بھائیوں نے باپ کو جتلاتی نظروں سے دیکھا اور ایک ساتھ اسے سینے سے لگاتے باری باری سر چوما تھا جو بھائیوں کو دیکھ پارٹی بدل چکی تھی

کتنے رنگ تھے اس چھوٹی سی لڑکی کے وہ سوچ کر رہ گئے پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے آفس کا دروازہ کھلا سیکرٹری ایک بڑی سی ٹرالی گھسیٹتے ہوئے اندر آئی

دو لارج پیزا ایک ڈارک چاکلیٹ کیک ڈیری ملک کی بڑی سائز والی چاکلیٹس فل فرائڈ چکن چکن پیٹیز شامی زنگر برگر مختلف جوسز کے ساتھ آئس کریم بھی تھی

انکی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں

سیکرٹری واپس جا چکی تو انکا سکتہ ٹوٹا

یہ

یہ سب کچھ کس نے اور کیوں آرڈر کیا؟؟

وہ بازاری چیزوں کے سخت خلاف تھے اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود بھی انکے گھر کا ماحول خالص پاکستانی گھروں جیسا تھا تینوں بیٹے اور بہویں فرمانبردار تھیں تو بیٹیاں بھی نیک اطوار کی مالک تھیں

یہ سب میرے پیارے بھائیوں نے آرڈر کیا ہے انفیکٹ آج میری منتیں کر کر کے لنچ ساتھ کرنے پر راضی کیا ہے یہ کہتے ہی وہ پیزا پر ٹوٹ پڑی

تینوں بھائی خود بھی اتنا سب کچھ ایک ساتھ دیکھ کر حیران تھے لیکن اسکی بات پر مسکراتے ہوئے باپ کی طرف دیکھنے لگے

بے وقوفوں نکموں یہی حال رہا تو محترمہ نے کچھ دنوں میں ہمارا دیوالیہ نکال دینا ہے

انہیں پیار بھری جھڑک دی جو مکمل طور پر بہن کے ساتھ کھانے میں شروع ہو گئے تھے

پھر اسکی طرف متوجہ ہوئے اور آپ

ماہکان سیف الرحمن صاحبہ

وہ پیزے کو بامشکل نگلتے ہوئے بولی

جی سیف الرحمن صاحب

انکی گھوری پر فوراً سے بولی اوہو اب زیادہ غصہ نا ہوں آپکے لیے بھی قلفہ آئس کریم منگوائی ہے گھر تو ماما کھانے نہیں دیتیں

لیکن وہ کیا ہے نا

میں بہت رحم دل ہوں سب کا سوچتی ہوں ہے ناں بھیا

اس نے آنکھیں پٹپٹا کر باپ کو جواب دیتے منجھلے بھائی کو مخاطب کیا جو سب کچھ چھوڑ چھاڑ چکن کھانے میں مشغول تھا

بوٹی منہ میں رکھے ہوئے بولا

ہاں نا

ہاں نا کے بچے میں تم سے بعد میں پوچھو گا اور آپ مس

ماااا ہووووو

انہوں نے ماکہنے کے لیے منہ کھولا تو اس نے جھٹ سے قلفہ آئس کریم کا چمچ بھر کر انکے منہ میں رکھ دیا ہوں کی آواز دب سی گئی تھی

جی مس ماہووو کے بابا

ماہو کے جواب پر کنسٹرکشن کمپنی کے اس آفس میں ایک ساتھ چار خوبصورت مسحور کن مردانہ قہقہے گونجے تھے

وہ رات دو بجے کے قریب گھر پہنچا تھا

اور اب صبح چھ بجے نہادھو کر نک سک سا تیار کہیں جانے کے لیے کمرے سے نکلا تو مورے کو تخت پر بیٹھا دیکھ انکی طرف چلا آیا

مور جان سلام

سر جھکا کر پیار لیتے انکی پائنتی بیٹھ گیا

لوئے شہ (جیتے رہو)

تم رات اتنا لیٹ آیا اور اب صبح صبح کہاں جانے کا تیاری ہے بچہ

جا کر بچوں کو ہی لے آتے چار دن ہو گئے انہیں ننھیال گئے ہوئے

مورے ایک ضروری کام سے جانا ہے دعا کرنا ہو جائے واپسی پر انہیں لیتا آؤں گا

وہ انکا سر چومتے ہوئے بغیر کوئی بات سنے باہر کی طرف بڑھ گیا تھا

پیچھے زرنگار بیگم نے جوان جہان بیٹے کا یہ سودائیوں والا حال دیکھتے ٹھنڈی آہ بھری تھی

وہ اچھے سے جانتی تھیں کہ یہ کس کام جارہا ہے اور یہ بھی جانتی تھیں کہ دعا کے باوجود کام بننا مشکل ہے کیونکہ بعض اوقات ہماری دعاؤں سے پہلے کسی اور کی دعا عرش تک پہنچ جاتی ہے

شاید میں غلط تھی میری ہی غلطی کی وجہ سے سب ہوا اگر میں اس وقت ایسا نا کرتی تو شاید

؟؟؟؟

آزردہ دل سے سوچتے انہوں نے آنکھیں موند لی تھیں

پانچ سال پہلے اس نے پاکستان ائیر فورس کی جاب چھوڑ کر ایک نجی ائیر لائن کمپنی میں پائلٹ کی پوسٹ جوائن کی تھی

تب سے اب تک بنجاروں کی طرح نگر نگر پھرتا خود کو مصروف رکھنے کے لیے پے در پے فلائٹس لیتا لیکن ایک چیز جسکا نام سکون ہوتا ہے وہ کہیں نہیں ملا تھا

جب بھی کچھ دنوں کی ریسٹ کے لیے پاکستان آتا ایک ان دیکھا دکھ کسی کی کم سن آنکھوں کی التجاء اپنی کم ہمتی کا احساس بار بار اسکی روح کو کچوکے لگاتا گہری اذیت سے دوچار کرتا اتنا کے وہ درد سے بلبلاتے ہوئے بے چین ہوا اٹھتا پھر روح کے زخموں کی مرہم تلاشنے سیدھا ملتان کا رخت سفر باندھتا تھا۔۔

اب بھی اسکا رخ شہر ملتان کی طرف تھا جہاں کے ایک معروف سے سکول میں اسکے سارے دکھ دردوں کہ دوا تھی

اسکی روح کے سارے ہرے بھرے زخموں کا مرہم تھا

کیونکہ وہ اورنگ خان یوسفزئی تھا

جسکے دکھتے دل تڑپتی روح سلگتے جسم کا ایک ہی مرہم تھا جسکا نام ماہکان سیف الرحمن تھا

وہ اورنگ کی ماہو تھی

اور وہ تھاماہو کااورنگ۔

سیف الرحمن صاحب اور عاصمہ بیگم کے تینوں بیٹے اوپر تلے کے تھے سب نے تعلیم آگے پیچھے مکمل کرنے کے بعد باپ کے بزنس میں ہاتھ بٹاناشروع کیاتو

عاصمہ بیگم نے ایک تیر سے تین شکار کرتے ہوئے دیور جیٹھ اور بھائی کے گھر سے رشتے مانگے اور سب بیٹوں کہ شادی ایک ساتھ کرکے سکون کا سانس لیا آبش تین بھائیوں کے بعد تھی جس نے حال ہی میں گریجویشن کیاتو اسے ماموں نے اپنے شہیر کے لیے مانگ لیا جو پاک فضائیہ میں ونگ کمانڈر تھا

سب سے آخر میں آتی تھیں ماہکان سیف الرحمن صاحبہ جو بلکل غیر ارادی طور پر اس دنیا میں تشریف لائیں تھیں

عاصمہ اور سیف اپنے طور پر تین بیٹوں ایک بیٹی کے بعد فیملی مکمل کیے بیٹھے تھے لیکن خدا کی ہونی کون ٹال سکتا ہے جب تک عاصمہ بیگم کو احساس ہوا وقت گزر چکا تھا کوئی بھی انتہائی قدم اٹھانے سے سیف صاحب نے انہیں سختی سے باز رہنے کو کہا

پھر انکے خدشے پر بڑی دلربائی سے دل کا بوجھ ہلکا کیا تھا

)لیکن سیف سب بچے بڑے ہو چکے ہیں ایسے میں کتنا معیوب لگے گا؟؟؟

لہہ دس ایویں معیوب لگے گا؟

اللہ کی دین ہے ہم کون ہوتے انکار کرنے والے ویسے بھی دو چار سال بعد تمہارے تینوں نکمے بیٹے اپنی اپنی زندگیوں میں مصروف ہو جائیں گے پھر کچھ سال بعد آبش بھی اپنے گھر کی ہو جائے گی تو ہمارا کیا ہو گا بھلا؟

انہوں نے لگاوٹ سے کہتے عاصمہ کا ہاتھ تھام لیا اچھا ہے نا ہمارے بڑھاپے کا سہارا ہو گا (

لیکن اگر بیٹی ہوئی تو عاصمہ بیگم کے خدشے ہزاروں تھے؟؟

تو کیا ہے یار

بیٹی بھی تو ہماری ہی ہو گی

وہ اس لایعنی بحث سے تپ گئے تھے پھر سچویشن کا احساس کرتے ہوئے انہیں اپنے ساتھ لگایا اور سر سہلاتے ہوئے بولے

)بیٹیاں اللہ پاک کی طرف سے تحفہ ہوتیں ہیں ایسے تحفے شکر گزاری کے احساس تلے وصولے جاتے ہیں سر آنکھوں پر رکھے جاتے ہیں اور پتا ہے اللہ کی طرف سے عطیہ کیے گئے تحفے قسمت والوں کو ملتے ہیں خوش بختی کی علامت ہوتے ہیں اگر ایسا ہو

ہم تو پھر بڑی قسمت والے ہونگے خوش بخت ہونگے (

ویسے بھی دنیاوالوں کو پتا چلنا چاہیے ہم ابھی جوان ہیں

بردبار سنجیدگی سے سمجھاتے انہوں نے آخری جملہ شرارت بھرے لہجے میں کہا تھا

عاصمہ بیگم کے دل سے منوں بوجھ ہٹ گیا لیکن پھر آخری چٹکلے پر الگ ہو کر گھورتے ہوئے باہر نکل گئیں تھیں

پھر وہ وقت آیا جب ان کے آنگن میں کلی کھلی جسکا نام ماہکان (چاند کا نور) رکھا گیا وہ پیدا ہوتے ہی سب گھر والوں کی زندگی انکی آنکھوں کا نور بن گئی

بھائی جو اب ٹین ایج سے نکل رہے تھے ان میں برابر جھگڑا ہوتا اسے نبٹانے کے لیے سیف صاحب نے ایک پیپر پر سب لکھا ماہو کو کون اٹھائے گا کس کے پاس سوئے گی کس کے ہاتھ سے فیڈر لے گی اور کون کھانا کھلائے گا جب سکول جانے لگے گی تو سکول چھوڑ کر لے کر کون آئے گا الغرض ماہو سے جڑی چھوٹی سے بڑی ہر بات لکھی گئی پھر سب بچوں کے سائین کروا کر معاہدہ طے کر دیا

عاصمہ کا دل اسے دیکھ کر شاد ہوتا تو سیف صاحب اپنی صبح ماہو کا چہرہ دیکھ کر کرتے تھے

وہ صبح سے جلے پیر کی بلی کی طرح لان میں ادھر ادھر گھوم رہی تھی وجہ آج چھٹی ہونے کی وجہ سے بھائیوں نے لیٹ اٹھنا تھا تو بابا کسی دوست کی طرف گئے ہوئے تھے مطلب کوئی بھی مرد ہاتھ نہیں آیا جو اسکی نئ نکور فرمائش جھٹ سے پوری کر دیتا

جو باپ بھائی باقی سب کے سامنے شیر ببر ہوتے تھے ماہو بی کے لیے ہمیشہ انکے منہ سے پھول اور شہد ٹپکتا نظر آتا تھا اسکی آنکھوں کے اشارے پر دنیا اسکے قدموں میں ڈھیر کر دیتے تھے

اس نے سب کے نمبرز پر میسج کر دیا تھا کہ آج ناشتہ سب اکھٹے کریں گے سیف صاحب کو ناشتے کی لمبی لسٹ ٹیکسٹ کر دی تھی

میں اپنے ساتھ اتنی بڑی ناانصافی نہیں ہونے دوں گی وہ خود سے بڑبڑاتے سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی جب سیف صاحب کی گاڑی گیٹ سے اندر داخل ہوئی وہ منہ بناتی پیٹھ موڑے لان چیئر پر بیٹھ گئ

گاڑی کا ہارن سن کر عاصمہ باہر آئیں تھیں

سیف صاحب کو ماہو کی مارچ کا بتا کر ہی بلایا گیا تھا جبھی گاڑی سے اترتے انہوں نے اشارے سے کہا

خیر نہیں لگتی

وہ۔ مسکراہٹ دبائے کندھے اُچکا گئیں

سیف صاحب نے پورچ میں کھڑے ہی آواز میں حیرانگی بھرتے ہوئے کہا تھا

ارے بیگم آپ سب نے ناشتہ کر لیا؟؟

میں تو (گلوریا جینز) سے سب کے لیے بٹر سینڈوچ گرلڈ ٹوسٹ وِد ساسجز بیکون اور کافی پیک کروا کر لایا تھا

گلوریا جین کے نام پر منہ موڑ کر بیٹھی شخصیت نے پہلو بدلا تھا

دونوں میاں بیوی چیئرز کے پاس چلے آئے نوکر ناشتے کے لوازمات اندر لے گئے تھے

کچھ دیر دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے کہ بات کہاں سے شروع کریں پھر اس سے پہلے کہ وہ ان دونوں میں سے کوئی بھی بات شروع کرتا اندر کا دروازہ کھلا یکے بعد دیگرے تینوں بیٹے پیچھے ناشتہ اٹھائے انکی بیویاں اور سب سے آخر میں آبش جمائیاں لیتی نکلی تھی

بھائیوں کو شاید انکی بیویوں نے شارٹ نوٹس پر جگایا تھا سب ہی نائیٹ ڈریس پہنے منہ پر الٹے سیدھے پانی کے چھینٹے مار کر آئے تھے

ناشتہ سب نے ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھتے ہوئے بغیر کچھ بولے شروع کر دیا۔۔

کوئی مجھ سے کچھ پوچھ ہی نہیں رہا وہ ناشتہ کرتے ہوئے سوچ رہی تھی جبکہ یہ بھول بیٹھی تھی کہ اس نے خود ناشتے کے انویٹیشن میسج کے ساتھ لکھا تھا

(میں بہت غصے میں ہوں اس لیے کسی کو بھی میرا بچہ میرا ماہو میرا سوہنا وغیرہ کہہ کر لاڈ کرنے کی اجازت نہیں ہو گی)

صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو وہ بول اٹھی

بابا

سیف صاحب نے جی بابا کی جان کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن اسکی تنبیہہ یاد کرتے ہوئے مسکراہٹ دباتے ہوئے بولے

جی ماہ کان بی بی فرمائیں میں سن رہا ہوں

آبش آپی کی شادی ہو رہی ہے

تو میری بھی ہونی چاہیے

مجھے بھی شادی کرنی ہے .

سیف صاحب کو زور سے کھانسی آئی تو تینوں بھائی جو کے ناشتے کے بعد کافی پی رہے تھے انکو زبردست قسم کا جھٹکا لگا کافی چھلک گئی تھی بھابھیوں نے مسکراہٹ دبانے کے لیے سینڈوچ

کترنے کرنے شروع کر دیے عاصمہ بیگم منہ کھولے بیٹھی تھیں واحد آبش تھی جو پر سکون ناشتہ کر رہی تھی کیونکہ وہ اس بات اور اس کے پیچھے چھپے ریزن سے واقف تھی

کچھ پل کی خاموشی کے بعد لان میں بے لاگ قہقہے گونجے تھے

سب کے ہنسنے پر اسکی آنکھیں بھرنے لگیں جنہیں پہلے سیف صاحب نے دیکھا پھر سب کو ڈانٹ کر چپ کروایا

اووو میرا بچہ

بس اتی سی بات ؟؟

اس نے منہ بسور کر ہاں میں سر ہلایا

اوکے ہم اپنی ماہو کہ شادی کر دیتے ہیں لیکن

شادی کے بعد تو ماں بابا کو چھوڑ کر جانا پڑتا ہے

اٹ مینز آپ اپنے بابا ماما اور بھائیوں کو چھوڑ کر چلی جاو گی ؟

ایویں ای جانا پڑتا ہے ؟

میں تو نہیں جاوں گی

وہ نروٹھے پن سے بولی

مگر میں تو چلی جاؤں گی اس بار آبش نے ٹکڑا لگایا

ہاں تو میں ابھی ساڑھے نو سال کی ہوں جبکہ آپ چوبیس سال کی آپ جا سکتی ہیں لیکن میرے جتنے چھوٹے بچے اپنے ماں بابا کو چھوڑ کر نہیں جاتے؟

ہیں بابا،، بھائی کوئی جاتے ہیں؟؟

اس نے بات مکمل کرنے کے بعد ماں باپ کو دیکھا پھر بھائیوں کو جنہوں نے زور و شور سے سر نا میں ہلایا تھا

لیکن جب آپ ہائی سکول سے فری ہو جاو گی آبش کی طرح بڑی ہو جاو گی پھر تو جاو گی نا؟

منجھلی بھابی جو اسکی تایازاد تھی نے پچکارتے ہوئے کہا تھا

تو نیور میں پھر بھی نہیں جاؤں گی

وہ خود ہی سوال کر کے خود جواب دیتی پھر ناراض بھی ہو جاتی تھی سب اسکا روٹھا روٹھا انداز دیکھ رہے تھے۔

سب سے چھوٹی بھابی جو اسکی بیسٹ فرینڈ تھیں اس نے پکی سہیلیوں والے انداز میں کہا تھا

جب شادی ہوتی ہے تو جانا پڑتا ہے یار ماہو

پھر میں کبھی شادی ہی نہیں کروں گی

بلکہ میں اللہ میاں سے دعا کروں گی بلکہ آپ سب بھی دعا کریں

)اللہ کرے میری کبھی شادی ہی نا ہو (

عاصمہ بیگم کے ہاتھ سے کپ پھسلا تو سیف صاحب کی مسکراہٹ پل بھر میں سمٹی تھی

ایسا ہی حال تقریباً ابش اور اسکے بھائیوں کا تھا

چلیں سب ابھی

ماہووو

سب سے بڑے بھائی نے جھڑکنے کے سے انداز میں پکارا تھا

سیف صاحب ایک جھٹکے سے اٹھے اور اندر چلے گئے پھر ایک ایک کر کے سب اٹھ گئے
صرف آبش رہ گئی

ماہکان سب کے یوں ری ایکٹ کرنے پر اب تک حیران تھی

اسکی آنکھیں بھیگنے لگیں تو آبش کے پاس زمین پر بیٹھ گئی اور اسکی گود میں سر رکھ کر رونے لگی

آپی آپ نے دیکھا میں نے کہا تھا نا

کسی کو میری فکر نہیں ہے

یہاں آپکی شادی کر رہے اور میرا خیال ہی نہیں اور اب جب منع کر رہی ہوں تو ڈانٹ دیا

سخت غصے کے باوجود اسکے یوں رونے پر آبش کی ہنسی نکل گئی

وہ اسکا سر سہلاتے ہوئے بولی

چندا آپ نے بات بھی تو بہت غلط کی ہے

آپ نے ماں بابا کو ہرٹ کیا ہے

لیکن آبی

میں نے تو ان کے فیور میں کہا تھا

ماہو ایک ہی بات کے پیچھے مت پڑ جایا کرو ابھی آپکو ان باتوں کا نہیں پتا

اب سیدھا اندر جا کر بابا ماما سے سوری کہیں پھر بھائیوں سے

آبش نے لہجے کو سخت رکھتے ہوئے کہا تھا

پھر؟؟؟ ماہکان نے آنسو بھری آنکھوں سے معصوم سا سوال کیا

پھر؟؟

پھر جلدی جلدی اپنی پیکینگ کر لو پاکستان جانے میں جسٹ ایک ہفتہ ہی تو رہ گیا ہے

آبش نے اسے تحریک دلاتے ہوئے پچکار کر کہا جس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوا تھا

وہ آنسو پونچھتے ہوئے اٹھی پھر روٹھے لہجے میں بولی

پھر میں بھی آپکے جیسا یلو ڈریس بنواؤں گی

وہ جو دو ٹانگوں میں الگ الگ سکرٹ ہو تا وہ والا اور جو ایکی بڑی سی پنک سکرٹ ہے ویسا بھی

آبش ایک پل کو چونکی پھر سمجھ آنے پر کے)غرارہ سوٹ (اور ولیمے کے لہنگے کی بات کر رہی ہے مسکراہٹ دباتے ہاں میں سر ہلایا انگوٹھا اٹھاتے ڈن کہہ دیا

اورنگ خان میں نے کہہ دیا کہ اپنی زمینیں سنبھالو کوئی ضرورت نہیں سرکاری نوکری کرنے کی تو بس؟؟

مورے کو جب سے پتا چلا تھا کہ اورنگ باہر باہر ایئر فورس میں اپلائے کرنے کے بعد سلیکٹ بھی ہو گیا ہے انہوں خان حویلی کو سر پر اٹھالیا تھا اورنگ انکا سب سے چھوٹا اور لاڈلا بیٹا تھا وہ اسکے کسی بھی ملٹری جاب پر جانے کے سخت خلاف تھیں

اس سے بڑی دو بہنیں اور ایک بھائی تھا ایک بہن اور بھائی شادی شدہ تھے جبکہ دوسری کا نکاح ہو چکا تھا جسکی نند اورنگ کی منگیتر تھی

مور جان

پلیز بات سمجھیں داجی اور لالا زمینیں سنبھال رہے ہیں نا ہواؤں میں اڑنا میرا شوق ہے

مورے میرے دل کی چاہ ہے اگر آپ اجازت نہیں دیں گی تو کوئی مسلہ نہیں میں ایئر فورس میں نہیں جاؤں گا لیکن ایسا کرتے ہوئے میرا دل مر جائے گا

اس نے کچھ ایسے لہجے میں کہا تھا کہ مور جان کا دل کانپ کر رہ گیا تھا آخر ماں تھیں یہ کیسے برداشت کرتیں کہ انکی اولاد دل مار کر جیتی اسے ایک دھموکا جڑتے ہوئے بولیں

تمہارے جیسی ایکٹر امارے پورا خاندان میں نہیں ہے کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تم ہسپتال میں بدلی ہو گیا تھا۔

انہوں نے پیار بھرے غصے مین ڈانٹ پلائی تو وہ مسکرا دیا

چلو جیسا بھی تھا اب تو آپکا ہوں نا؟؟

اب جلدی سے بتائیں اجازت ہے یا میں ماروں اپنا دل .

ٹیک اے پر امارہ ایک شرط ہے

مور جان نے بھی ثابت کیا وہ اسی کی مور جان تھیں

حکم کو مور جانی زہ تابعدار

(حکم کریں مادام وہ جھک کر کورنش بجالایا)

ابھی ہم تمھارا دل رکھ رہا ہے وعدہ کرو وقت آنے پر تم امارا دل رکھے گا

مور جان نے نجانے کس خدشے کے تحت وعدہ مانگا

اس وقت اورنگ کے دماغ پر پاکستان ائیر فورس کا بھوت سوار تھا جبھی بغیر سوچے سمجھے وعدہ کرتے اپنے وعدے کی مکمل پاسداری کا یقین بھی دلا یا تھا

سمیع بڑے بھائی جو ماموں کے داماد تھے وہ دو دن پہلے چلے گئے تھے

آج ان سب کی پاکستان کے لیے فلائٹ تھی ماہکان سب سے زیادہ پر جوش اور خوش تھی

پاکستان پہنچنے پر ان سب کا خاطر خواہ استقبال ہوا شہیر کسی کورس کے سلسلے میں شہر سے باہر تھا اور رات تک آنیوالا تھا جبھی انکی ملاقات نہیں ہو پائی تھی

سیف صاحب نے ظفر علی (شہیر کے والد) کے منع کرنے کے باوجود انکے بلکل ساتھ والا بنگلہ خرید کر آبش کے نام کیا تھا

کھانا کھانے اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد وہ لوگ اپنے گھر آ گئے کیونکہ شادی وہیں سے کرنی تھی اور دو دن بعد سے شادی کے ہنگامے شروع ہونے والے تھے گھر پہلے سے مکمل فرنشڈ تھا

دونوں گھروں کے درمیان دروازے سے ماہکان کبھی ادھر تو کبھی ادھر گھومتی پھر رہی تھی

اسے شہیر سے ملنے کی جلدی تھی جب چکر لگاتے تھک گئی تو ماموں کے پورشن میں آکر لاونج میں رکھے صوفے پر بیٹھتے ہی اونگھنے لگی

ممانی شہیر کے کسی دوست کے لیے کھانا تیار کر رہیں تھیں کچھ دیر بعد کچن سے نکلیں تو اسے صوفے پر سویا دیکھ کر مسکرا دیں اٹھایا اس لیے نہیں کہ بے آرام ہو گی

جب اسکی آنکھ کھلی تو لاونج کی کافی لائٹس جل چکی تھیں جسکا مطلب شام ہو گئی ہے

آس پاس خاموشی تھی مطلب شہیر اب تک نہیں آیا تھا اس نے اٹھ کر برے دل کے ساتھ بال درست کیے پھر کپڑے ٹھیک کرتی گھر جانے کے لیے باہر کی طرف بڑھی

لاونج کا دروازہ کھول کر باہر نکلی سامنے ہی شہیر دروازے کی طرف پیٹھ کیے لان کی طرف دیکھ رہا تھا

شہیر بھائییییی

اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بانہیں وا کرتے اسکی طرف دوڑ پڑی

اچانک شہیر پلٹا

وہ ایک دم سے سٹپٹا گئی کیونکہ وہ بندہ شہیر نہیں تھا

خود کو روکتے روکتے بھی اسکے ہاتھوں کا زبردست دھکا اس بیچارے کو لگا تھا

اسے ائیر فورس جوائن کیے دو سال ہونے والے تھے ٹریننگ مکمل کرنے کے بعد اب وہ سکوارڈن لیڈر کے عہدے پر فائز تھا

ویسے تو سب ہی سینئرز کے ساتھ اسکے بہت اچھے تعلقات تھے لیکن شہیر ظفر کے ساتھ اسکا تعلق دوستانہ اور بھائیوں جیسا تھا

شہیر کی شادی فکس ہوئی تو اس سے زیادہ ورنگ خوش تھا کیونکہ اپنے علاقے کے باہر وہ پہلی بار کسی شادی میں دولہے کے دوست کے طور پر شرکت کرنے والا تھا

شہیر چند دنوں کے لیے شہر سے باہر تھا اور آج اسکی کال آئی کہ شام تک پہنچ جائے گا لیکن کچھ سامان مارکیٹ سے پک کر کے اسکے گھر چھوڑنا ہے سامان اسی وقت پک کرنا لازمی ہے ورنہ وہ شام کو آکر خود پک کر لیتا اورنگ کو ایڈریس لکھوا کر مزید چند باتیں کیں اور فون بند کر دیا

فون رکھنے کے بعد وہ اٹھ کر سیدھا واش روم گیا چینج کرنے کے بعد شارٹ لیو کی انٹری کروائی گاڑی لے کر بیس سے باہر نکل آیا

مارکیٹ سے دو کارٹن پک کیے اب اسکا رخ شہیر کے گھر کی طرف تھا

بہت خجل خواری کے بعد مطلوبہ ایڈریس پر پہنچا دروازہ کھلنے پر گاڑی سیدھی اندر لے گیا

سامان گارڈ کے حوالے کیا واپس جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھنے لگا تھا جب گھر کا دروازہ کھلا اور پر کشش سی خاتون باہر آئیں ارے اورنگ بیٹا آپ یہیں سے واپس جا رہے ہیں اندر نہیں آئیں گے ؟؟

انکے منہ سے اپنا نام سن کر چونکا لیکن اگلے ہی لمحے اسے احساس ہو گیا کہ وہ شہیر کی والدہ ہیں تو شرمندہ ہوتے ہوئے آگے بڑھ کر سلام کیا

اسلام وعلیکم آنٹی

وعلیکم سلام جیتے رہو انہوں نے سلام کا جواب دے کر اسکے جھکے سر اور کندھوں پر ہاتھ پھیرا تھا

بس وہ شہیر بھائی نے کچھ سامان پہنچانے کا کہا تھا گھر ڈھونڈنے میں کافی وقت لگ گیا کیونکہ چھٹی صرف دو گھنٹے کی ہے اس لیے اگلی بار اندر آنے کا سوچ کر واپس جا رہا تھا

بیٹا جی آپکے شہیر بھائی نے ہی کہا ہے کیونکہ آپ کو میس کا کھانا بلکل اچھا نہیں لگتا روز دل پر پتھر رکھ کر کھاتے ہیں اس لیے آپکو کھانا کھلائے بغیر بلکل نا جانے دوں

وہ ایک بار پھر سے شرمندہ ہوا اسے تعجب بھی ہوا کہ شہیر کی امی اسے کافی سے زیادہ اچھی طرح جانتی تھیں

وہ اپنی سوچوں میں تھا جب آنٹی ایک بار پھر سے بولیں

چلیں اب اچھے بچوں کی طرح کھانا بلکل تیار ہے اور مینیو بھی آپ کی پسند کا ہے

وہ اپنی پسند کا مینیو سن کر تھوڑا للچایا تو تھا لیکن رولز کی خلاف ورزی بھی نہیں کر سکتا تھا جبھی بولا آنٹی اگر شہیر بھائی ہوتے تو کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اب اگر میں لیٹ واپس گیا تو پنشمنٹ ملے گی

اسکا انداز چھوٹے بچوں والا تھا

وہ مسکرادیں اچھاایسا کرتے ہیں آپکو کھاناپیک کر کے ساتھ دے دیتے ہیں آپ کے شہیر بھائی بھی خوش آپکو پنیشمنٹ بھی نہیں ملے گی اور میری محنت بھی ضائع نہیں جاے گی

اوکے

انکے اتنے محبت بھرے انداز پر اس نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا تھا

گڈ بوائے آپ یہیں رکیں میں کھانالے کر آتی ہوں اسے انتظار کرنے کا کہہ کر وہ اندر چلی گیئں تھی

ابھی اسے کچھ ہی دیر گزری تھی جب کسی کی زوردار چیخ نے اسے چونکایا

اس سے پہلے کہ وہ پلٹتا ایک زوردار دھکے نے اسے لڑکھڑایا تھا

وہ خود کو سنبھالتے سنبھالتے بھی لان کی سیڑھیاں اتر گیا

سنبھلنے کے بعد تب کر دھکا دینے والی ہستی کو دیکھا تو اچھا خاصا چونک گیا

دورنگے کپڑے اڑے بالوں کے ساتھ وہ کوئی نو دس سال کی بچی تھی جو دھکا دینے کے بعد خود آنکھوں پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی

ناچاہتے ہوئے بھی اسکی ہنسی نکل گئ

گڑیا اب آنکھیں کھول لیں

متبسم سالہجہ تھا

ماہکان نے پہلے آدھی پھر پوری پھر دونوں آنکھیں کھول کر اسے دیکھا

اووووتو

آپ گرے نہیں بے ساختہ اسکے منہ سے نکلا

وہ دونوں لان میں کھڑے تھے آسمان پر چاند تو جیسے اونگھ رہا تھا یا جیسے آج کے دن زمین والوں پر ظاہر ہونے سے گھبرا رہا تھا شرما رہا تھا

لان کی کانٹ چھانٹ ایک دو دن پہلے ہوئی تھی اور شاید کچھ نئے پودے بھی لگائے گئے تھے جنکے پھولوں کی خوشبو سارے اطراف میں پھیلی ہوئی تھی

وہ ماہکان کو شہیر کی چھوٹی بہن سمجھا اسی لیے ہلکی سی بے تکلفی سے بولا

بلکل بھی نہیں حالانکہ آپ نے کوئی کسر تو نہیں چھوڑی تھی لیکن پھر بھی بچت ہوگئی

ایں کیا کیا کہا آپ نے؟؟

اتنی شستہ اردو سمجھنا فلحال ماہکان کے بس کی بات نہیں تھی

کچھ نہیں بیٹا جی آپ یہ بتائیں کونسی سی کلاس میں پڑھتی ہیں؟

ماہکان نے ادھر ادھر دیکھا پھر اشارے سے پوچھا کون بیٹا؟

تے

کھڑا بیٹا؟

پھر زبان کو زنگ نا لگ جائے اسی ڈر سے فوراً بولی

آپکا بیٹا بھی ساتھ ہے

نظر تو نہیں آ رہا؟

اس چھوٹی سی لڑکی کی حاضر جوابی پر اورنگ خان یوسفزئی کا خوبصورت سا قہقہہ بے ساختہ گونجا تھا اتنا کہ نئے لگے پودوں کے پھول جو اپنی اپنی خوشبوؤں کی ایک دوجے پر سبقت حاصل کرنے کے لیے جھگڑ رہے تھے

چونکتے ہوئے سب بھول بھال اس پہاڑی شہزادے کی ہنسی کی گونج میں کھونے لگے تھے

اتنا خوبصورت اور بے ساختہ کہ دور آسمانوں پر سامنے آنے سے ڈرا جھجھکا چاند ایک دم سے بوکھلاتے ہوئے اس پہاڑی شہزدے کا دیدار کرنے سامنے آیا تھا

کچھ دیر بعد ماہکان کے منہ کے بگڑتے زاویے دیکھ اسے ہنسی کو بریک لگانی پڑی جو ہاتھ سینے پر باندھے اسے دیکھ رہی تھی جیسے سامنے کوئی پاگل ہو

اوہو سوری

گڑیا آپ زرا اندر جا کر مما سے کہیں بھیا کو دیر ہو رہی ہے کھانا جلدی پیک کر دیں؟؟

گڑیا مما بھیا

اسے سامنے کھڑے اس پاگل سے بندے کی ہنسی پر سخت کوفت ہو رہی تھی تبھی جھنجھلاتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر بولی تھی

بیٹے کے پاپا؟

مما کے بیٹے؟

بہن کے بھیا؟

یا

گڑیا کے گڈے؟

اوو آخر آپ ہو کون

پہلی تین مثالوں پر اسکو قہقہہ روکنا محال ہو رہا تھا لیکن آخری مثال پر اسکے سارے ضبط جواب دے گئے اور وہ ہاتھ اٹھا کر سر کی طرف لے جاتے ہوئے کھل کھلا کر ہنسا تھا ایسے کہ ہاتھ میں لنچ باکسز تھامے اندر سے نکلتی شہیر کی امی چونک گئی تھیں

ہاہاہاہاہاہاہا پھر اپنی ہنسی کو بمشکل روک کر بولا

او میرے خدا

ہی ہی ہی

کون ہو آپ مس؟؟

اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی گل افشانی کرتی شہیر کی امی پاس آتے مسکرا کر بولی تھیں

یہ ہمارے گھر کا سب سے پیارا بچہ آبش کی چھوٹی بہن ماہکان سیف الرحمن ہے

پیارا بچہ کہنے پر اورنگ نے مسکرا کر پیارے بچے کی طرف دیکھا جواب میں پیارے بچے نے منہ چڑایا تھا

اچھا بیٹا آپکے انکل کی کال آرہی تھی میں ہولڈ کروا کر آئی ہوں ماہو آپکے چاکلیٹ چپ کوکیز ریڈی ہیں جلدی سے آجائیں

شہیر کی امی اسکے ہاتھوں میں لنچ باکسز پکڑا کر ماہو سے کہتیں پلٹ گئیں

ماہو انکے پیچھے جانے لگی جب اورنگ نے کہا

نائس ٹو میٹ یو ماہو پیارے سے بچے؟؟

ماہو ایک دم تیورا کر پلٹی اسکے پاس آئی اور انگلی اٹھا کر تنبیہ کرنے والے انداز میں بولی

پہلی بات تو یہ کہ میں کوئی بچی نہیں ٹین ایئرز کی بڑی ساری لڑکی ہوں

دوسری بات میرا نام ماہکان سیف الرحمٰن ہے ماہو مجھے بس میرے اپنے گھر والے یا فرینڈز کہتے ہیں

کیونکہ آپ سے میرا کوئی تعلق نہیں اس لیے آپ مجھے صرف ماہکان کہہ سکتے ہیں

اوکے ٹین ایئرز کی بڑی ساری لڑکی

صرف ماہکان نائس ٹو میٹ یو

اسکے تپے ہوئے لہجے کے جواب میں اورنگ مسکرا کر بولا تھا

تھینکس

بٹ مجھے ہر ایرے غیرے نتھو خیرے سے مل کر خوشی نہیں ہوتی

چڑانے والے انداز میں کہہ کر واپس پلٹی لیکن چلی نہیں

اورنگ کے مسکراہٹ زدہ ہونٹوں سے بڑبڑاہٹ کی صورت بے ساختہ نکلا تھا

لیونئے (پاگل،،شیدائی،،بے وقوف)

کہہ کر وہ جانے کے لیے پلٹا لیکن اسی وقت موبائل پر بپ ہوئی شہیر کا میسج تھا پڑھ کر وہیں کھڑے مسکراتے ہوئے جواب ٹائپ کرنے لگا

(آج اکیس بائیس سال میں پہلی بار ایسا ہوا تھا جب اس کے چہرے سے مسکراہٹ ایک پل کو بھی جدا نہیں ہو رہی تھی اور وہ بھی برابر مسکرائے جارہا تھا جانے بغیر کہ اسکی دل موہتی مسکراہٹ نے شہیر کر گھر میں بنے اس لان کے سارے پھولوں کے دل موہ لیے ہیں یہ جانے بغیر کے کچھ دیر پہلے شرمایا لجایا چاند ساری شرم حیا طاق میں رکھے بڑی دیدہ دلیری سے ٹکٹکی باندھے صرف اسی کو دیکھے جارہا ہے)

ماہکان سینے پر ہاتھ باندھے کڑے تیوروں کے ساتھ تو اورنگ ایک ہاتھ میں لنچ باکس پکڑے دوسرے ہاتھ سے موبائل پر ٹائپنگ کرتے ہوئے تھوڑے فاصلے پر ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کیے کھڑے تھے

اس نے جیسے ہی میسج سینڈ کر کے موبائل جیب میں رکھ کر قدم دروازے کی طرف بڑھایا

ماہکان کی آواز نے اسکا تعاقب کیا وہ ہلکا سا پلٹا تھا

اب چلے بھی جائیں یا ناشتہ بھی پیک کروا لے جانے کا ارادہ ہے اور جاتے ہوئے دروازہ بند کر کے جایئے گا واچ مین کو میں نے مارکیٹ بھیجا ہے

وہ بھی ہلکا سا پلٹ کر بولی تھی

اورنگ پورا کا پورا پلٹا ہاتھ سینے پر باندھا اور جھک کر شرارتی سے لہجے میں بولا تھا

،ستا تابعدار)جو حکم (

اس لایعنی بات پر وہ بھی پوری پلٹی اب وہ دونوں بیس قدموں کے فاصلے پر ایک دوجے کے سامنے کھڑے تھے

جائیں بھی یا یہی کھڑے کھڑے جناتی زبان میں اول فول بولتے رہیں گے

پھر انگلی اٹھا کر وارن کیا

خبر دار جو ہاہاہاہا کی تو

دوسری انگلی منہ پر رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کرتے پہلی انگلی سے جانے کا کہا تھا

وہ جو اپنی پوری زندگی کا ریکارڈ توڑتے آج قہقوں کی ہیٹ ٹریک کرنے والا تھا اس نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے فوراً انگلی منہ پر رکھی

پھر وہ دونوں ایک ہی پل مخالف سمت مڑے تھے

اففف

شہیر بھائی کے دوست تو بلکل پاگل ہیں

خود سے بڑبڑاتی وہ اندر کی طرف بڑھ گئی

توبہ دا مینے (((اففففف یہ آجکل کے بچے))

کہتا وہ دروازے کی طرف بڑھ گیا

محبت کے وہ فرشتے جنھوں نے شام ڈھلتے ہی کام ختم کرتے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی تھی ان میں سے چند ایک کا یہاں ست گزر ہوا تو انہوں نے چپکے سے مسکراتے ہوئے ان دونوں کا نام اپنے رجسٹروں میں درج کر لیا تھا

وہ گھر آئے تو کافی پریشان لگ رہے تھے عاصمہ انہیں گہری نظروں سے جانچتی رہیں بچوں کے سامنے بولی کچھ نہیں جب رات کو واک کے لیے نکلے تو تھوڑی تنہائی پاتے ہوئے پوچھنے لگیں

وہ کچھ دیر انہیں دیکھتے رہے کہ بولیں یا نہیں پھر ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بولے

عاصمہ میری ایک پھوپھو تھیں یاد ہے تمہیں؟

عاصمہ نے کچھ دیر سوچا پھر بولی ہاں یاد آیا

صفیہ آنٹی

ہماری شادی پر آئی تھیں

لیکن وہ لوگ تو انگلینڈ شفٹ ہو گئے تھے نا؟؟

آج آپکو انکی یاد کیسے آگئی؟؟

انہوں نے اپنا سب کچھ بیچ کر بیٹوں کو دیا اور وہ نہیں صرف انکے بیٹے شفٹ ہوئے تھے وہاں جا کر وہ ماں بہن کو بھول گئے

آخری بیٹی بختاور جو انکی بھی بڑھاپے کی اولاد تھیں اسکی شادی پر انکے نام جو آخری کوٹھی تھی وہ اسکے نام کر دی

جس سے بختاور کی شادی ہوئی وہ اچھے قماش کا بندہ نہیں تھا اس نے چھ ماہ میں بہلا پھسلا کر بختاور کا گھر جائداد اپنے نام کروایا اور طلاق دے دی

اللہ معافی

اتنے کم ظرف لوگ

عاصمہ بیگم نے دکھے دل سے کہا تھا

لیکن آپکو کیسے پتا چلا؟

آج صبح سوچا پرانے گھر کا چکر لگاوں پھوپھو کا گھر ہمارے گھر کے ساتھ تھا وہاں پہنچا تو انکے گھر کی جگہ خالی پلاٹ رہ گیا

ہمارے ایک پڑوسی تھے انہی سے ساری معلومات ملی

تو اب صفیہ پھوپھو اور بختاور کہاں ہیں عاصمہ بیگم نے ہمدردی سے پوچھا

دارلعلوم، میں

سیفففف

وہ حیرانگی اور دکھ میں صرف اتنا کہہ پائی تھیں

-----------------------.

دوسرے دن عاصمہ بیگم سیف صاحب کے ساتھ جا کر انہیں اپنے گھر لے آئیں تھیں

سب بچوں سے صفیہ بیگم کو انکی دادی اور بختاور کو پھوپھو کہہ کر متعارف کروایا گیا تھا

سب نے انہیں کھلے دل سے تسلیم کیا لیکن سارے بیٹے اور آبش بختاور کو پھوپھو کہنے کہ حق میں نہیں تھے کیونکہ وہ بامشکل 27/28 سال کی تھی سو وہ اسے بختاور ہی کہنے لگے

انہیں وہاں آئے دو دن ہوئے تھے اور شادی کی رسمیں اگلے دو دن سے شروع ہونی تھیں

صفیہ بیگم تو پہلے دن ہی پر سکون ہو کر سب میں گھل مل گئیں جبکہ بختاور طلاق کے بعد سے جس خول میں بند تھی اس نے یہاں آ کر اس پر ایک پرت اور چڑھالی تھی

عاصمہ بیگم اور انکی بہوؤں کے روکنے کے باوجود سب کام اپنے ذمہ لگا لیے (اپنے طور پر اسطرح وہ کسی حد تک سیف صاحب اور عاصمہ بیگم کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی تھی)

ماہو دو دن میں ہی پھوپھو کی لاڈلی تو دادو کی دلاری بن گئی تھی

آج بھی پیچھلے دو دن کی طرح وہ انکے بیڈ پر لیٹی کہانی سن رہی تھی

جب دروازے کھلنے کی آواز پر دادو نے اس طرف دیکھا پھر بولیں

کہانی ختم

کمرے میں آتی بختاور پھوپھو کو دیکھ کر انہوں نے کہانی ادھوری چھوڑ دی تھی

ایں ں ں

ایسے کیسے ختم؟؟

دادو آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ خوشبجنت کو پریستان کی ملکہ نے کیا کہا تھا؟

جب وہ پریستان سے لوٹی تو اتنی چپ چاپ کیوں تھی؟

اس نے شہزادہ پری زاد کو کیوں چھوڑا؟؟

بھئی کہانی مکمل تو نہیں ہوئی نا؟؟

ایک 9سال کی بچی اپنی سمجھ کے مطابق سوال کر رہی تھی

بختاور آکر لا تعلق سی اپنے کام میں مگن ہو گئی تھی

ماہو دس بار کہا ہے چپ کر کے کہانی سن کر سو جایا کرو زیادہ بی اماں مت بنا کرو

دادی نے جواں سالہ اجڑی بیٹی کی پیٹھ سے نظریں چراتے آزردہ سے لہجے میں کہا تھا

مگر دادو وہ شہزادہ پری زاد کی اماں نے کہا کیا تھا؟؟

ماہو کا تیز دماغ ایک ہی جگہ اٹکا تھا؟؟

ماہوو

دادی کہ بات بیچ میں رہ گئی تھی

اس نے کہا تھا حرام محبتوں پر سامری جادوگر کا سایا ہوتا ہے جو کبھی توڑ (کامیاب) نہیں چڑھتیں

نام بختاور ہونے سے انسان بخت آور نہیں ہوتا

کچے گھڑوں کو توڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے کیوں کہ وہ بیچ منجدھار میں دھوکا دیتے ہیں

اور؟؟؟؟

بختاور پھوپھو ایک سانس میں تینوں سوالوں کے جواب دیتیں آخری بات کو راز رکھتے باہر نکل گئیں جبکہ دادی آنکھوں پر ڈوپٹہ رکھے سونے کہ تیاری کرنے لگی تھیں

مسٹر اورنگ یوسفزئی

یہ جو تم ہر دو دن بعد میری سلگتی محبت پر میٹھے لفظوں کا مرہم لگانے آجاتے ہیں

خاک ہوتے جسم کو اپنے لمس سے کندن کرنے کے نت نسخے بتاتے ہو

نا میرے دل کو مرہم کی ضرورت ہے

نا

میرا جسم مہکنا چاہتا ہے

میری روح پیاسی ہے

تم میری روح کا رزق ہو

وہ رو رہی تھی

تمہارا بس زرا سا ہونا ہی میرے لیے بہت ہو گا

اس نے التجا کرتے ہوئے کہا تھا

بس زرا سا میرے ہو جاو

ماہوووو

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا

اس نے خواب میں ماہو کو اپنے لیے روتے تڑپتے دیکھا تھا

آس پاس نظر دوڑائی کل رات وہ لندن پہنچا تھا اسوقت وہ فکلٹی اپارٹمنٹ میں تھا

لندن کی یخ بستہ سردی میں بھی اسکا چہرہ پسینے سے تر تھا

ماہو تم کہاں ہو؟؟

زرا سا نہیں سارا اورنگ خان تمہارا ہے

اس نے تصور میں ماہو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا جو پیچھلے دو سال سے کہیں چھپ گئی تھی

--

اچانک موبائل کی بپ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا جو کافی دیر سے بجتے ہوئے اب بند ہو گیا تھا

اس نے فون اٹھایا اتنی دیر میں بیل پھر سے ہونے لگی سکرین پر لکھا

شہیر بھائی

دیکھتے اسکے ہاتھ کپکپا گئے تھے

شہیر آبش کا نکاح دو سال پہلے ہو چکا تھا

آج شام مایوں کی رسم تھی اور کل مہندی کمبائن رکھی گئی تھی

وہ رات کافی لیٹ پہنچا جبھی سیف صاحب کی فیملی سی مل نہیں پایا تھا

اب چینج کرنے کے بعد ڈریسنگ کے سامنے کھڑے بال بناتے آبش کی ناراضگی کا سوچ کر مسکرائے جا رہا تھا

اس نے رات آتے ہی آبش کو ایک ساتھ کافی سارے واٹس ایپ میسج بھیجے جنکو سین کرنے کے باوجود ریپلائے نہیں آیا تھا

جسکا مطلب محترمہ کافی سے زیادہ ناراض تھیں

وہ اسی ناراضگی کو دور کرنے کے لیے اپنی عادت کے بر خلاف اسے ناشتے پر سرپرائز دینے کا

سوچے ہوئے تھا

آبش کا متوقع رد عمل تصور میں کاتے اسے ہنسی آرہی تھی

اچانک نظر ادھ کھلے دراز سے نظر آتے شادی کارڈ پر پڑی کسی خدشے کے زیر اثر ہاتھ بڑھا کر

باہر نکالا خدشہ ٹھیک نکلا وہ اورنگ کا انویٹیشن کارڈ تھا جو اب تک پہنچایا نہیں گیا تھا۔

وہ برش کو ڈریسنگ پر پٹختے غصے سے باہر نکلا تو سامنے سے آتی مخلوق سے ٹکرا گیا

آہ

اللہ. شہیر بھائی

بندہ کم از کم آنکھیں کھول کر ہی چل لیتا ہے

ماہکان بی بی اپنی ناک پر لگی نادیدہ چوٹ کو سہلاتے ہوئے بول رہی تھی

سخت غصے میں بھی شہیر کی ہنسی نکل گئی پھر اسی کے انداز میں بولا

بندہ تو چلو آنکھیں بند کر کے چل رہا تھا

بندی کو چاہیئے تھا کہ آنکھیں کھول لیتی

شہیر بھائی غلطی آپکی تھی اور مجھ سے اچھے سے بات کریں ورنہ آپی نے جو کہا ہے وہ نہیں بتاؤں گی

ایں الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے؟؟

شہیر کچھ دیر اسے دیکھتا رہا جو بات مکمل کرنے کے بعد ادھر ادھر دیکھتے خود کو مصروف ظاہر کر رہی تھی

اچھا ماہو سیف الرحمن صاحبہ

غلطی میری تھی جسکے لیے میں شرمندہ ہوں اب آپ جناب بتانا پسند کریں گی کہ آپکی آپی نے کیا کہا؟؟

شہیر نے بہت مودبانہ لہجے میں کہا تو

ماہو اتنی عزت افزائی پر کھل اٹھی

آپی کہہ رہیں تھیں کیونکہ ہم صبح سویرے ناشتہ کر لیتے ہیں اور ابا اماں بھی گھر ہیں تو اس لیے اس وقت آنے کی کوئی ضرورت نہیں میں لنچ بنوا رہی ہوں لنچ ٹائم آ جیئے گا

شہیر کے ہونٹ ایک دم مسکرا دیے اس نے سوچا ابھی تو میں نے کسی کو بتایا ہی نہیں تھا پھر آبش کو کیسے پتا چلا؟؟

))دل کے رشتے جب حلال رشتوں میں بدلتے ہیں تو طاقتور اور مضبوط ہو جاتے ہیں ایک فریق اگر دل میں کچھ سوچے تو دوسرے پر وہی سوچیں وحی بن کر اترنے لگتی ہیں((

کچھ ایسا ہی ان کے ساتھ بھی ہوا تھا

شہیر بھائی؟؟

ماہو نے اسکے سامنے چٹکی بجائی

کہاں کھو گئے آپ؟

لطیفہ تو نہیں سنایا میں نے؟

اور یہ تیار شیار ہو کر کہاں جارہے ہیں؟؟

اففف توبہ کتنا بولتی ہے یہ چھٹکی

شہیر منہ میں بڑبڑایا

کیا کیا کہا آپ نے ماہو کے کان بہت تیز تھے

کچھ نہیں پتر جی

اور میں دوست کو شادی کا کارڈ دینے جارہا ہوں اصغر (گارڈ) کی غلطی سے اب تک نہیں دیا تو

اس کی ناراضگی کا سوچ رہا تھا؟؟

آپکے ہاں کسی کی ناراضگی کا سوچ کر مسکراتے ہیں

کہاں تک جانا ہے آپ نے مجھے بھی بازار جانا تھا

ماہو اپنے نام کی ایک تھی

))ہاں جب وہ دوست دل کا مہمان ہو زندگی بھر کا ساتھی ہو تو ایسا ہی ہوتا ہی روٹھنا منانا ہی تو محبت ہے ((وہ اس بار صرف بڑبڑایا تھا

شہیر بھائی یہ آپ کیا کیا بولی جا رہے ہیں؟

دھت تیرے کی کچھ نہیں یار مجھے دور جانا ہے انفیکٹ اسلام آباد ائیر بیس جانا پڑے گا

اووو

اس نے کسی بہت پیارے کے خیال میں ڈوبی اپنی بے دھیانی پر خود کو جھڑکا اور ماہو کو ٹالنے کے لیے وہ بات کہہ دی جو اسے کم از کم اس وقت بلکل بھی نہیں کہنا چاہئے تھی

))ماہو کو ائیر کرافٹ اور اس سے جڑی ہر چیز سے انتہا کی حد تک لگاؤ تھا اسکے سامنے ائیر بیس جانے کا کہہ کر شہیر نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہیں کلہاڑا مارا تھا ((

ہائے سچی

اللہ بھائی آپ کتنے اچھے ہیں چلیں جلدی کریں دیر ہو رہی ہے

ماہو نے سوچنے کا کوئی بھی موقع دیے بغیر کارڈ اسکے ہاتھ سے جھپٹا اور باہر بھاگ گئی

(یااللہ رحم (شہیر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر اللہ سے رحم کی اپیل کی کچن میں امی کو اپنا اور ماہو کا بتا کر باہر نکل آیا

وہ جیپ کی اگلی سیٹ سنبھال کر اسے جلدی آنے کا اشارہ کر رہی تھی

خاندان بھر کی لاڈلی معصوم بے ریا مسکراتی ہوئی وہ بچی شہیر کے دل سے بے اختیار اسکے نصیب اچھے ہونے کی دعا نکلی تھی۔۔۔

محبت کا وہ فرشتہ جسے اس گھر پر محبتوں کے حساب کتاب کا کام سونپا گیا تھا وہ آزردہ سا مسکرایا کیونکہ اس نے دیکھ لیا تھا شہیر کی دعا عرش پر نہیں پہنچی تھی ہوا میں معلق ہو کر رہ گئی تھی

اس نے پیچھلی رات محبت کے رجسٹر میں کچی روشنائی سے لکھے گئے ماہکان کے نام کو پکی روشنائی سے جلی حرفوں میں لکھا مطلب آج ہی سے اسکی محبت کے باب کا آغاز کر دیا گیا تھا

کیونکہ آج ماہکان سیف الرحمن نے کم سنی اور لا عملی میں اسلام آباد ائیر بیس کی طرف قدم برھایا تھا

یعنی شہر محبت کی طرف پہلا قدم بڑھایا گیا تھا

انکا پہلا سمسٹر ختم ہو گیا تھا اور اس سارے عرصے میں وہ اپنے آپ کو کافی حد تک سنبھال چکی تھی

اس نے شہر منجمد میں چھ سالوں سے سلگتے اپنے جذبات کو ٹھنڈا ہوتے پایا یا شاید خود کو ان برف چہروں برف احساسات کے لوگوں میں گم کر لیا تھا

جو بھی تھا لیکن وہ کچھ پر سکون ہونے لگی تھی اب اذیت بھرے ماضی کے خواب اسے ڈراتے نہیں تھی یا شاید وہ سوتی ہی نہیں تھی

سمسٹر ختم ہونے پر انہیں ایک ہفتے کی چھٹیاں ملیں سب لوگ مختلف جگہوں شہروں میں گھومنے کا پروگرام بنا رہے تھے

نک چڑی ایلا جو نک چڑی بلکل نہیں تھی اب وہ لندن میں اسکی واحد دوست تھی

دوسری ملاقات میں ماہکان کو احساس ہوا کہ وہ صرف چہرے کی حد تک نک چڑی ہے ورنہ اسکا دل بہت پیارا ہے وہ اٹالین تھی اس سے دو تین سال بڑی اور سنگل مدر تھی چھ سال تعلق میں رہنے اور ہر طرح سے استعمال کرنے کے بعد اسکے بوائے فرینڈ نے بریک اپ کر لیا تھا

وہ ڈیرک کو سچے دل سے چاہتی تھی بہت منت سماجت کرنے کے باوجود جب وہ نا رکا تو ایلا نے اسے جانے دیا

وہ اپنے تین سالہ بیٹے کے ساتھ اکیلی رہتی تھی اس نے زندگی میں کبھی بھی شادی نا کرنے اور اپنے بیٹے کو اچھا مستقبل دینے کا تہیہ کیا تھا اس لیے یوں دیار غیر کی خاک چھان رہی تھی

ایلا سے مل کر اسکا دکھ جان کر ماہکان کو اپنا دکھ بہت بے معنی اور چھوٹا لگا تھا اسے اپنا آپ ناشکرا اور کم ظرف لگا تھا

اسی بات نے اسکا اللہ پر دوبارہ سے یقین پختہ کیا اور وہ زندگی کی طرف لوٹنے لگی تھی

)اصل میں ہر انسان کو اس وقت تک اپنا دکھ اپنا درد سب سے سنگین سب سے بڑا لگتا ہے جب تک وہ سنگین. دکھ درد کو آنکھوں سے دیکھ نا لے یا ان حالات سے گزر نا جاے ((

شروع کے چند ہفتوں کے بعد اسے بارہا یہ احساس ہونے لگا کہ وہ یونی میں ہر جگہ کسی کی نظروں کے حصار میں ہوتی ہے نظریں بھی خالی خولی نہیں لودیتی نظریں نثار ہوتی نظریں جان لٹاتی نظریں وہ جب بھی اس رخ دیکھتی سب خود میں متوجہ نظر آتے .

(تمہیں پروفیسر عارش ڈیٹ پر لیجانا چاہتے ہیں)

آج شام ایلا کو چند دوسری کلاس فیلوز کے ساتھ نیویارک جانا تھا چونکہ پھر انکی ملاقات ایک ہفتے بعد ہوتی اسی لیے دونوں یونی کیفے میں بیٹھی چائے پی رہی تھیں جب ایلا نے اچانک بم پھوڑا

وہ حیرت بھری پھٹی نظروں سے یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی

ماہ تم سے بات کر رہی ہوں یار

تمہیں لے کر جانا چاہتے مجھے نہیں جو یوں گھور رہی ہو

ایلانے شرارتی لہجے میں کہا تھا

تت تمہیں کس نے کہا؟اس نے ڈرا جھجکا سا سوال کیا

لو بتاو

کہنا کس نے ہے سوائے تمہارے پوری کلاس بلکہ پورا ڈیپارٹمنٹ ہی ارے نہیں نہیں

بلکہ پوری ڈیپارٹمنٹ جانتا ہے

دوران کلاس۔،کلاس کے باہر یونی کیفے،یونی ٹریکس ایون کے ہر جگہ ایک سوٹڈ بوٹڈ سا بندہ

پاگلوں والی حرکتیں کرتا نظر آتا ہے

کسی سے بہت فاصلہ رکھ کر اسکا پیچھا کرتے پھر اس کے چہرے کو بہت محبت اور چاہت سے

اپنی آنکھوں میں بسائے رہتا ہے

جیسے نظروں ہی نظروں میں اس پر نثار ہونا چاہتا ہو

اور جب وہ (کسی) آنکھوں کی تپش پا کر اسکی طرف دیکھتی ہے تو کبھی لان بینچ کبھی درختوں تو

کبھی سٹوڈنٹس کی آڑ لے کر چھپتا نظر آتا ہے؟

کک کس کی بات کر رہی ہو لہجے کے ساتھ ماہکان کا پورا جسم کانپنے لگا تھا احساس کے تحت کہ

اسکا وجدان جھوٹا نہیں تھا واقعی اسے مسلسل دیکھا جاتا رہا تھا۔

وہ پاگل پروفیسر عارش احمت ہے جو ماکان سیف نامی حنوط شدہ ممی کے ساتھ اسکے رنگ میں رنگنا چاہتا ہے اسکی طرح حنوط ہونا چاہتا ہے

)پرانے وقتوں مصر کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ ان کے بادشاہ جو فرعون کہلائے جاتے تھے مرنے کے بعد خدا بن جاتے ہیں لیکن انہیں ایک جسم کی ضرورت رہتی ہے اس لیے وہ بادشاہوں کے جسموں کو مختلف کیمیائی مرکبات کے ساتھ محفوظ کر لیا کرتے تھے

اس کام کو حنوط کرنا کہتے ہیں ان بادشاہوں کے جسم بعد میں حنوط شدہ ممیاں کہلانے لگیں

وہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے اٹھی آئی ایلا نے جلدی سے بل پے کیا پھر اسکے پیچھے بھاگی تھی

یونی روڈ پر ایک انڈین پنجابی سکھ انکل آنٹی کا اپنا چولہا نام سے کیفے تھا ماکان کی آتے جاتے ان سے ہیلو ہائے ہو جایا کرتی تھی

)او وپتر جی ست ِ خیر ان (

آج وہ کیفے کو نظر انداز کرتے آگے بڑھنے لگی جب سکھ انکل نے خود آواز دی نا چاہتے ہوئے بھی اسے رکنا پڑا تھا

جی انکل سب ٹھیک تسی سناو آنٹی جی کہاں ہیں

زبردستی مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتے ہوئے اس نے خود کو کہتے پایا تھا

سب خیراں پتری

آج پنجاب سے گائیکوں کا گروپ آیا ہے انہوں نے یہاں شو کرنے ہیں آپکی آنٹی انکی خاطر مدارات میں لگی ہیں

آو بیٹا جی تسی بھی آو آج بڑی محفل جمی ہوئی ہے

انہوں نے تفصیل بتانے کے ساتھ اسے کھلے دل سے کمپنی جوائن کرنے کی آفر بھی کر دی

بہت شکریہ انکل جی

لیکن آج کچھ ضروری کام ہے میں کل آوں گی

اس بار اسکے ہونٹوں نے مسکرانے میں تامل کیا تھا

سب ٹھیک تو ہے نا پتر انہیں نجانے اسکے چہرے پر ایسا کیا نظر آیا کے آگے بڑھ کر سر پر ہاتھ رکھتے تشویش سے بولے تھے

(ثابت ہوا تعلق صرف احساسات کے ہوتے ہیں اگر احساس ہو تو ایک غیر مذہب غیر ملکی بھی آپکے چہرے پر لکھی دکھ کی تحریریں پڑھ لیتا اور اگر احساس نا ہو تو اپنے سگے بہن بھائی بھی اپنے نہیں ہوتے)

ہاں جی اللہ کا شکر ہے سب ٹھیک ہے بس پیچھلے کچھ دن پیپرز میں بہت مصروف گزرے اسی وجہ سے

گلے میں اٹکے آنسوؤں کے گولے نے اسے بات مکمل نا کرنے دی لیکن اس بار ہونٹ اس پر رحم کھاتے مسکرا دیے تھے

(یہ جبری مسکراہٹ بھی بڑی ظالم شے ہوتی ہے کبھی کبھی دکھ سے بند ہوتے دل درد سے ادھڑتے ریشوں کے ساتھ اسے منہ پر سجانا پڑتا ہے)

ہمم لگتا ہے تھک گئی ہو انہوں نے پر شفقت لہجے میں کہا تھا

جی انکل جی تھک گئی ہوں

بہت تھک گئی ہوں

اس نے پہلا فقرہ چہرے پر جبری مسکراہٹ سجا کر تو دوسرا صرف خود سے کہا تھا

چلو پھر ہاسٹل جا کر آرام کرو یہ لوگ پندرہ دن یہاں ہیں جب طبعیت مانے تب مل لینا.

ٹھیک

انہوں نے اسے بچوں کی طرح پچکارتے سر پر ہاتھ رکھا تھا

جی ٹھیک

اس بار آنسوؤں پلکوں کی باڑ پھلانگ کر بہہ نکلے صد شکر کے سکھ انکل اسکے سر پر ہاتھ رکھتے پلٹ کر جا چکے تھے

ابھی وہ کیفے کی حدود میں ہی تھی جب ایلا پیچھے سے ہانپتی کانپتی اس تک پہنچی

ماہ اے ماہ رکو پلیز

ماہ کیا ہو گیا پیاری ؟؟

میں نے ایسا کیا غلط کہہ دیا یارا؟

اوو. اوو

ایلا نے بات مکمل کی ہی تھی جب اچانک سے برف باری شروع ہو گئی ان دونوں کے پاس چھتری نہیں تھی

کیفے میں بیٹھے پنجابی گا ئیک بر فباری دیکھنے کے لیے شوق میں باہر نکل آئے تھے

ماہکان نے اسے ایک نظر دیکھا پھر کیفے سے نکلتے لوگوں کو اور چپ چاپ پلٹ کر چلنے لگی

ماہ تم ایسی بے مروت تو بلکل نہیں تھیں

ایلا کی آواز میں گھلی نمی نے اسے رکنے پر مجبور کر دیا پھر وہ پلٹ کر اس تک آئی

)ماہ تو کبھی تھی ہی نہیں ایلا(

برف روئی کے گالوں کی طرح ان دونوں پر گر رہی تھی

ایلا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا

کیفے سے نکلی ایک ادھیڑ عمر عورت جو حلیے سے لوک سنگر لگ رہی تھی اس نے بھی ماہکان کے چہرے کی طرف دیکھا تھا

)ماہ کی جگہ بلکہ ہر جگہ اورنگ اورنگ اورنگ تھا (

ایلا اسکی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی جب برف باری میں جھومتے جھامتے گائیکوں کے گروہ میں سے کسی نے بانسری کے سر بکھیرے تھے

)اورنگ یور بوئے فرینڈ(ایلا نے اپنی سمجھ کے مطابق سوچ کر سوال کیا

ہاں اورنگ میرا سب کچھ

ٹھیک اسی وقت ادھیڑ عمر عورت جو کب سے ماہکان کے چہرے کو گہری نظروں سے جانچ رہی تھی اس نے اپنی سریلی آواز کی تان اٹھائی تھی

))رانجھا رانجھا کر دی

وے میں آپے رانجھا ہوئی((

ایلا اسکا جواب سنتے شاک میں واپس مڑ گئی وہ روتے ہوئے وہیں الیکٹرک پول کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی برف اس پر زور شور سے برس رہی تھی آنسو چہرے پر جمنے لگے تھے

))رانجھا رانجھا سدوں نی

مینوں ہیر نا آکھوں کوئیییی((

اچانک اسکے سر پر گرتی برف رک گئی وہ سمجھی ایلا اپنی گاڑی سے چھتری لے آئی ہو گی

میں واقعی میں حنوط شدہ لاش ہوں وہ بچوں کی طرح رونے لگی تھی

کسی کی محبت نے مجھے چھ سالوں سے حنوط کیا ہوا ہے ایلی

میرا دل عرصہ ہوا دھڑکنا بھول چکا ہے میں کھل کر جینا سانس لینا بھول چکی ہوں ایلی

سوائے ایک رنگ کے مجھے سارے رنگ پھیکے لگتے ہیں اور پتا ہے اس رنگ کا نام کیا ہے

اس نے برف ہو چکے آنسوؤں سے تر چہرہ اٹھایا

اور وہ پتھر کی ہو گئی تھی

اپنے گہرے گرے رنگ کے کوٹ کو اسکے سر پر تانے آسمان سے گرتی برف کو اس تک پہنچنے سے روکے ہوئے وہ کوئی پتھر کا دیوتا تھا

نہیں

وہ شاہ زادہ مصر تھا

ہاں ہاں

وہ عارش احمت جو مصر کا شہزادہ تھا

برف نے جسکے گہرے کالے بالوں کو سفید کر دیا تھا جسکی سرمئی آنکھوں میں سرخیاں گھل رہی تھیں جن پر سایہ فگن سفید ہوچکی پلکیں کچھ جذبات تو کچھ برف کے بوجھ تلے جھکی جا رہی تھیں

))محبت کے رنگ تو ہمیں سب رنگوں کا پتا دیتے ہیں جو رنگ ہم سے باقی سب رنگ چھڑوا دے ہمیں کلر بلائنڈ کر دے وہ محبت کے نہیں خود غرضی کے رنگ ہوتے ہیں

آنکھوں کے ساتھ اسکے لہجے میں بھی جذبات کی سرخیاں گھلی ہوئی تھیں

عارش رنگ آپکو دنیا کے سب رنگوں سے روشناس کروائے گا ((

نا

ماھکان کے دل سے صدا نکلی لیکن خود پر مہربان سایا کیے شخص کے رعب نے زبان سے کہنے نہیں دیا تھا

))کسی کی محبت میں اتنی طاقت تو ضرور ہونی چاہئے کہ وہ دھڑکنا بھول چکے دل کو اپنے نام کی تال پر ایک نئے انداز میں نئے سروں میں دھڑکنا سکھا دے مسلسل گرتی برف سے اسکے ہونٹ نیلے پڑنے لگے تھے لیکن لہجہ جذبوں سے لبریز تھا

میری محبت میں اس سے کہیں زیادہ طاقت ہے ((

نا نہیں

وہ کپکپاتے ہوئے دبا دبا سا کر لائی تھی

برف سے نیلے پڑتے لیکن پھر بھی خود پر نثار ہوتے شخص کی سرمئی سرخ آنکھوں نے اسے کچھ کہنے نہیں دیا تھا

))کسی کی گرم سانسیں اتنی جاں فزاں تو ہونی چاہیں کہ کسی کو کھل کر سانس لینا اسے جینا سکھا دیں

میری سانسیں اس سے کہیں زیادہ جاں فزاں ہیں ((

عارش نے بیٹھتے ہوئے اپنا کوٹ ماہکان کے کندھوں پر ٹھہرایا

اس نے اپنی بے ساختہ امڈتی چیخ کو منہ پر ہاتھ رکھ کر روکا تھا جبکہ وہ سر مسلسل نا میں ہلا رہی تھی

کوٹ اسے پہنانے کے بعد وہ کھڑا ہوا دو چار قدم پیچھے ہٹا اور الیکٹرک پول کے ساتھ دونوں ہاتھ جما کر ترچھا سا ٹک کر اس پر اپنا سایہ کر دیا

اسکی بازوؤں اور جسم نے ماہکان کو برف باری سے مکمل چھپا دیا تھا

برف عارش کمر پر ڈھیر ہوتے ہوئے ماہکان کے دونوں جانب دور دور گرنے لگی تھی

وہ سکتے کی سی کیفیت میں اسے دیکھ رہی تھی

))کسی کی چاہتوں کی شدت اسکی قربتوں کے لمحے اتنے بارآور تو ہونے چاہئے کہ کسی زندہ لاش میں زندگی کی حرارت دوڑا دیں اسکی دھڑکنوں میں بہتے خون کا دورانیہ بڑھا دیں

میری چاہتوں کی شدت اس سے کہیں زیادہ ہے میری قربت کے لمحے اس سے کہیں زیادہ بارآور ہوں گے((

نئیں ں ں ں

گہری گرے ڈریس پینٹ پر نیوی بلو شرٹ کے کف موڑے ماہکان کا ہاتھ محبت بھری مضبوطی سے پکڑے پول کے ساتھ کھڑا وہ شاہ مصر

شاہ مصر کی خوشبوؤں میں بسا گہرا گرے کوٹ پہنے ایک ہاتھ اس سے چھڑانے کی تگ و دو میں رخ موڑے کھڑی وہ ہوائی کی شاہزادی

لندن کی خاموش سڑک الیکٹرک لائٹ پول کے نیچے کھڑے وہ دونوں اور ان سب پر برابر سفید روئی برساتا آسمان

وہ مڑے بغیر ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کر رہی تھی

اس سے پہلے کہ کوئی آپکی محبت میں حنوط شدہ لاش بن جائے اسکی محبت کو بامراد کرنے کا اسکی پناہوں میں آکر محبتوں چاہتوں اور شدتوں کے رنگوں سے مزین بھرپور زندگی جینے کے بارے سوچیئے گا

بس ایک بار میرا ہونے کے بارے سوچئیے گا

وہ ہاتھ چھڑوا کر روتے ہوئے سرپٹ بھاگی تھی اسکا رواں رواں کانپ رہا تھا لیکن وہ انجانے میں شاہ مصر کی خوشبو ساتھ لیے جا رہی تھی

بس ایک بار میرا ہونے کے بارے سوچیے گا

بس ایک بار

اماں ں ں

اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولتے سر اٹھایا جو پیچھے دروازے کے ہینڈل سے ٹکرایا تھا

آہ ہ

سر کو سہلاتے ادھر ادھر دیکھا وہ دروازے کے ساتھ لگ کر بیٹھی پاس رکھی کرسی پر سر ٹکائے سوتی رہی تھی

اسے یاد آیا کہ کل شام وہ بھاگتے قدموں سے ہاسٹل روم میں پہنچنے کے بعد خود کو کمرے میں لاک کرتے ہوئے یہیں بیٹھتی چلی گئی تھی

اور اپنی قسمت کی ستم ظریفی پر کھل کر روئی تھی اسکا نصیب اسکے لیے اس (اورنگ) سے کہیں زیادہ شاندار انسان کو سامنے لایا تھا

لیکن وہ چاہ کر بھی اس شاندار انسان کو بامراد نہیں کر سکتی تھی

کیونکہ اسے یاد تھا کہ

)جو بیچ راہ میں ڈبو دیں ایسے کچے گھڑوں کو توڑنا ہی بہتر ہوتا ہے (

)نامحرم محبتوں پر سامری جادوگر کا سایہ ہوتا ہے وہ کبھی توڑ(کامیاب (نہیں چڑھتیں(

)مرد کی محبت کچے گھڑے جیسی ہوتی ہے جو چناب کی پرزور لہروں سنگ بغیر کسی مدافعت کے بہہ جاتی ہے

یا

یا

چاند جیسی ہوتی ہے جو اپنی انتہاؤں کو پہنچ کر مزید انتہا پر جانے کی بجائے گھٹنا شروع ہو جاتی (

اسے کچا گھڑا نہیں چاہیے تھا

اسے اب چاند سے ڈر لگتا تھا

کالی چیزیں اسے خوف میں مبتلا کرتی تھیں

''''''''''''''''''''''''''''''''

شہیر بھائی

اور کتنا وقت لگا گا؟

بس چند اتھوڑااور شہیر نے انہماک سے گاڑی چلاتے شفقت سے جواب دیا

آپکی بیس اتنی دور کیسے ہو گئی بھلا؟؟

بیٹاوہ پہلے دن سے ہی اتنی دور ہے

شہیر کا ضبط کمال کا تھا

کیونکہ ان دو سوالوں کے جواب وہ پیچھلے تیس منٹ میں چالیس مرتبہ دے چکا تھا

اچھا؟؟

ویسے میں سوچ رہی تھی آپ روز کتنا تھک جاتے ہوں گے اتنی لمبی ڈرائیو کرنے کے بعد ہے

نا؟؟

اللہ میاں (شہیر نے دل ہی دل میں اللہ کو یاد کیا)

کیونکہ اس بیچارے نے ٹین اتج عاشقوں سے ایک قدم آگے نکلتے ہوئے آبش سنگ ناشتہ کرنے کی خوشی میں صبح سے کچھ نہیں کھایا تھااور اب ماھکان بی بی بڑی فرصت سے اسکے معدے اور ضبط کا امتحان لے رہی تھیں

ماہو سونے آپ پہلی بار جارہی ہو اس لیے سفر زیادہ لگ رہا ہے میں روز آتا جاتا ہوں مجھے عادت ہو گئی ہے

بھائی آپکی گاڑی کی سپیڈ بھی بہت سلو ہے شاید پرانی ہو گئی ہے اسے کسی کو دے دیں اور نیو خرید لیں

چونکہ یہ کلٹس شہیر کی اپنی کمائی کہ تھی اور اسے جان سے زیادہ پیاری تھی جبھی اسے یہ مشورہ بلکل پسند نہیں آیا تھا اسی لیے لہجے کو حد درجہ نرم رکھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تھا

ماہو دو منٹ کے لیے چپ کر کے بیٹھ جاو پلیز یار

اوکے

ماہو نے بغیر کسی ری ایکشن کے اوکے کہا اور باہر دیکھنے لگی

شہیر کو وہم سا گزرا شاید وہ ناراض ہو گئی ہے

فلوقت وہ اپنی اکلوتی سالی پلس کزن کو ناراض نہیں کر سکتا تھا

اپنی کہی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے اس نے کچھ کہنا چاہا جب ماہو نے اسکی طرف منہ کرتے ہوئے آنکھوں سے اشارہ کیا

اب؟؟

شہیر نے جواباً اشارہ کیا

اب کیا؟؟

ماہو نے ہاتھ کہ نادیدہ گھڑی کہ طرف توجہ دلائی

شہیر نے نا سمجھی سے اپنی کلائی میں گھڑی دیکھی

یہ کیا؟؟

اوف اوماہو نے دونوں ہاتھوں سے سر تھامتے ہوئے کہا

شہیر بھائی میں نے کہا دومنٹ پورے ہو گئے اب بات کروں؟

شہیر کے سارے نادم جذبات بھک سے اڑے لیکن ناچاہتے ہوئے بھی مسکراتے ہوئے بڑبڑایا

آپکا کچھ نہیں ہو سکتا ماہو

جی کیا؟؟ کچے کانوں والی نے سن کر فوراً پوچھا

گڑیا میں نے کہا بلکل بات شروع کرو

اوکے

وہ میں کہہ رہی تھی آپ لوگوں کو بابا نیو کار لے کر دیں رہے ہیں

اب جب تک میں یہاں ہوں آنے جانے کے لیے مجھے بھی گاڑی کی ضرورت تو ہو گی نا

بات ادھوری چھوڑ کر اس نے شہیر سے تائید چاہی جس نے ائیر بیس کی طرف گاڑی موڑتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا

یہ آپکی گاڑی ویسے بھی پرانی ہو چکی ہے اور ہے بھی سستی سی

بیس کے داخلی ایریا میں پہچان کرواتے ہوئے شہیر نے معنی خیزی سے اسے دیکھا

تو؟؟

ایک تو جب میں بات کرتی ہوں سب مجھے ایسے دیکھنے لگ جاتے جیسے میں ماہو نہیں ایلین ہوں

صرف ایلین شہیر بڑبڑایا

بندہ بات تو مکمل سن لیا کرے نا؟؟

بندے نے گاڑی پارکنگ میں روک کر باہر نکلتے ہوئے اسکی طرف دیکھا

جی کریں بات مکمل؟

کیونکہ مجھے ڈرائیونگ سیکھنی ہے تو آپ ایسا کریں جب تک ہم یہاں ہیں یہ گاڑی مجھے گفٹ کر دیں

وہ بھی بات مکمل کرتے ہوئے باہر نکل آئی تھی

لیکن یار ماہو

نیو گاڑی تو نئی نکور ہوتی ہے میں اس پر آفس آیا جایا کروں گا تو وہ پرانی ہو جائے گی نا

بیس پہاڑوں کے دامن میں واقع تھی یہاں آکر ہمیشہ سے شہیر کی طبعیت پر خوشگواریت سی چھاجاتی تھی

اسے اپنے ملک سے اپنے پیشے سے بہت محبت تھی

اس نے کچھ دیر پہلے والی کوفت کو جھٹک کر ماہوہی کے لہجے میں جواب دیا تھا

لو میں نے کب کہا کہ نیو گاڑی پر آیا جایا کریں

انکارخ ویٹنگ لاونج کی طرف تھا جہاں وہ چل رہے تھے اس سے تھوڑا دور ائیر کرافٹ ایف سولہ اور دوسرے جنگی طیارے بڑی شان سے کھڑے تھے

میرے سوہنا

میرا بچہ

آپکا کیا خیال ہے میں آفس واک کرتے ہوئے آیا کروں گا

شہیر نے اورنگ کا نمبر ملاتے سرسری سا اس کی طرف دیکھ کر کہا اور موبائل کان سے لگالیا بیل جارہی تھی

)ارے واک کیوں کریں گے(

دوسری طرف سے فون اٹھالیا گیا تھا لیکن شہیر اس وقت ماہکان کی طرف متوجہ تھا

یہ اتنے سارے جنگی جہاز جو کھڑے ہیں

یہ کس دن کام آئیں گے آفس آنے جانے کے لیے انہی میں سے ایک سلیکٹ کر لیجے گا

ماہو کی بات پوری ہوتے ہی ایک لمحے کو ہر طرف خاموشی چھا گئی

پھر اسلام آباد ائیر بیس کی پر کیف فضاؤں میں ایک ساتھ دو خوبصورت مردانہ قہقہے گونجے تھے

ایک فون کی اِس جانب دوسرا فون کی اُس جانب فون کے اُس جانب والے قہقہے کی گونج کہیں زیادہ اور کسی قدر خوبصورت تھی

وہ بیڈ پر چت لیٹے ہوئے چھت کو گھورتے لایعنی سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی اسے تین دن ہوگئے تھے ہاسٹل روم میں بند ہوئے

اسکے سارے احساسات جامد و ساکت تھے

ان تین دنوں میں ایلا نے لاتعداد معذرتی میسجز اور کچھ کالز کی تھیں

آخری میسج میں اس نے کسی یورپی شہر جانے اور جلد لوٹ آنے کا بتایا اور اسے اپنا خیال رکھنے کو کہا تھا۔۔۔

موبائل پر ہونے والی گھنٹی نے اسے سوچوں کے بھنور سے نکالا تھا

آواز کے تعاقب میں ادھر ادھر نظر دوڑائی موبائل سامنے کرسی پر رکھا تھا

اس نے موبائل بجنے دیا اور دوسری طرف رخ پھیر گئی لیکن کال کرنے والا / والی ڈھیٹ قسم کی شخصیت معلوم ہوتا / ہوتی تھی

مسلسل بجنے والی گھنٹیوں سے تنگ اٹھ کر دروازے کے پاس آئی موبائل اٹھایا

شہیر بھائی کالنگ

کے لفظ دیکھتے اس پر چھائی برف پگھلی تھی کانپتے ہاتھوں سے فون اٹھایا اور یس کر کے کان سے لگالیا

ہیلو، اسے اپنی آواز کھوکھلی ہوتی لگی

ماہ بیٹا

دو دن سے فون کر رہا تھا کہاں تھیں یار

شہیر کا لہجہ ہر بار کی طرح شہد ٹپکاتا پر شفقت سا تھاماہ کے گلے میں آنسوؤں کا گولا بننے لگا

ماہو

اسے خاموش پا کر شہیر نے تشویش سے پکارا تھا

ج جی بھائی

کچھ نہیں بس ایک اسائنمنٹ میں بزی تھی دو دن سوئی تک نہیں موبائل شاید سائیلنٹ پر تھا

اس نے نہایت ہی بودی سی دلیل دی تھی

)کتنا مشکل ہوتا ہے اپنا خود کا زخم زخم وجود لیے خود سے جڑی محبتوں کا مان رکھنا ان کو دکھ سے بچانے کے لیے خود کو اذیتوں کی گہرائیوں میں اتارنا لیکن پھر بھی مسکرانا اور مسکرا کر سب کو مطمئن کرنا (

اس نے بھی اپنا وجود بے نام سی اذیت میں دھکیلتے ہوئے شہیر بھائی کی محبت کا مان رکھا تھا

کیونکہ انکی محبت کے ساتھ اسے کسی اور کی محبت اور چاہت یاد آتی تھی گزرے وقت کے مندمل زخم پھر سے ہرے ہو جاتے تھے

اسے کوئی ٹوٹ کر یاد آتا تھا

یہ سب سوچتے اچانک اسے ایک بڑا عجیب سا احساس ہوا

(یاد آتا تھا) مطلب وہ اسے بھول رہی تھی یا بھول چکی تھی؟؟

""""::تیرا خیال بھی دل سے نکل گیا آخر

پھسل گئی میرے ہاتھ سے محبت بھی""""::

اٹس اوکے

بچے ابھی ریسٹ کرو میں دوپہر میں کال کروں گا

)اذیت سہہ کر اپنوں کے لیے مسکرانے والا تو داد کا مستحق ہوتا ہی ہے لیکن جب ہمیں یقین ہو کہ ہمارا بہت پیارا بہت خاص انسان اذیت کی آخری حدوں پر ہوتے ہوئے بھی صرف اور صرف ہمیں دکھ سے بچانے کے لیے مسکراتے ہوئے سب ٹھیک کہہ رہا ہے

اور ہم سب جان کر اسکی اذیت کو خود اپنے بدن پر جھیل کر صرف اپنے پیارے کا بھرم رکھنے کو جب کہتے ہیں

"اٹس اوکے"

تو ہم صرف داد نہیں کمال داد کے مستحق ہوتے ہیں (

شہیر بھی اس وقت کمال داد کا مستحق تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ ماہ کا اپنی ذات پر مان ٹوٹے اس نے بعد میں فون کرنے کا کہہ کر رابطہ منقطع کر دیا تھا۔۔۔

فون بند ہوتے ماہو کے ذہن میں سوچ ابھری

)یہ اپنے بھی کتنے اپنے ہوتے ہیں نا (

)اپنے تو بس اپنے ہوتے ہیں (

چہرے پر زخمی سی مسکراتے لیے موبائل سائیڈ پر رکھا تو بھوک کا احساس جاگا اسے یاد آیا کہ وہ بہتر گھنٹوں سے صرف چائے اور کافی پر گزارہ کر رہی ہے

ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ فریش فریش سی ہاسٹل کمرے کو لاک کر کے پلٹی تھی

اب اسکا رخ پنجاب کیفے کی طرف تھا

جہاں کوئی بہت شدت سے اسکا منتظر تھا لیکن وہ اسکی موجودگی سے اسکی شدتوں سے بے خبر تھی

وہ پیچھلے پانچ منٹ سے ائیر بیس کے ویٹنگ لاونج میں بیٹھی تھی جہاں شہیر اسے تھوڑی دیر ویٹ کرنے کا کہہ کر اپنے دوست کو ڈھونڈنے گیا تھا

جبکہ چھویں منٹ ویٹنگ لاونج چھوڑ بلاک سے نکل کر ادھر ادھر گھوم رہی تھی پھر چلتے چلتے گراونڈ میں آگئی جہاں مختلف جنگی طیارے کھڑے تھے

آجکل کی نوجوان نسل کی طرح اس نے بھی موبائل نکالا اور دھڑا دھڑ سیلفیز لینے لگی

آپ کون ہیں

یہاں کیسے آئیں

وہ اپنے آپ میں مگن تھی کہ ایک کرخت سی آواز پر ڈر کر پلٹی موبائل ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا اور بند ہو گیا

ج جی

وہ کوئی ڈھلتی عمر کا کالا سا کرخت چہرے والا بندہ تھا ماہو کی ڈر سے گھگی بندھ گئی

میں نے پوچھا آپ کون ہیں

مقابل اسکاڈر محسوس کر چکا تھا جبھی نرمی سے بولا

میں ماہکان

شہیر بھائی کی بہن ہوں

اسکے منہ میں جو آیا جلدی سے بول دیا

گارڈ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا اور لہجے کو مزید نرم رکھتے ہوئے بولا

اوکے ماہکان آپ جلدی سے اپنے بھائی کے پاس چلی جائیں یہاں تصویروں کی اجازت نہیں ہے

گارڈ کی بات پوری ہونے سے پہلے وہ مڑ کر ویٹنگ ایریا کی طرف بھاگنے لگی

بھاگتے ہوئے اس نے ایک لمحے کو پیچھے مڑ کر دیکھا اور یہی اس سے غلطی ہوئی کیونکہ اگلے لمحے وہ کسی پہاڑ سے ٹکرائی تھی

اماں ں

پہاڑ تو اپنی جگہ کھڑا رہا لیکن وہ تارکول کی سڑک پر تیورا کر گری اسکے پاؤں اور کہنی پر چوٹ لگی تھی

اوے کون ہو آپ

اور یہاں بیس ٹریک پر بھاگ کیوں رہی ہو

کیا آپ کو نہیں پتا یہاں صرف جنگی جہاز بھاگتے ہیں

پہاڑ نے ساری بات میں لفظ جنگی جہاز پر زور دیا تھا

اس نے تکلیف کو برداشت کرتے آنسو بھری آنکھوں سے اوپر دیکھا

پہاڑ کے منہ سے اچانک نکلا تھا

وی زاار دادی پکی می وو

(صدقے جاؤاں بس اسی کی کمی تھی)

پہاڑ کے منہ سے اچانک بڑبراہٹ کی صورت نکلا تھا

وی زاار دادی پکی می وو

(صدقے جاؤں بس اسی کی کمی تھی)

پھر مصنوعی حیرانگی ظاہر کرتے ہوئے بولا

مس ماہکان آپ؟؟؟

مس ماہکان

جان بوجھ کر کہا گیا کیونکہ گڑیا چندہ بیٹا وغیرہ کہنے کا نتیجہ وہ دیکھ چکا تھا

مس ماہکان نے فوراً گردن ہاں میں ہلائی

ہاں جی میں

وہ غالبا محسوس کر چکا تھا کہ اسے چوٹ لگی ہے اسی لیے گھٹنوں کے بل بیٹھتے ہوئے تشویش سے کہنے لگا

لیکن آپ یہاں کیسے ؟

چوٹ لگی ہے؟

دکھائیں مجھے

میں شہیر بھائی کے ساتھ آئی تھی انہوں نے اپنے کسی ویلے نکمے آوارہ دوست کو شادی کا کارڈ دینا تھا

شہیر کا ویلا نکما آوارہ دوست جو اسکے پاوں کا جائزہ لے رہا تھا ان القاب پر ایک پل کو بوکھلا گیا تھا

وہ تو پتا نہیں کہاں چلے گئے میں تو بلکل گم ہی گئی تھی

شکر ہے آپ مل گئے مسٹر بدرنگ

مسٹر بدرنگ

اپنانام اس شان سے لیے جانے پر اسے زور سے کھانسی آئی ہاتھ بے خیالی میں ماہو کے چھل چکے پاوں پر دب گیا

آہ اماں

آرام سے کون سے زمانوں کی دشمنی نکال رہے ہیں

مسٹر بد

او سوری مس ماہکان پلیز سوری

اس سے پہلے کہ وہ پھر سے اورنگ کو مسٹر بدرنگ بولتی اس نے سوری کہہ بات پلٹا دی

اٹس اوکے

لٹھ مار انداز میں کہا گیا

اورنگ نے جیب سے رومال نکالا اور اسکا پاؤں صاف کرنے لگا زخم نہیں تھا بس ہلکی سی خراش آئی تھی۔

اچھا آپکو پتا ہے مسٹر بد

اورنگ

وہ جلدی سے بولا

ماہو جو ایک دم جوش سے کچھ بتانے لگی تھی یوں بات کے بیچ میں ٹوکے جانے پر اسے گھور کر دیکھا

اماں بابا نے تمیز نہیں سکھائی اتنے بڑے سارے لڑکے کو ہن؟

ہاں جی اورنگ

اماں بابا کے اتنے بڑے سارے بد تمیز لڑکے نے پھر سے اپنا نام دہرایا تھا

اوکے

آپکو پتا ہے مسٹر بد اورنگ

مسٹر بد اورنگ نے التجائی نظر آسمان کی طرف اٹھائی

یا اللہ داشہ عجیبہ شی دی

(یا اللہ یہ کیسی عجیب چیز پلے پڑی ہے)

مجھے آپ سے مل کر اتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی ہوئی کہ پوچھیں مت عجیب چیز کا انداز سب سے نرالا تھا

اوکے نہیں پوچھتا وہ منہ میں بڑبڑایا

لیکن مس ماہکان

اس نے ماہکان کو ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہونے میں مدد کی ان کا رخ ویٹنگ حال کی طرف تھا

جہاں تک میرا خیال ہے آپکو تو ہر ایرے غیرے سے مل کر کوئی خوشی نہیں ہوتی

اورنگ نے بھی آج ہی سارے حساب برابر کرنے کا سوچ لیا تھا

مس ماہکان

ایک پل کو رکیں پہلے پیچھے پھر اپنے آس پاس دیکھا پھر اورنگ کو آنکھوں سے اشارہ کیا کون

ایرا غیرا؟

اورنگ نے دونوں ہاتھ جیبوں میں ڈال رکھے تھے کندھے اچکا کر خود کی طرف اشارہ کیا

میں اور کون

اللہ اب ایسے تو نا کہیں یہاں اس وقت ایک آپ ہی تو میرے اپنے

بات مکمل کرتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا شہیر تیز قدموں سے چلتا انکی طرف آرہا تھا

شہیر بھائییی

وہ بات ادھوری چھوڑ چیختے ہوئے اسکی طرف بھاگی تھی

ااورنگ جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہیں کھڑا رہا البتہ اسکے ہونٹوں سے مسکراہٹ کے ساتھ نکلا

تھا

توبہ دا مینے (اف یہ آجکل کے بچے)

وہ بہت دھیمے قدموں سے چلتے ہوئے پنجاب کیفے کی طرف رواں دواں تھی وجہ شاید شہیر کی کال تھی جس نے اسے چار دن کی خود ساختہ اذیت سے نکالا تھا

ایک اور وجہ بھی تھی آج اس نے خود کو یقین دلایا تھا کہ کسی کے ہونے نا ہونے سے ہم مکمل یا ادھورے نہیں ہوتے

ہمارا ادھورا یا مکمل ہونا خود ہم پر منحصر ہوتا ہے

اسے آج پہلی بار محسوس ہوا کہ وہ اسکے بغیر مکمل ہے

اس نے دل کو یقین دلایا کہ وہ اسے بھول چکی ہے

اس بات سے قطع نظر کہ دل نے یقین کیا یا نہیں لیکن وہ پر سکون تھی

کیفے کے دراوزے پر کھڑے ہو کر اس نے ایک لمبی سانس اندر کھینچی خود کو ایک بار پھر باور کرایا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئ

کیفے میں رش معمول سے کافی کم تھا وہ چلتے ہوئے کاونٹر کی طرف آئی انکل سرجیت کسی گاہک کے ساتھ مصروف تھے لیکن بانو آنٹی اسے دیکھتے ہی کاونٹر سے باہر نکل آئیں

لیکن ٹھہریں وہاں کوئی اور بھی تھا

ان سب سے الگ جب ماہ نے کیفے کے دراوزے سے اندر قدم رکھا تھا اسی وقت کسی کے دل پر الہام اترا تھا

اُس نے ایک نظر دروازے کی طرف ڈالی اُداس سرمئی آنکھوں میں یکدم ہزاروں لاکھوں دیے روشن ہوئے تھے

چہرے پر مسکراہٹوں میں سب سے حسین مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا

اچانک اس نے روشنی بکھیرتی آنکھوں کو دل کے تار چھیڑتی مسکراہٹ کو مینیو کارڈ کی اوٹ تلے ڈھک لیا مبادہ اسکی آنکھوں سے نکلتی چاہتوں کی لپٹیں کسی کو ٹھٹھکا نا دیں

اسکے چہرے پر سجی من موہنی سی مسکراہٹ کسی کے دل کو تھرتھرا ہی نا دیں

ستی خیر اں بانو آنٹی نے اسے بھینچ کر گلے لگایا

ماہ پتر اتنے دن سے کہاں تھیں

بندہ کوئی نمبر شمبر ہی دے دیتا ہے

قسمیں تمہارے انکل اتنے پریشان سی

کے کیا بتاؤں

اور میں تو تمہاری پریشانی میں سُک سُک کر تیلا بنتی جارہی تھی

بانو آنٹی کو بولنے کا بہت شوق تھا اسی لیے جب وہ بولتیں تو اگلے بندے کو موقع کم ہی ملتا تھا

ماہ نے سُک سُک کر گول گپا بنتی بانو آنٹی کو دیکھا اور بولنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا

لہہ دس بات کیوں نہیں کر رہی

ماں صدقے طبعیت تو ٹھیک ہے نا

آنٹی نے اسکا ماتھا ٹٹولا

کہیں کوئی پٹھی سدھی (الٹی سیدھی) چیز تو نہیں کھالی ہیں

اسکے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی اسے اپنے یہاں آنے کے فیصلے پر افسوس ہونے لگا تھا

تھوڑی دور کاونٹر کی ساتھ کونے والی ٹیبل پر مینیو کارڈ سے ڈھکے چہرے والے نے آنکھوں کی خواہش پر کارڈ تھوڑا نیچے سرکایا تھا

ہائے اوربا

سرادر جی

ادھر آو میری گل سنو

انکل سرجیت ماہ کو دیکھ چکے تھے بانو کے بلانے پر گاہک کو فارغ کرتے انکی طرف چلے آئے

ستی خیراں پتری

آج تو ساڈے کیفے کے بھاگ (قسمت) جاگ گئے

ماہ پتر آئی ہے

سرجیت انکل کی آواز اتنی دھیمی نہیں تھی کہ کونے والی ٹیبل پر نا پہنچ پاتی جسکی آنکھوں نے

انکی بات سے سخت اختلاف کرتے ہوئے کہا تھا

نہیں سردار جی

آج بھاگ تو ہمارے جاگے ہیں جوان (ماہ) کی زیارت ہوئی ہے

اسکی سانسوں نے کہا تھا بھاگ تو ہمارے جاگے ہیں جوان (ماہ) کی خوشبو نے ہمیں معطر کیا ہے

سردار جی یہ لوڈیاں بعد میں کرنا پہلے ویکھوں کڑی (دیکھوں لڑکی) کو کیا ہوا ہے نا کچھ بولتی

ہے نا

بانو آنٹی

ماہ کے ٹوکنے پر دونوں میاں بیوی نے اسکی طرف دیکھا

یار آپ کسی کو بولنے کا موقع دیں گی تو کوئی بیچارہ بولے گا نا

لو بھلا بتاؤ

بندہ اتنے دونوں بعد دشمن کی طرف بھی جائے تو حال چال پوچھنے کے بعد کوئی چاہ پانی ہوتا

ہے کوئی کھانا شانا ہوتا ہے

لیکن نا جی

آپ تو ایک دم کالے انجن (گاؤں میں آبپاشی کے لیے استعمال ہونے والی مشین) کی طرح کوں کوں کوں کوں کرتے شروع ہو جاتی ہیں

اس نے بات مکمل کر کے انکل آنٹی کی طرف دیکھا جو دونوں ہکابکا اسے ہی دیکھ رہے تھے

وہ وہ میں کوئی چاہ پانی آنٹی منہ میں بڑبراتی اسکے لیے چاہ پانی لینے چلی گئیں

آنکل کو کسی کسٹمر نے آواز دی تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اسکا سر تھپتھپایا پھر تھمبز اپ کا اشارہ کرتے کسٹمر کی طرف چلے گئے

ایں انہیں کیا ہوا وہ ایک لمحے کے لیے سوچ میں پڑ گئی چند لمحوں بعد اپنی باتیں سمجھ آتے کھکھلا کر ہنستی چلی گئی کیونکہ بانو آنٹی کو آج جواب ماہ نے نہیں ماہو نے دیا تھا

تھوڑی دور کونے کی ٹیبل پر مینیو کارڈ سے جھانکتی روشن آنکھیں سوجانوں سے ماہ میں جھلکتی ماہو پر نثار ہوئی تھیں

سر آپکا بیلنس

وہ چونک کر سیدھا ہوا ویٹر کے ہاتھ میں پکڑے پچاس یورو کے نوٹ کو دیکھا

یہ آپ رکھ لیں

ویٹر کو جواب دیتے اس نے پھر سے ماہ کو دیکھنا شروع کر دیا ہنستے ہوئے اسکے بالوں کی لٹیں چہرے کے دونوں اطراف جھولنے لگی تھیں

اے ایک منٹ اس نے ماہ سے نظریں ہٹائے بغیر ویٹر کو روکا

یس سر

یہ بھی رکھ لو اس نے دیکھے بغیر اپنے بٹوے سے کئی نوٹ نکال کر اسکی طرف بڑھا دیے

سر یہ ویٹر ایک ساتھ اتنی رقم دیکھ کر گڑبڑا گیا

اس نے ناچاہتے ہوئے اس جاں فزاء منظر سے نظریں پھیر کر ویٹر کو دیکھا ہاں یہ بھی رکھ لو

نرم لہجے میں کہتے نوٹ اسکے ہاتھ میں پکڑائے

پھر اسے نظر انداز کرتے نظریں ماہ پر ٹکا دیں

اپنے یار کے سر صدقے اتار دوں

کل مال و متاع تجھ پہ وار دوں

تجھے رنگ دوں اپنی محبت میں

تیرے رنگ کو اب میں نکھار دوں

یہ جو زلف پھیلی ہے تیرے رخسار پر

آوارہ سی اس زلف کو سنوار دوں

تیرے بے چین دل کی دھڑکن سنوں

لگا کر سینے سے آج اسکو قرار دوں

شہیر بھائی آپ کہاں گم ہو گئے تھے

آپ کے دوست نے مجھے اتنی زور سے گرایا

اف اتنی درد ہو رہی ہے

ماہو نے شہیر کے پاس پہنچتے ہی گلے شکوے شروع کر دیے

جب پیچھے آتے شہیر کے دوست نے سوچا تھا گرگٹ جو اسی چھپکلی کو دیکھ لے تو کانوں کو ہاتھ لگا لے

ماہو بیٹا گم میں نہیں آپ ہوئیں تھیں

جب میں کہہ کر گیا تھا کہ یہیں بیٹھیں تو؟

آپکا فون بھی بند جا رہا ہے

مجھے اندازہ نہیں تھا آپ اتنی کیئر لیس ہو

شہیر ان چند منٹوں میں اچھا خاصا پریشان ہو گیا تھا اسی لیے ماہو کو کوئی رعایت نہیں دی

لیکن بھائی میں تو جہاز دیکھنے کے لیے

پھر اس گارڈ انکل نے ڈانٹا پھر آپکے ان پاگل دوست کی وجہ سے موبائل ٹوٹ گیا

میں گر گئی

اتنی چوٹ آئی

اسکی آواز بھرا گئی تھی

شہیر کو فوراً اپنی حد درجہ سختی کا ادارک ہوا لیکن بولا کچھ نہیں

اورنگ کو اس نٹ کھٹ سی بچی کی بھیگی آواز پر افسوس سا ہوا

اس نے آگے بڑھ کر ماحول کی کشیدگی کم کرنا چاہی

شہیر بھائی مس ماہکان بلکل ٹھیک کہہ

یہ آپ بار بار مجھے

مس ماہکان مس ماہکان

کس خوشی میں کہہ رہے ہیں

"مچھ ماہکان""

جیسے خود نکے سارے کا کے ہوں؟

غضب خدا کا

لو بتاو بھلا ہیں

اتنا پڑھ لکھ کر فوجی بن گئے اور تو اور جہاز چلانا بھی سیکھ لیا اور مجھ چھوٹی سی بچی کو مس کہہ رہے ہیں

او بھائی ی ی بلکہ نہیں

او انکل جی

میں تو ابھی جونئیر سکول میں پڑھتی ہوں

مس ماہکان نے کہیں کا غصہ کہیں نکالا تھا

اسکا اثر یہ ہوا کہ شہیر نے اورنگ کی حیرت سے پھٹی آنکھیں دیکھتے ہوئے مسکرا کر رخ پھیر لیا جبکہ اورنگ کا سفید چہرہ شرمندگی سے سرخ ہو گیا تھا

اب بتائیں بھی؟؟

ماہو کو سارا غصہ اسی بیچارے پر نکالنا تھا

اورنگ نے مدد طلب نظروں سے شہیر کی طرف دیکھا جس نے دونوں ہاتھ کانوں کو لگا کر توبہ کی

نا با با نا

وہ جی

آپ نے کل شام کہا تھا کہ آپ دس سال کی بڑی ساری لڑکی ہیں تو آپکو گڑیا بچے وغیرہ نا کہوں تو اس لیے

ہاں تو؟؟

وہ سب کہنے سے منع کیا تھا ماہو کہنے سے تو نہیں

آپ مجھے ماہو کہہ سکتے تھے

اچھا ماہو

پلیز سوری میں نیکسٹ ٹائم خیال رکھوں گا

اورنگ کو سوری کرنا سب سے آسان حل نظر آیا

اوکے

جواب حسب توقع بڑا الٹھ مار تھا

ماہو چلو بیٹا اب گھر چلیں آبش کی چار کالز آچکی ہیں

شاید لنچ ریڈی ہو گا

شہیر نے غصہ ٹھنڈا پڑتا دیکھ اسکی کمزوری (کھانا اور بے تحاشہ کھانا) کا ذکر کیا اورنگ کو بائے کہتا پارکنگ کی طرف چل پڑا اورنگ بھی واپس مڑ گیا

ہاں ہاں چلیں ویسے بھی صبح سے اتنی بھوک لگ رہی تھی اور آپ یہاں لے آئے

وہ شہیر کے پیچھے بڑبڑاتے ہوئے چلی جا رہی تھی

جب اورنگ کی آواز آئی

بائے ماہو بچے

اس نے پلٹ کر دیکھا اورنگ ہلکا سا رخ موڑے کھڑا تھا

پھر دانت چباتے ہوئے بولی

بائے انکل بدرنگ

دونوں نے ایک ساتھ رخ ایک دوسرے کی مخالف سمت موڑے تھے

یہ شہیر بھائی کے دوست کو نکاکا بننے کا کتنا شوق ہے وہ ایک پل کو رک کر بڑبڑائی اور پارکنگ کی طرف چل پڑی

اسکی بڑبڑاہٹ اورنگ نے سن لی تھی جبھی جاندار مسکراہٹ کے ساتھ اسکے منہ سے نکلا تھا

سمہ لیو نئے دہ) کیا پاگل لڑکی ہے یار (

محبت کا فرشتہ وہ جو وہیں آس پاس ہی موجود تھا اس نے مسکراتے ہوئے اپنا رجسٹر کھولا پھر جہاں

ماہو سمہ لیونئے دہ (ماہو کیا پاگل لڑکی ہے یار)

لکھا تھا اسکے ساتھ اگلے خانے میں

اورنگ داشہ لیونی دی (اورنگ کیا پاگل لڑکا ہے یار)

لکھ کرر جسٹر بند کر دیا تھا

آبش اور شہیر کی شادی بہت دھوم دھام سے ہوئی تھی

جسمیں اورنگ نے اپنی پوری فیملی سمیت شرکت کی تھی

شادی کے فوراًبعد ماہکان بھائی بھابیوں کے ساتھ واپس چلی گئی کیونکہ اسکے فائنل نزدیک تھی

سیف الرحمن صاحب اور عاصمہ بیگم نے اپنی مدت قیام تھوڑی طویل کرلی تھی

انکے رکنے کا مقصد بختاور کا کہیں اچھا سارشتہ دیکھ کر اسکی شادی کرنا بھی تھا

دوسری وجہ بڑی بہو تھی جو ساتویں مہینے سے تھی اور ڈاکٹر نے سفر سختی سے منع کیا تھا

آبش اور شہیر بہت مرتبہ ہوائی ہو آئے تھے لیکن ماہکان کی پاکستان واپسی پانچ سال بعد ہوئی تھی جب آبش دوسرے بیٹے کو پیدا کرتے زندگی کی بازی ہار گئی تھی

واہ ماہ پتر آج تو آپ نے بانو کی بولتی بند کروا کر ایسا کمال کیا جو میں پچھلے 25 سال میں نہیں کر پایا

کیفے میں اسوقت کونے والی ٹیبل کو چھوڑ کر باقی چار چھ لوگ بیٹھے تھے

انکل سرجیت فری ہو کر اسے ساتھ لیے ایک خالی ٹیبل پر آ بیٹھے اور اب ہنس ہنس کر اسکی کارگزاری پر داد دے رہے تھے

وہ بس ہلکا سا مسکرا دی کیونکہ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ انکی ٹیبل کے عین سامنے کونے والی ٹیبل پر بیٹھا شخص اسے بار بار دیکھ رہا ہے

او سردار جی زرا ایتھے آو

وہ مزید کچھ کہتے جب بانو آنٹی کی آواز پر اٹھ کھڑے ہوئے

میں ہنی آیا آپ یہ بسکٹ کھاؤ

سرجیت انکل کے جانے کے تھوڑی دیر بعد اچانک سے کیفے میں اندھیرا چھا گیا اس نے فوراً سے موبائل ٹارچ آن کر لی

کچھ لمحوں بعد اسے یوں لگا سامنے بیٹھا شخص اب مسلسل اس طرف دیکھے جا رہا ہے اسے کوفت ہونے لگی تھی وہ اٹھ کر باہر جانے کا سوچ رہی تھی جب

پیچھے سے کوئی اسکی ٹیبل کے پاس آیا ہاتھ میں پکڑا سامان اسکے سامنے رکھا اور واپس مڑ گیا

وہ شاید بل فائل تھی

حیرت ہے مہمان نوازی کی بھی قیمت لیں گے یہ انڈین پنجابی اس نے مسکراتے ہوئے سوچا
اور بل فائل اٹھا کر کھول لی

فائل کے اندر، کچھ تھا جسے دیکھ کر اسکی مسکراہٹ سمٹی ہاتھ کپکپانے لگے تھے

فائل میں لکھے موتیوں جیسے لفظوں پر نظر پڑتے ہی اسکی آنکھیں خوف سے پھٹنے لگیں چہرہ
لٹھے کی مانند سفید پڑنے لگا تھا

ہم خاک نشیں تو شاہ پیا

ہمیں تیری دید کی چاہ پیا

اک شام پلٹ کر دیکھ ہمیں

ہم بیٹھ گئے تری راہ پیا

چل آ کر مل اک بار ہمیں

پھر دیکھ بھی مت تو خواہ پیا

ہم اشک بہائیں مجلس میں

مسجد مسجد، در گاہ پیا

ہم آپ تماشہ بن بیٹھے

یوں بیٹھ کے تیری راہ پیا

ترے ہجر میں سارے رنگ جلے

بس رہ گیا رنگ سیاہ پیا

کہ خاک میں پلنے والے ہم

کہ شاہ جہاں !تم شاہ !پیا

ترا عشق عبادت جیسا ھے

چل چھوڑ ثواب گناہ پیا!

ہم خاک نشیں تو شاہ پیا

ہمیں تیری دید کی چاہ پیا

اسنے فائل زور سے نیچے پھینکی جیسے وہ لفظ نہیں بچھو ہوں

وہ یہ رائٹنگ ہزاروں تحریروں میں بھی پہچان سکتی تھی

ٹھیک اسی وقت لائٹس روشن ہوئیں مسٹر اینڈ مسز سرجیت ہاتھوں میں کیک پکڑے اسے نظر آئے

سرپرائز

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو

ہیپی برتھ گڈے ٹو ڈیئر ماہ

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو وووووو

کیفے سٹاف انکے ساتھ مل کر برتھ ڈے سانگ گا رہا تھا وہ چاہ کر بھی مسکرا نہیں پائی تھی

وہ آج کا دن پیچھلے کئی سالوں سے بھولی ہوئی تھی مگر کسی کو جیسے یہی دن ہی تو یاد تھا

وہ کون تھا؟

جو پیچھلے پانچ چھ سالوں سے صرف آج کے دن اپنے ہونے کا احساس دلاتا تھا

جسکا انداز ہر بار نرالا ہوتا تھا

ماہ کو یقین سا ہوا کہ آج کا یہ سرپرائز بھی اسی نے پلان کیا ہو گا

سب نے یہی سمجھا کہ وہ خوشی سے شاک ہے بانو آنٹی نے اسکے ہاتھ میں چھری پکڑائی اور موم بتی کو خود پھونک مار کر بجھاتے ہوئے

چلو ماہ جلدی سے کیک کاٹ لو پتر

ناصرف بولیں بلکہ اسکا ہاتھ پکڑ کر کیک کٹوا بھی دیا

اس نے بہت مشکل سے خود کو کمپوز کیا اور سہمے دل سے مسکرا دی

سہمی انکھوں والے ڈرے ڈرے چہرے پر بے رعیا مسکراہٹ نے دور بیٹھے شخص کو بے چین سا کر دیا تھا

یہ آپکے لیے انکی طرف سے

ویٹر نے پھولوں کا بکے ماہ کی طرف بڑھایا اور کونے والی ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جو خالی تھی

اس نے شکریہ کہتے پھول سائیڈ پر رکھے ساتھ لگا کارڈ کھولا

))اس چھوٹی سی اداس لڑکی کے نام جو محبت کی سچائی سے منکر ہے

خدا کرے آنے والا نیا سال اسکا محبت پر یقین پختہ کرے((

ماہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سرد لہریں دوڑنے لگی تھیں

مجھے ضروری کام سے جانا ہے کسی کو دیکھے اور جواب سنے بغیر وہ بھاگتے ہوئے کیفے سے باہر نکلتی چلی گئی تھی

رمیز صاحب ایک شریف النفس اور انتہائی سیدھے سادے انسان تھے

اوائل جوانی کے زمانے میں گاؤں سے زمین بیچ کر شہر شفٹ ہوئے اور یہاں آکر چھوٹا سا چمڑے کا کارخانہ لگالیا۔

کاروبار کچھ سیٹ ہوا تو ان کی امی اپنی کم عمر بھانجی صفیہ کو بیاہ لائیں

وقت ان پر مہربان ہوا تو دو بیٹوں کے بعد اللہ تعالی نے ان کے گھر رحمت بھیجی

وہ منہ میں سونے کا چمچہ لے کر پیدا ہوئی تھی کیونکہ اس کی پیدائش سے کچھ پہلے اور بعد میں رمیز صاحب کو کاروبار میں بہت منافع ہوا وہ کارخانے سے فیکٹری تک جا پہنچے تھے

دونوں میاں بیوی نے بیٹی کو خوشبخت گردانتے ہوئے اسکا نام بختاور رکھا

80 فیصد نودولتیوں کی طرح صفیہ بیگم نے بھی بچوں کی تربیت کو پس پشت ڈالا اور ہائی کلاس کی دوڑ میں شامل ہو گئیں

صفیہ بیگم پارٹیوں اور سوشل سرکل جبکہ رمیز صاحب اپنے کاروباری جھنجھٹ میں مصروف رہتے بچوں کی تربیت ناہونے کے برابر تھی

بیٹے چھوٹی عمر سے بے راہ روی کا شکار ہو گئے سکول کے بعد بامشکل کالج تک پہنچے رمیز صاحب کا کام اس وقت تک شہر سے باہر ملک کے دوسرے بڑے شہروں میں پھیل چکا تھا

انہوں نے عقل مندی کا مظاہر کرتے دونوں بیٹوں کو اپنے ساتھ بزنس میں شامل کر لیا

بختاور صاف رنگت مناسب خدوخال کی کم گو سی لڑکی تھی اسکی شخصیت میں واحد کشش اسکا ذہین اور بلا کا خود اعتماد ہونا تھا

بچپن سے گھر کا کھلا ڈھلا ماحول دیکھنے کے باوجود اس نے اپنے بھائیوں یا ماں کی طرح کوئی بری یا ہلکی عادت نہیں اپنائی تھی

سکول کالج میں نمایاں رہنے کے بعد جب یونی پہنچی تو اس پر کھلا کہ اصل دنیا رمیز ہاوس سکول کالج سے باہر ہے

اور یہ کہ وہ اصل دنیا عمر گردیزی ہے

یہ اسکی خوش قسمتی تھی یا بد قسمتی ایک روز یونی جاتے ہوئے راستے میں گاڑی خراب ہو گئی

وہ گاڑی سے باہر آکر بے چینی سے ادھر ادھر ٹہلنے لگی چونکہ آج اسائنمٹ جمع کروانے کی لاسٹ ڈیٹ تھی پریشان ہونا دیدنی تھا

بی بی گاڑی کے لیے مکینک کو بلانا پڑے گا میں آپکو ٹیکسی کروا دیتا ہوں

ڈرائیور کافی دیر گاڑی کے ساتھ سر کھپانے کے بعد اسے بتا رہا تھا

بختاور نے چپ چاپ سر ہلا دیا

کچھ دیر بعد ٹیکسی تو نہیں لیکن دور سے ایک آڈی آتی دکھائی دی ڈرائیور نے رکنے کا اشارہ کیا

گاڑی انکے پاس آکر رکی جسکے فرنٹ مرر سے ایک ہنستا مسکراتا خوبرو چہرہ بر آمد ہوا تھا

اگر میں غلط نہیں تو آپ بختاور رمیز ہیں رائٹ؟

لہجہ عام سا تھا لیکن آنکھوں کی زبان معنی خیزی لیے ہوئے تھی

جی میں بختاور ہوں لیکن آپ کون اور میرا نام کیسے جانتے ہیں؟

بختاور نے سپاٹ لہجے میں جواب کے ساتھ سوال کیا

بندہ ناچیز کو عمر گردیزی کہتے ہیں

وہ گاڑی سے اتر آیا اس بار آنکھوں کی معنی خیزی لہجے میں اتر آئی تھی

رمیز انکل اور میرے فادر جہانگیر گردیزی بہت اچھے دوست ہیں

میری اطلاع کے مطابق آپ آدم بیزار طبعیت کی مالک ہیں اسلیے ہماری کبھی ملاقات نہیں ہوئی

ورنہ آپکے پیرنٹس اور بھائیوں کے ساتھ اکثر گیدرنگ رہتی ہے۔۔

گڈ

بختاور کو اسکا بے تکلف سا انداز اچھا لگا جبھی اسکی کے لہجے میں بولی

کہیں آپکا شعبہ معلومات عامہ تو نہیں؟؟

مقابل کی مسکراہٹ ہنسی میں بدلی تھی

فلحال تو شعبہ کا مرس ہے

انفیکٹ آپ ہی کی یونی میں میرا فائنل ائیر چل رہا ہے

لیکن آج سے ارادہ ہے مشکل میں پھنسے یونی سے لیٹ ہوتے لوگوں کو ڈراپ کرنے کا شعبہ جوائن کر لوں

وہ گاڑی کا اگلا دروازہ کھول کر کورنش بجالایا تھا

آپ آدم بیزار کہنا بھول گئے

بختاور مسکراتے ہوئے گاڑی میں بیٹھ گئی

اس نے دروازہ بند کیا پھر کھڑکی پر جھکا اتنا کہ اسکے پرفیوم کی مہک بختاور کے ہواسوں پر چھانے لگی تھی اور گمبھیر لہجے میں بولا تھا

کیونکہ مجھے لگتا ہے آج کے بعد لوگ آدم بیزار نہیں رہیں گے

کوئی اور لڑکی ہوتی تو عمر گردیزی جیسے شاہانہ مرد کے اس درجہ قریب آنے پر کم از کم بوکھلا ضرور جاتی لیکن وہ بختاور رمیز تھی اپنی ذات کا اعتماد ہی اسکا سب سے بڑا ہتھیار تھا

آپ کچھ زیادہ اوور کونفیڈنس نہیں ہیں؟ اسکا لہجہ عام سا تھا

عمر گردیزی کو حیرت کا جھٹکا لگا کیونکہ یونی سے ہٹ کر سرکل میں بھی بہت سی لڑکیاں اسکی توجہ اور قربت کے بہانے تلاشتی تھیں

سرسری سی توجہ کو اپنے لیے خوش گمان جانتی اسکی قربت کے لمحوں کو طول دینا چاہتی تھیں

لیکن بختاور نے اسکی وجاہت و قربت کا کوئی اثر نہیں لیا تھا

وہ چپ کر کے ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا

آج تک مجھے اپنے بارے حد درجہ خوشگمانی تھی لیکن آپکو دیکھ کر پتا چلتا ہے میرا اوور کانفیڈنس ہونا آپکے سامنے کچھ بھی نہیں

کچھ لمحے گاڑی میں خاموشی چھائی رہی پھر ان دونوں کا قہقہ ایک ساتھ گونجا تھا

یہ پہلی ملاقات اگلی بہت سی نئی ملاقاتوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی

وہ دونوں یونی اور یونی سے باہر اکثر ایک ساتھ دیکھے جانے لگے

عمر گردیزی یونی میں اچھی شہرت نہیں رکھتا تھا

بختاور کی واحد دوست سمیعہ نے سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے آنکھیں اور کان بند کر لیے تھے

حتیٰ کہ جس دن سمیہ نے اسے بتایا کہ عمر کچھ عرصہ پہلے اسے بھی اپروچ کر چکا ہے تو بختاور نے بنا کچھ سوچے سمجھے اسے تھپڑ جڑ دیا تھا

تم انتہائی حاسد لڑکی ہو

جیلسی میں تم اس حد تک چلی جاوگی مجھے اندازہ نہیں تھا

سمیعہ بی بی عمر گردیزی کے لیے عام چیزیں کشش کا باعث نہیں ہوتیں

وہ تو ورک پیپر تک برانڈڈ استعمال کرتا ہے

بختاور بات ختم کر کے غصے میں تن فن کرتی وہاں سے چلی گئی تھی

سمیعہ منہ پر ہاتھ رکھے بے یقین سی کھڑی رہ گئی وہ بختاور سے کہنا چاہتی تھی

)) نفس پرست مرد اپنے نفس کو رام کرنے کے لیے کسی برانڈ کا انتخاب نہیں کرتا نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے اسے صرف عورت چاہئے ہوتی ہے پھر چاہے وہ کسی محل کہ شہزادی ہو یا کسی جھونپڑی کی خانہ بدوش کوئی فرق نہین پڑتا (

اسکے بعد ایک دو مرتبہ سمعیہ نے بختاور کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن اس نے سمیعہ سے دوستی ہی ختم کر دی

)) عورت چاہے کتنی ہی عقل مند خود اعتماد اور انمول کیوں نا ہو محبت کے نام پر کوڑیوں کے بھاو بکتی ہے محبت سب سے پہلے اس سے سمجھ بوجھ چھینتی ہے پھر آہستہ آہستہ اسکی خود اعتمادی کو زوال آتا ہے

اسکے نزدیک محبوب اچھا اسکی باتیں سچی باقی ساری دنیا بری اور جھوٹی محسوس ہوتی ہے ((

کچھ ایسا ہی بختاور کے ساتھ بھی ہوا تھا

اس کے ماں باپ اپنے جھمیلوں میں گم تھے

وقت کچھ آگے گزرا تو تعلق لانگ ڈرائیو لنچ ڈنر سے ہوتا ہوا عمر گردیزی کے ذاتی فلیٹ تک جا پہنچا

عمر کا ماسٹر مکمل ہو گیا تھا جبکہ بختاور شروع میں شارٹ لیو پھر یونی سے مستقل لیو پر رہنے لگی

اسی دوران وہ عمر کے ساتھ ایک ہفتے کا ناردن ایریاز کا ٹورر بھی کر آئی تھی

وہ پنجاب کیفے سے باہر آگئی اسکا رخ دریائے ٹیمز کی طرف تھا

اسے یقین سا ہوا کہ وہ لندن ہی میں موجود ہے کیفے میں کسی کی نظروں کا اس پر مرکوز ہونا وہم نہیں تھا وہاں واقعی وہی تھا

اسے کس نے بتایا کہ میں یہاں ہوں؟

میں تو سب سے چھپ کر آئی تھی

شہیر بھائی؟

نہیں نہیں وہ اتنا بڑا ڈاج نہیں کر سکتے

وہ بڑابرتے ہوئے خود سے سوال وجواب کرتے چلتی جا رہی تھی

کیوں ہے وہ ایسا؟

جب بھی مجھے لگتا ہے اسے بھولنے لگی ہوں کہیں نا کہیں سے آ جاتا ہے

خود غرض خود پسند انسان مجھے خود کو بھولنے کیوں نہیں دیتا

وہ کیوں نہیں سمجھتا اسکا ہر بار میرے پیچھے آنا مجھے نئے طریقے سے اذیت دیتا ہے

وہ روڈ کراس کرنے کے بعد دریا کے ساتھ بنی چوڑی فٹ پاتھ پر چلنے لگی اسکی دائیں جانب تین فٹ کی دیوار تھی اور دیوار سے اس پار عظیم شان اپنے پورے پورے جوبن پر بہتا دریائے ٹمز جس کا شمار یورپ کے بڑے دریاؤں میں ہوتا ہے جسکے کنارے انگلستان کا دار لحکومت لندن آباد ہے

وہ دریا کے جنوبی کنارے کی طرف تھی سڑک کے دوسری طرف بہت رش تھا وہاں ہر رنگ نسل کے لوگوں اور بچوں کی چہل پہل جاری تھی اس طرف مختلف قسم کے جھولے اور سرکس وغیرہ تھے

جہاں بہت سے جادو گر اپنے اپنے سٹال اور خیموں میں جادو کے کرتب دکھاتے تھے

دریا کا یہ کنارہ ٹورسٹ کے لیے بہت اٹریکشن کا حامل ہے خاص طور پر "لندن آئی" جو یورپ کا سب سے بڑا ہنڈولہ ہے

یہ سب مل کر کسی تھیم پارک کا منظر پیش کرتے ہیں

لیکن وہ اس سب سے بے نیاز خود سے بلکہ ساری دنیا سے ناراض چلتی جارہی تھی

مسٹر اورنگ دعا کیجیے کہ اب کی بار آپکا اور میرا سامنا نا ہو ورنہ شاید میں ساری محبت بلکہ محبت نہیں غلطی کو طاق میں رکھتے ہوئے ہر حد پار کر جاؤں

کیونکہ آپ ایک بزدل انسان تھے ہیں اور رہیں گے

وہ غصے میں کافی سے زیادہ پیدل چلتے ہوئے ٹاور برج تک پہنچ گئی تھی جب اسکا فون بجنے لگا

نمبر دیکھنے کے بعد اس نے فوراً پک کیا تھا

اسلام علیکم شہیر بھائی

وعلیکم سلام بیٹا

اٹھ گئی ہو

ہاں جی اٹھ بھی گئی لنچ بھی کر لیا اور ٹاور برج دیکھنے بھی آ گئی

شہیر وہ واحد انسان تھا جسکے ساتھ وہ بن کر بات کرتی تھی کیونکہ وہی اسکی اذیت سے واقف تھا اور اس سے زیادہ اذیت میں مبتلا رہتا تھا

باقی اسکے اماں بابا بھائیوں کو شہیر مطمئن کر دیا کرتا تھا

ارے واہ

آج تو ماہو بی بی بہت فام میں لگ رہی ہیں

اوجی خیر شیر تو ہے نا

شہیر کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اب بھی نو دس سال کی ماہو ہے

اسکی آنکھیں بھر آئیں یہ خود سے جڑے رشتوں کی محبتیں بھی نا

ہمیں ان کے لیے کتنے امتحانوں سے گزرنا پڑتا ہے

شہیر نے اسے ماہ نہیں ماہو سمجھا وہ ایک پل میں ماہو بن گئی

ہاں جی فوجی صاحب سب خیر ہے

اور آپ کو اتنا بننے کی ضرورت نہیں ہے جناب سیدھی طرح گفٹ نکالیں ورنہ

ہاہاہاہاہا

تم بہت چلاکو ماسی ہو یار کبھی نہیں بھولتی

کبھی ہو نو لو لو والوں سے بھی کچھ مانگ لیا کرو انکا بھی برابر کا حق ہے ویسے بھی بیچارے خوش

ہو جاا

شہیر کو ایک دم چپ لگ گئی شاید وہ کچھ غلط کہہ بیٹھا تھا

جادو گرنی نے جو سوئیاں ماہو کے جسم میں چبھوئی تھیں

وہ سوئیاں شہیر ظفر نے اپنے ہاتھوں کو لہولہان کرتے ہوئے نکالیں ہیں پھر بھلا اُس سے بڑھ کسی کا حق کیسے ہو سکتا ہے

اس نے دلگرفتی سے کہا

یار اپنے اچھے بھلے موڈ کو ستیاناس مت کرو تمہیں تو پتا ہے میرا اوپر والا خانہ خالی ہے

تم جاؤ شاباش "اسکائی واک" کی سیر کرو

اور میرا گفٹ ؟

بیٹا جی گفٹ شام تک آپکو مل جائے گا

اوکے اب مجھے کچھ کام کرنے ہیں

شہیر نے ایک ہی سانس میں ساری بات مکمل کی اور فون بند کر دیا

وہ بھی مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گئی تھوڑی دیر پہلے چھائی ہوئی کلفت دور ہو چکی تھی

کچھ دن سے اسے اپنی طبعیت گری گری محسوس ہونے لگی تھی چیک اپ کروانے پر جو بات سامنے آئی اس نے بختاور رمیز کو ہلا کر رکھ دیا تھا

ایک ہی جھٹکے میں اس پر ساری حقیقتیں آشکار ہوئی وہ سیدھی عمر گردیزی کے فلیٹ پر پہنچی تھی

ایک کے بعد دوسری بیل دینے کے بعد دروازہ کھلا

دروازہ نگین شہاب نے کھولا تھا

جو انکے کیمپس میں کچھ عرصہ پہلے کسی دوسری یونی سے مائیگریشن کروا کر آئی تھی

تت تم یہاں کیسے ؟

بختاور نے اسکی قابل اعتراض ڈریسنگ کو دیکھتے ہوئے پوچھا

یہی میں تم سے پوچھنا چاہتی ہوں تم یہاں کیسے نگین نے اس سے زیادہ کر ختگی سے جواب دیا

اس سے پہلے وہ کوئی بات کرتی

اندر سے عمر کی بہکی بہکی آواز آئی تھی

نگی ڈارلنگ کون آیا ہے

تمہاری متاثرین کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے بھلا

نگین نے منہ اندر کی طرف کرتے با آواز بلند کہا تھا

ارے بے شک سینکڑوں ہزاروں متاثرین ہوں ہم تو صرف آپکی اداؤں کے گھائل

عمر دروازے پر آیا اسے دیکھ کر ایک پل کو چونکا

اووو

بختاور تم یہاں کیسے ؟؟

وہ عمر کے چہرے پر کوئی بھی تاثر تلاشنے میں ناکام رہی

اتنی حیرانگی کیوں مسٹر عمر گردیزی؟

اس لیے کہ میں نے تمہیں اس تھرڈ کلاس لڑکی کے ساتھ رنگ رلیاں مناتے پکڑ لیا ہے

بختاور اپنی محبت کے زعم میں بولی نہیں پھنکاری تھی

او کم آن بخت

میری اطلاع کے مطابق ایک ہفتہ پہلے تک میری جگہ یہاں تم تھیں

خود اپنی کلاس کا تعین بھی کر لو

عمر کے بجائے نگین نے جواب دیا تھا

شٹ اپ جسٹ شٹ اپ

میں تمہاری طرح طوائف نہیں جو ہر دن کسی نئے مرد کے وقت کو رنگین بناتے نظر آتی ہے

بختاور کا جی چاہ رہا تھا اسے مار دے

ہاہاہاہا

یہ بھی خوب کہا ہے

بختاور رمیز صاحبہ میں جو ہوں جیسی ہوں ویسی ہی دکھتی ہوں مجھے نیک پارسا بننے کا ڈھونگ نہیں آتا۔

صرف میں نہیں بلکہ ہر وہ عورت طوائف ہے جو بنا نکاح کے کسی مرد کے بستر تک جاتی

اسے قریب آنے دیتی ہے پھر چاہے قریب آنے والا مرد ہو یا مرد ہوں کیا فرق پڑتا ہے

نگین نے بہت دھیمے لہجے میں اسکے پرخچے اُڑائے تھے

اپنی بکواس بند کرو میں تمہاری زبان کھینچ لوں گی تم جیسی بازاری عورتیں کیا جانیں محبت کیا ہوتی ہے

بختاور کا رنگ غصے کی شدت سے سیاہ پڑنے لگا

شٹ یور ماوتھ بختاور رمیز

اپنے نفس کی گندگی کو محبت کا نام مت دو

تمہاری اطلاع کے لیے عرض ہے کہ ہم بازاری عورتوں کو کسی شاہانہ مرد کے بستر تک جانے کے لیے نیکی اور محبت کا ڈرامہ نہیں رچانا پڑتا

ہم بنا کسی تردد کے اپنا مقصد پورا کر لیتی ہیں جسکے لیے تم جیسی پارساؤں کو محبت کے پاپڑ بیلنا پڑتے ہیں

بختاور کی روح کو کسی نے جھنجھوڑا تھا آنکھوں میں پچھتاوے کے بادل گھرنے لگے تھے

یہ کہتے وہ پلٹ کر عمر کے سینے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اسکے دونوں بازو پکڑ کر اپنے پیٹ کے گرد حمائل کر دیے

عمر جواب تک خاموشی سے انکی گفتگو سن رہا تھا اس نے مسکراتی آنکھوں سے بختاور کو دیکھتے نگین کے کندھے پر تھوڑی رکھ دی

عمر میں پریگنٹ ہوں

وہ اچانک رو پڑی تھی

کیا مطلب عمر نگین کو پیچھے دھکیل کر آگے ہوا

تم نے کہا تھا ہم بہت جلد شادی کر لیں گے

میں نے تمہاری ہر بات مان کر تمہیں اپنا آپ سونپا اب

میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں مجھ سے شادی کر لو

یہ کیا مزاق کر رہی ہو تم

ایسے کیسے شادی کر لوں

میں سچ کہہ رہی ہوں عمر میں برباد ہو جاؤں گی مجھ سے شادی کر لو

مجھے کیا پتا یہ بچہ میرا ہے بھی یا نہیں ویسے بھی جو لڑکی زرا سے التفات پر پکے پھل کی طرح گود میں آگرے کیا خبر کس کس

چٹاخ کی آواز آئی بختاور نے اسکے منہ پر تھپڑ مارا تھا

وہ یک ٹک اسکی جرات دیکھنے لگا

یہ اچھے سے جانتے ہوئے کہ تم میری زندگی میں آنیوالے پہلے مرد ہو

مجھ پر ایسا گھٹیا الزام کیسے لگا سکتے ہو

میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں

مجھے تم سے کچھ نہیں چاہیئے بس مجھ سے شادی کر لو

تمہیں ہماری محبت کی قسم شادی کر لو اس بچے کو اپنا نام دے دو

خدا کے لیے مجھ سے شادی کر لو

وہ گڑگڑاتے ہوئے اسکے پاؤں پڑ گئی تھی

((آہ یہ کم عقل لڑکیاں کاش سمجھ سکتیں بغیر کسی رشتے کے تنہائی میں ملنے کے اسباب پیدا کرنے والا مرد دنیا کے سامنے آپکا ہاتھ کبھی نہیں تھامتا

دبتی رنگت عام سے نقوش والا مرد جو آپکو دن کے اجالے میں ساری دنیا کے سامنے اپنا بنا کر لے جاتا ہے

اس خوبرو حسین مرد سے کئی درجے بہتر ہوتا جو دنیاوالوں سے اوجھل رات کی تاریکی میں آپکو پلو سرکانے کا کہتا ہے))

اچھا پلیز روؤ نہیں اٹھو اندر چلو نگین پانی لے کر آؤ عمر نے کچھ سوچتے ہوئے اسے اپنے پاؤں سے اٹھایا اور ساتھ لیے اندر چلا گیا

اسے صوفے پر بٹھا کر خود نیچے کارپٹ پر بیٹھ گیا

پانی پیو اور میری بات غور سے سنو

یار سارا بزنس پاپا کے انڈر ہے میں تم سے شادی کر بھی لوں تو ہم سروائیو کیسے کریں گے

تو تم اپنے پاپا سے بات کرو بختاور نے آنسو پونچھتے ہوئے لجاجت سے کہا

نہیں کر سکتا نا یار میری منگنی دو سال پہلے چاچو کی بیٹی سے ہو چکی ہے

میں بابا سے بات کروں گی وہ ہمیں سپورٹ کریں

یہ بھی ممکن نہیں ہے تین ماہ پہلے پاپا اور رمیز انکل کی لڑائی ہوئی تھی تب سے انکا ہر تعلق ختم ہے

تت تو پھر کیا کریں

اسکی آنکھوں میں ہلکی سی امید کی کرن جاگی تھی

عمر گردیزی نے مسکراتے ہوئے پھر سے اسکے گرد خوبصورت باتوں شیریں لہجے کا جال بننا شروع کر دیا

میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اسی لیے کہہ رہا ہوں تم ابھی ابارشن کروالو ہم شادی کے بغیر ہی اچھی زندگی گزار رہے ہیں فلحال ایسا کچھ افورڈ نہیں کر سکتے

دیکھو تم کہو تو میں ابھی اس نگی کو یہاں سے چلتا کروں گا

عمرر ر

بختاور اسکی باتیں سن کر صدمے سے بس اتنا کہہ پائی تھی

نگی پلیز لیو آس

اب کچھ عرصے کے لیے تمہیں یہاں آنے کی ضرورت نہیں پے منٹ تمہارے اکاونٹ میں پہنچ جائے گی

عمر نے اسے کوئی بھی جواب دیے بغیر نگین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا جو پہلے سے جانے کے لیے تیار کھڑی تھی

اوکے ٹیک کئیر

اس نے بختاور کی طرف دیکھتے ہوئے عمر سے کہا تھا

بختاور کو لگا نگین کی آنکھیں دبی سی مسکراہٹ چیخ چیخ کر اسے گالیاں دے رہی ہیں

وہ نگین کی طرف دیکھ رہی تھی جب عمر نے اسکا چہرہ اپنی طرف پلٹا

سو سویٹ ہارٹ کس دن کی اپائنٹمنٹ لیں

میں چاہتا ہوں جلد سے جلد اس بوجھ سے چھٹکارا مل جائے اور ہم پھر سے ایک بھرپور زندگی شروع کر سکیں

عمر تم اپنی ہی اولاد کو ختم کرنا چاہتے ہو

کیسے مرد ہو تم؟

بختاور کو پھر سے غصہ آنے لگا تھا

جان کیا کریں مجبوری ہے

ابھی خود مانگ کر کھاتے ہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں گے اور مرد تو میں بڑا شاندار ہوں اسی لیے تمہارے دل پر قابض ہوں انفیکٹ میرے مرد ہونے کا ثبو

چٹاخ ایک اور تھپڑ نے اسکے چودہ طبق روشن کر دیے تھے

مسٹر عمر گردیزی ایک کم صورت کم حیثیت جی دار مرد عورت کے دل پر پورے حق سے حکمرانی کرتا ہے لیکن خوبرو مالدار بزدل مردوں کی حکمرانی ایک جھٹکے کی مار ہوتی ہے

عورت کبھی کسی بزدل مرد سے محبت نہیں کرتی وہ چاہتی ہے اسکا محبوب پورے حق سے ساری دنیا کے سامنے اپنا مان دے اسکو عزت بخشے بند کمروں میں مردانگی دکھانے والے مرد نہیں ہوتے

اوکے

تو جاو کسی جیدار مرد کی تلاش کرو میرا تم سے اور اس،، گالی،،، بچے سے کوئی لینا دینا نہیں

عمر نے اسکا ہاتھ پکڑا اور گھیسٹ کر دروازے کی طرف لے جانے لگا

عمر پلیز عمر میری بات سنو

ایسا نا کرو

میں برباد ہو جاؤں گی

گو تو ہیل عمر نے دروازہ کھول کر سے باہر دھکا دیا اور اندر سے لاک کر لیا

عمر ایسا مت کرو

پلیز تمہیں اللہ کا واسطہ

مجھے رسوا مت کرو

وہ روتے ہوئے دروازے کے ساتھ بیٹھتی چلی گئی

یہ جانے یہ سوچے بغیر کے خدا کی متعین کی گئی حدود سے تجاوز کرنے والوں کا مقدر دنیا میں رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہوتا ہے جسکی کوئی حد نہیں ہوتی

وہ اس وقت ٹاور برج کے بلکل سامنے کھڑی تھی فون بند کرنے کے بعد سب سے پہلے ٹاور برج کے انجن روم کا رخ کیا تھا

جہاں آج بھی کوئلے کے اصل برنر اور بھاپ سے چلنے والے انجن موجود ہیں جو کسی گزرے وقت میں ٹریفک کی آمدورفت کے لیے پل اٹھانے کا کام کرتے تھے

لندن شہر کی بنیاد رومیوں نے رکھی تھی اور جاتے ہوئے وہاں اپنے انمٹ آثار چھوڑ گئے تھے

وہ اسٹیم انجن کے ساتھ لگی تختی پڑھ رہی تھی جب کسی کیمرے کے ایک ساتھ کئی فلش چمکے تھے اس نے آنکھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس طرف دیکھا ٹھیک اسی وقت بھاپی انجن کے ساتھ اسے قید کر لیا گیا

کیمرا مین اسے اپنے پاس محفوظ کرتے فوراً سے پلٹ گیا تھا

اے کون ہو تم

رکو

کس سے پوچھ کر تصویر بنائی

وہ لڑنے مرنے والے انداز میں اسکے پیچھے لپکی

او مسٹر انگریز

رکتے ہو یا جوتا اتاروں

مسٹر انگریز بھاگنے لگا تھا

اس نے بھی بھاگنا شروع کیا اور جوتا اتار کر مسٹر انگریز کی طرف اچھال دیا

وہ انجن روم سے نکل کر "سکائی واک" ٹاور برج پر بنے شیشے کی پل کہ طرف بڑھا ماہو اسکے پیچھے پیچھے تھی

میم برج پر جانے کے لیے آپکو ٹکٹ لینا پڑے گا

اسے انٹرنس پر سکیورٹی اہل کار نے روکا تھا

لو بتاو

میں کونسا گھومنے پھرنے جا رہی ہوں اس بندے نے میری اجازت کے بغیر تصویریں لی ہیں

مجھے بس وہ واپس لینی ہیں اسکا انداز جارہانہ تھا

شاید شہیر نے ماہ کے اندر چھپی ماہو کو جگا دیا تھا

سوری میم آپ ٹکٹ کے بغیر آگے نہیں جاسکتیں

سکیورٹی اہلکار نے تھوڑا سختی سے کہا تھا

لہہ ایویں ہی نہیں جاسکتی

میں تو اتنا مہنگا ٹکٹ بلکل نہیں لوں گی

ماہ نے منہ بگاڑ کر کہا

ہیلو پلیز پولیس کو بلائیں یہاں ایک ٹورسٹ جذباتی ہو رہا ہے

سکیورٹی اہلکار نے اپنے فون پر پیغام بھیجا

آپ ایک بار پھر سمجھائیں اگر نا مانیں تو ایسے سر پھرے لوگوں کو اٹھا کر ٹمز میں پھینک دیں

فون پر جواب سننے کے بعد اس نے ماہ کی طرف دیکھا جیسے کہتا ہو

اب؟؟

وہ بھی سن چکی تھی

تم

تمہارے سب ہوتے سوتے بلکہ تم سب انگریز پاگل سر پھرے دو نمبر بندے ہو اپنے انگریزوں کا ساتھ دیتے ہو

انسانی فطرت ہے وہ دنیا کہ کسی بھی خطے میں ہو زیادہ خوشی یا زیادہ غصے کا اظہار اپنی مادری زبان میں کرتا ہے ماہ بھی اردو میں انگریزوں کے بخیے اڑا رہی تھی

حد ہو گئی بھئی

وہ ولائتی باندر اتنی چیپ حرکت کر کے چلا گیا اور تم اسے ڈیفینڈ کر رہے ہو

اللہ کرے یہاں سیلاب آئے اور تم سب کمینے دریابرد ہو جاؤ

اصل میں تم سب انگریز ہم پاکستانیوں سے نفرت کرتے ہو

پیچھے کسی کا جناتی قہقہہ گونجا تھا

اس نے پلٹ کر دیکھا وہ گلے میں کیمرہ لٹکائے پاگلوں کی طرح ہنس رہا تھا۔۔

چند لمحوں بعد ہنسی کو بریک لگاتے بڑی بہکی بہکی چال چلتے اسکے پاس آیا

تھوڑے فاصلے پر رکتے اسکے دائیں کان کی طرف جھکا تھا

جب بولا تو اسکی آواز میں سارے زمانے کی محبت سارے پھولوں کی خوشبو گھلی تھی

تم

اپنا رنج و غم

اپنی

پریشانی

مجھے دے دو

تمہیں غم کی

قسم اس دل

کی ویرانی

مجھے دے دو

یہ مانا

میں

کسی قابل نہیں ہوں

ان نگاہوں میں

برا کیا ہے

اگر یہ دکھ

یہ حیرانی

مجھے دے دو

میں

دیکھوں تو سہی

دنیا تمہیں

کیسے ستاتی ہے؟

کوئی دن کے لئے

اپنی

نگہبانی

مجھے دے دو

ایک پل میں ماہو کہیں دور جا سوئی تھی

ماہ کو اس شاہ مصر سے بے انتہا خوف آیا تھا

وہ لرزتے قدموں واپس پلٹی

مادام

انگریزوں کا تو پتا نہیں لیکن بخدا

مصر والے پاکستانیوں سے بہت محبت کرتے ہیں

اتنی کے انکے بس ابرو کے ایک اشارے پر بنا کسی سیلاب کے دریا برد ہو جائیں

ماہ کو لگا تھا کسی نے سارا کا سارا ٹمز اٹھا کر اس پر الٹ دیا ہو جسکے ٹھنڈے یخ پانی نے اسکی سانسوں اور روح تک کو منجمد کر دیا ہو

صرف دل تھا جو اسکے دائیں ہاتھ میں دھڑکنے لگا تھا جس پر کسی کی پر حدت محبتوں سے لبریز گرفت زندگی کا پتا دیتی ہو

وہ تین دن پہلے اجڑی حالت میں گھر پہنچی تھی

اور تین ہی دن سے کمرے میں بند تھی

رمیز صاحب میں کسی حد تک رکھ رکھاو تھا

یہ انھی کی کوشش تھی کہ گھر کے سب لوگ روزانا سہی لیکن دوسرے تیسرے دن لازمی ایک وقت کا کھانا اکھٹے کھاتے تھے

وہ بھی ایک عام سا دن تھا آج سب لوگ ناشتے پر اکھٹے ہوئے تھے

رمیز صاحب کو بختاور کی غیر موجودگی کافی سے زیادہ محسوس ہوئی

بخت کو نہیں دیکھا کتنے دن سے کہاں ہوتی ہے

انہوں نے پاس بیٹھی صفیہ بیگم سے استفسار کیا جو صبح ہی صبح گہرے گلے اور بیک لیس تیز گلابی ساڑھی پہنے نفاست سے سینڈوچ کھا رہی تھیں

شاید اسکے پیپر شروع ہونے والے ہیں اسی لیے اسٹڈیز میں بزی ہوگی

آپکو تو پتا ہے میری بیٹی ہر سال ٹاپ کرتی ہے

صفیہ بیگم کا جواب جواب کم اور اطلاع زیادہ تھی

رشیدہ بخت بیٹی کو بلا کر لاؤ

رمیز صاحب نے رخ موڑ کر نوکرانی کو آواز دی پھر صفیہ بیگم کی طرف متوجہ ہو گئے

ہاں یہ تو ہے میری بیٹی آپکے نکمے بیٹوں سے کئی گناہ ذہین اور سمجھدار ہے

بیگم صاحبہ

والدین اولاد کے بارے میں غرور اور اعتماد کے ساتھ بات کرتے اچھے لگتے ہیں

بیٹیوں کے معاملے میں لفظ شاید استعمال نہیں کیا جاتا

صفیہ بیگم کو خود سے زیادہ بیٹوں کو نکما کہنا برا لگا تھا جبھی تیز آواز میں بولیں

والدین میں دونوں فریق شامل ہوتے ہیں میں اچھی ماں نہیں آپ ہی اچھے باپ بن جائیں نا

ارے ہاہاہا

آپ تو ناراض ہو گئیں

میں تو بس اتنا کہہ رہا تھا بچے خاص طور پر بیٹیاں چکنی مٹی جیسی ہوتی ہیں ماں باپ بلکہ مائیں کسی کمہار کی طرح محبت اور توجہ کے چاک پر انہیں سنوارتی ہیں کبھی نرم ہاتھوں کی جنبش کبھی سخت رویوں کی تپش سے انکو پکا کر مضبوط بناتی ہیں

رمیز صاحب یہ آپکی پڑھی لکھی باتیں مجھ کم عقل کو کہاں سمجھ آئیں گی صفیہ بیگم نے انہیں بیچ میں ٹوک دیا

دونوں بیٹے بحث شروع ہوتے ہی کھسک گئے تھے

ویسے بھی آپ کا جی چاہے تو بچوں کو پکڑ کر قید کر دیں

انکی بھی زندگی ہے کوئی پرائیویسی ہے جینے دیں بھئی

اب کمہاروں کے چاک کا زمانہ نہیں رہا نئے دور کے بچے خود کو ماں باپ سے زیادہ اچھا سنوار سکتے ہیں

ایسا نہیں ہوتا بیگم صاحبہ

گزر چکے موجودہ اور آنے والے ہر دور میں بچوں کو ماں باپ کی توجہ انکی محبت کی ضرورت رہے گی

اور ایک بات یاد رکھیئے گا

جیسے ناتجربہ کاری بے توجہی سے بنے برتن موسموں کی تبدیلی برداشت نہیں کر سکتے ہلکی سی ٹھوکر لگنے پر ٹوٹ جاتے ہیں

ٹھیک اسی طرح جن بیٹیوں کو ماؤں کی توجہ نہیں ملتی وہ بیٹیاں کھلونوں میں ڈھل جاتی ہیں

یہ تو آپ جانتی ہی ہوں گی

مسز رمیز کہ کھلونے یا کھیلنے کے لیے ہوتے یا ٹوٹنے کے لیے ٹکروں میں بٹے کھلونے تو شاید جڑ جاتے ہوں ٹوٹ کر کرچی کرچی ہوئی بیٹیاں سنبھل نہیں پاتیں

ماؤں کا پتا نہیں لیکن اگر بیٹیاں ٹوٹ جائیں تو باپ کا سر جھک جاتا کلیجہ چھلنی ہو جاتا

رشیدہ بھاگتی ہوئی آئی تھی صاحب بختاور بی بی نے اپنی نبض کاٹ لی ہے

صفیہ بیگم فوراً بختاور کے کمرے کیطرف بھاگیں تھیں

رمیز صاحب جو کچھ عرصہ سے اڑتی اڑتی خبریں عمر اور بختاور کے حوالے سن کر یقین نا کرتے ہوئے ان سنا کر رکے تھے انہیں لگا وہ سب باتیں سچ ہیں اور یہ کہ انہوں نے بہت دیر کر دی ہے

مصر والے پاکستانیوں سے بہت محبت کرتے ہیں اتنی کے انکے ابرو کے اشارے پر بنا کسی سیلاب کے دریا برد ہو جائیں

ماہ سن ہوتے وجود کے ساتھ ہاتھ چھڑاونے کی تگ و دو کر رہی تھی

مقابل نے اسکی کلائی پر گرفت مضبوط کی اور

"سکائی واک" کی طرف بڑھنے لگا

وہ ناچاہتے ہوئے بھی عارش کے پیچھے کھچی چلی جانے لگی

سکیورٹی اہلکار کے پاس پہنچتے اس نے سوچا تھا کیونکہ ٹکٹ عارش نے بھی نہیں لیا یہ بندہ اسے بھی روکے گا اور میں موقع کا فائدہ اٹھا کر بھاگ جاؤں گی

لیکن اسے حیرت کا جھٹکا تب لگا جب سکیورٹی اہلکار نے ان دونوں کو ویلکم کہتے راستہ دیا

تھوڑا دور جا کر ماہ نے پیچھے دیکھا وہ گارڈ پل کی انٹرنس پر کھڑا مسکرا رہا تھا

اس نے ایک جھٹکے سے عارش کے ہاتھ میں دبا اپنا ہاتھ چھڑوایا اور دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے گارڈ کو

لخ لعنت کہا تھا

وہ بیچارہ انگریز اسکی حرکت کو آنر سمجھ کر تعظیمً جھک گیا

وہ واپس پلٹی اور نہایت سرد لہجے میں عارش کو مخاطب کیا

سر آپ کے ساتھ مسئلہ کیا ہے

وہ دونوں اس وقت دریائے ٹیمز پر بنے شیشے کے پل کے درمیاں ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے

آج لوگوں کی آمدورفت معمول سے کافی کم کرنے تھی

محبت

میرا مسئلہ محبت ہے مس ماہ

عارش کا لہجہ جذبوں سے بوجھل تھا

آپکو یہ چیپ باتیں زیب نہیں دیتیں انسان کو کوئی بھی بات کرنے سے پہلے اپنے رتبے اپنے مقام کا سوچ لینا چاہیئے

اس کے جزبے برف جیسے تھے

محبت نام مقام اور رتبے کی قید سے ماورا ہوتی ہے ماہ

محبت یہ نہیں دیکھتی کون کیا ہے کیسا ہے کیوں ہے بس وہ جس سے ہونی ہوتی ہے ہو جاتی ہے

عارش کے مختصر سے لفظ ہر بار اسکے اندر جنگ برپا کر دیتے تھے

اپنے اندر چھڑی جنگ سے قطع نظر اس نے عارش کو سمجھانا چاہا تھا

سر محبت کا سفر یکطرفہ ہو تا ہے ننگے پاؤں تپتی ریت پر چلنے جیسا

منزل نا ملے تو پاؤں جھلس جاتے ہیں۔

پھر دل کو کسی اور سفر کی تمنا نہیں رہتی

تھکن ہماری روح تک کو گھائل کر چھوڑتی ہے

عارش نے ایک نظر اسکی طرف دیکھا اور نگاہ پلٹ کر دھیرے سے بولا

پاؤں جلھس جائیں تو ایسی ہتھیلیوں کی تمنا دل میں جاگتی ہے جو محبت کے سفر میں تھک چکے

پیروں کے زخم خود میں سمو لیں

سفر ناتمام میں جب روح تھکتی ہے تو کسی شجر سایہ دار کی اہمیت کا احساس ہوتا ہے تو ہمارا پورا

وجود سراپا دعا بن کر کہتا ہے

کوئی تو چاہنے والا ہو

کوئی تو شجر سایہ دار ہو

وہ آج پوری تیاری سے آیا تھا

محبت یکتائی چاہتی ہے دوئی نہیں

ماہ نے چند لفظی جواب میں بات سمیٹنا چاہی

ہم کون ہوتے ہیں یکتائی اور دوئی کو فیصلہ کرنے والے؟

ماہ یہ فیصلہ دل کا ہوتا ہے یا محبوب کی خصلت پر محبت خود کرتی ہے

عارش کی آخری بات نے اسے چاروں خانے چت کر دیا تھا

سر

پلیز یہ محبت محبت کا راگ الاپنا بند کر دیں

سر آپ محبت کے بارے آخر جانتے ہی کیا ہیں؟

ماہ کی آواز میں زمانوں کی تھکن تھی ایسا لگتا تھا وہ تھک رہی ہے یا تھک چکی ہے

دنیا میں ٹھنڈے گرم میٹھے پانیوں کے لاکھوں ذخیرے ہیں لیکن پپیہا سارا سال ایک گھونٹ سے زیادہ پانی نہیں پیتا پتا ہے کیوں؟

اس نے رک کر عارش کی طرف دیکھا جو آنچ دیتی نظروں سے اسی کو دیکھ رہا تھا

کیونکہ اسے بارش سے محبت ہے بارش کی پہلی ہی بوند اسے مدہوش کر دیتی ہے سب سے زیادہ سریلی آواز ہونے کے باوجود وہ صرف بارشوں کے موسم میں محبت کے سُر بکھیرتا ہے

سورج مکھی کا پھول جب تک سورج کی صورت نا دیکھ لے کھلنے سے انکاری رہتا ہے کیونکہ اسے سورج سے محبت ہے

آپ کیا جانیں محبت کا فلسفہ؟؟

عارش صاحب

محبتوں کی منڈی میں شاہ نہیں گدا بن کر جایا جاتا ہے

وہ بات مکمل کر کے پلٹ گئی

ابھی چند قدم ہی چلی تھی جب اسکے قدم زمین نے جکڑ لیے گئے تھے

میں محبت کے بارے صرف اتنا جانتا ہوں کہ محبت کی

"م" بھی ماہ

"ہ" بھی ماہ

"ب" بھی ماہ

"ت" بھی ماہ

ماہ کو لگا اسکا دل بند ہو جائے گا

شروع سے آخر تک دائیں سے بائیں تک اوپر سے نیچے تک ہر جگہ ماہ ماہ ماہ اور صرف ماہ

اسکا پورا وجود پتھر بن گیا تھا

لیکن وہ ساحر بغیر رکے محبت کے منتر پڑھتا جارہا تھا اسکی جان اپنے قبضے میں کرتا جاتا تھا

شاہی اور گدائی کا بھی کیا خوب کہا

آپ کیا جانیں ماہ

کہ کسی دورررر دیس کا کوئی شاہ بہت عرصے سے آپکی گلیوں میں گدا بن کر پھرتا ہے

بختاور کی جان بہت مشکلوں سے بچی تھی

قسمت نے اس پر دو وار کیے تھے ایک اچھا اور ایک برا

اچھا یہ کہ وہ کسی ناجائز وجود کو اس دنیا میں لانے کے گناہ سے بچ گئی برا یہ کہ اسکی خود کشی اور پریگنینسی کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پورے شہر میں پھیل گئی تھی

جب یہ خبر عمر تک پہنچی تو اس نے ایسے کسی وقت کے لیے بختاور کے ساتھ گزرے سیاہ لمحوں کی ویڈیو اپنا چہرہ چھپا کر انٹرنیٹ پر اپلوڈ کر دی

ایک پل لگا تھا اس عزت اور مقام کو زمین بوس ہونے میں جسکے لیے رمیز صاحب نے سالوں محنت کی تھی

رمیز صاحب نے وقت اور حالات کے چلن دیکھے تو ایک رات ایسے سوئے کہ پھر کبھی اٹھ نا سکے

صفیہ بیگم کا دنیا والوں نے جینا حرام کر دیا رمیز صاحب کی ساتویں کے بعد انہوں نے بختاور جو اب زندہ لاش تھی کو ساتھ لیا اور آبائی گاؤں چلی گئیں

وہاں جا کر اپنے بھائی کے بیٹے سے شادی کروادی

وہ تین ماہ وہاں رہیں بھتیجے کو نئی گاڑی کاروبار کروا کر دیا اور واپس چلیں آئیں

انکو لگتا تھا معاملہ ٹھنڈا پڑ گیا ہے اب سب ٹھیک ہو جائے گا

لیکن بختاور کی قسمت میں ابھی امتحان لکھے تھے

اسکی شادی کو دس مہینے ہو رہے تھے

ان دس مہینوں میں اس نے سوائے رب سے توبہ استغفار کرنے کے کوئی کام نہیں کیا تھا

دن بھر کمرے میں روتی رہتی شام کو کبیر (شوہر) آتا تو اسے ایک نئی آزمائش سے گزرنا پڑتا تھا وہ ایک زندہ لاش کی طرح خود کو کبیر کے رحم کرم پر چھوڑ چکی تھی

وہ ایک عام سا دن تھا اسکی طبعیت جو کافی دن سے خراب تھی ساس زبردستی ڈاکٹر کے پاس لے گئیں

ڈاکٹر سے خوش خبری سننے کے بعد دس ماہ میں پہلی بار اسکا دل دھڑکا اسے خود میں زندگی کا احساس ہوا تھا ڈاکٹر سے واپس آکر جب کمرے میں آئی

کبیر بیڈ پر نیم دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا اس نے چپ چاپ رپورٹس اسکے سامنے رکھیں اور چادر طے کرکے الماری میں رکھنے لگی

یہ کس کا ہے؟

چادر رکھ کر پلٹی تھی جب کبیر کی زہر خند آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی .

اس نے سوالیہ نظروں سے کبیر کی طرف دیکھا

سیدھی سی بات پوچھی ہے کہ کس کا ہے یہ بچہ اتنی تم معصوم جو سمجھ نہیں سکی؟

دھڑ دھڑ دھڑ کرکے کمرے کی چھت بختاور کے سر پر گری تھی

بولو بولتی کیوں نہیں یہ بچہ کس کا ہے

آآپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں کبیر

دس ماہ میں اس نے پہلی بار کبیر کا نام لے کر پوری بات کہی تھی

بھئی جو شادی سے پہلے ہی نجانے،،،،،،،،،،،،،،،،،شادی کے بعد تو وہ کسی کا گناہ بھی بیچارے شوہر کے سر تھوپ سکتی ہے

ایک بات ذہن میں بٹھا لو اب تک میں اس لیے چپ تھا کہ تمہاری ماں ہر مہینے جیب خرچ بھیج دیتی تھی بدلے میں میں نے بھی انکا گند سنبھالا ہوا تھا

اب وہ دو مہینے سے لارے لگا رہی ہے اور یہاں تم نے یہ گل کھلا دیا؟؟

نہیں یہ آپ

بختاور نے تڑپ کر کہنا چاہا

خبردار جو اپنی گندی زبان سے میرا نام لیا تو پھر اس نے کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر بختاور کو لاتوں اور گھونسوں پر رکھ لیا

بدکردار، بد چلن،،،، مجھے پہلے دن سے پتا تھا لیکن تیری ماں نے ہر ماہ پیسے دینے کہ شرط پر مجھے راضی کیا تھا

وہ درد سہتی جاتی تھی منہ سے کہتی تھی بس ایک بات

یااللہ معاف کر دے

یا اللہ معاف کر دے

کبیر جب بختاور کے سارے وجود کو نیل و نیل کر کے کمرے سے باہر نکلا تو اس نے ایک مسکراتی نظر کھڑکی سے نظر آتے آسمان پر ڈالی تھی

بھول ہو گئی اللہ

مجھے معاف کر دے

ہر درد ہر تکلیف ہر سزا قبول ہے بس مجھے

معاف کر دے اللہ

اس رات کی صبح بختاور کی گود پھر سے سونی ہو گئی

زہر پھیل جانے کی وجہ سے اسکی جان مشکل سے بچی تھی ڈاکٹرز کا کہنا تھا وہ اب کبھی ماں نہیں بن پائے گی

دوسری طرف اسکے بھائیوں کو جب پتا چلا کے صفیہ بیگم ہر ماہ ایک کثیر رقم کبیر کو بھیجتیں ہیں تو انہوں نے ماں کو پیسے دینا بند کر دیے

اس طرح شادی کے تیرہ مہینے بعد بختاور ہاتھ میں آزادی کا پروانہ لیے پھر سے انکی دہلیز پر آ گئی

بھائیوں نے اسے گھر میں رکھنے سے انکار کر دیا

صفیہ بیگم پہلے بختاور اور پھر رمیز صاحب کے جانے کی وجہ سے بلکل بدل گئیں تھیں

انہوں نے بیٹی کو ہر صورت اپنے پاس رکھنے کی کوشش کی لیکن ظالم نافرمان بیٹوں .نے بالہ ہی بالہ .بزنس باہر شفٹ کیا اور، دونوں ماں بیٹیوں کو بے یارو مددگار چھوڑ کر انگلینڈ چلے گئے

گھر وہ لوگ بیچ گئے تھے جبھی صفیہ بیگم اور بختاور کو مجبوراً دارلعلوم میں پناہ لینی پڑی بختاور کو اللہ سے کوئی شکوہ نہیں تھا

اسے بس اتنا سکون تھا کہ وہ اپنے گناہ کی سزا یہیں

سیف صاحب رحمت کا فرشتہ بن کر آئے دونوں ماں بیٹیوں کو اپنے ساتھ لے گئے

آبش کی شادی کے بعد انہوں نے بہت کوشش کی کہ بختاور کی شادی ہو جائے لیکن اس نے ہر بار یہی کہا کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گی

مجبوراً سیف صاحب نے آبش کے بنگلے کی انیکسی انکے لیے سیٹ کروادی

بختاور کا بینک اکاونٹ کھلوا کر کچھ رقم ٹرانسفر کروائی اور واپس ہوائی آ گئے کیونکہ انکے بچے خاص کر ماہو اکیلی تھی

یونی چھٹیوں سے ایک ہفتہ پہلے------------

ایلا میری دوست

آج انہیں پروفیسر عارش کی اسائنمنٹ جمع کروانی تھی گو کے ابھی آخری تاریخ میں کافی دن پڑے تھے لیکن چونکہ وہ اب میچور تھیں اور خاص طور پر نائنٹی پرسینٹ پاکستانی سٹوڈنٹ کی طرح نہیں تھیں جو آخری تاریخ کے آخری گھنٹے کا انتظار کرتے ہیں

انہوں نے وقت سے پہلے اسائنمنٹ تیار کرلی تھی

ماہکان پہلے دن کی ہوئی سبکی کے بعد عارش کا سامنا کرنے سے گھبراتی تھی اسے لگتا تھا

اس سیدھے سادھے نظر آنے والے مصری پروفیسر کی آنکھیں بولتی ہیں اور بے انتہا بولتی ہیں

جبھی وہ صبح سے تیسری بار ایلا کی منت کر رہی تھی

ایلا یار میری فائل بھی ساتھ لے جانا؟؟

بلکل نہیں

خود مروتم

یہ پاکستان نہیں جہاں تم لوگوں نے کام کرنے کے لیے نوکروں کی فوج رکھی ہوتی ہے

یہ لندن ہے ماہ بی بی

یہاں ہر کام خود کرنا پڑتا ہے

ایلا نے بھی تیسری بار ٹکا سا جواب دیتے اسے اچھا خاصا شرمندہ کرنا چاہا تھا

وہ دونوں چلتے ہوئے پروفیسر عارش احمت کے آفس کے دروازے پر پہنچ چکی تھیں

ہاں پتا ہے پتا ہے

یہاں اپنا جنازہ بھی خود ہی اٹھانا پڑتا ہے احساس سے عاری لوگ ماہکان پہلی دوبار تو چپ رہی لیکن تیسری بار ماہو نے برابر کا جواب دیا تھا

ایلا نے چونک کر اپنی اس کم گو سی اداس دوست کی طرف دیکھا جو اسے کبھی کبھی اچھا خاصا چونکا جاتی تھی

فکر ناٹ ڈارلنگ تمہاری چتا کو میں اپنے ہاتھوں سے آگ لگاؤں گی

ایلا نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا اور دروازہ کھٹکھٹایا

لیکن پلیز یہ میری فا

اندر سے اجازت ملنے پر ایلا نے دروازہ کھولا تو ماہکان نے فائل اسکی طرف بڑھائی

مر جاو کمینی کام چور

ایلا نے صلواتیں سناتے اسکے ہاتھ پر جھپٹا مارا اور اندر داخل ہو گئی

ایل کے جانے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے کینٹین کا رخ کیا

سائیڈ والی ٹیبل پر بیٹھ کر اپنے لیے بلیک کافی آرڈر کی اور موبائل نکال کر ایلا کو فری ہو کر کینٹین آنے کا میسج کرنے لگی

اس نے میسج سینڈ کرنے کے بعد موبائل ٹیبل پر رکھا تو منہ کھلا کھلا رہ گیا تھا

کیونکہ ایلا پروفیسر عارش کی اسائنمنٹ فائل کی بجائے اسکی پوئٹری فائل لے گئی تھی

اسے فائل میں موجود تحریروں کا خیال آیا تو ایک دم سے اٹھ کر عارش کے آفس کی طرف بھاگی تھی

ویٹر اپنے دھیان میں کافی لیے آرہا تھا بھاگتے ہوئے بے دھیانی میں اس سے ٹکرائی گرم گرم کافی کا مگ اسکے ہاتھ کو جلا گیا تھا

سسسسس

اس کے منہ سے سسکاری نکلی لیکن وہ رکی نہیں تھی

گڈ ویری گڈ

ایلا جوزف آپ نے بہت محنت سے اسائنمٹ تیار کی ہے

عارش نے اسائنمنٹ کے صفحے الٹ پلٹ کر نظریں پھیرتے ہوئے توصیفی کلمات ادا کیے

آپ جا سکتی ہیں

ایلا سے کہا اور فائل دوسری سائیڈ پر رکھ کر اپنے کام میں بزی ہو گیا

چند ثانیے بعد اسکی موجودگی کے احساس کے تحت سر اٹھایا

وہ اب تک کھڑی تھی

جی مس جوزف

کوئی مسئلہ ؟

عارش نے زرا کی زرا اسے دیکھا پھر سر کو ہلکا سا ڈھلکا کر پوچھا تھا

ایلا کا اعتماد اس ادا پر ڈگمگا سا گیا

نن نو سر

تو پلیز

باہر جا کر نیکسٹ سٹوڈنٹ کو بھیجیں

عارش نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ دوسرے لفظوں میں اسے دفع دور ہونے کا کہا تھا

لعنت ہے مجھ پر جو اس اداس حسینہ کا کہا مان کر ان کے آفس چلی آئی

وہیں کلاس میں دے دیتی ہن

اتنے میٹھے انداز، میں انسلٹ کرتے ہیں کہ بندہ کچھ کہہ بھی نہیں پاتا

وہ خود میں بڑبڑا رہی تھی جب عارش نے پھر سے سر اٹھایا

جی مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں

نو سر بس آپکو یہ ماہکان سیف کی اسائنمنٹ فائل دینا تھی

ایلا نے ماہکان کی فائل اسکی طرف بڑھائی

ماہکان سیف کے نام پر اسکے من مندر میں ہزاروں دیے روشن ہوئے آنکھوں نے رنگ بدلا تھا

لیکن خود پر کنٹرول کرتے سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا

ماہکان سیف کون ؟؟؟؟

افف یہ ہینڈ سم پروفیسر تو پاکستانی فلموں کے ایکٹرز سے زیادہ بھونڈی اور واہیات ایکٹنگ کرتا ہے

ایلا فلموں کی رسیا تھی

اس نے شروع شروع میں ماہکان کو تنگ کیا کہ اپنے ملک کے ٹاپ کلاس اداکار اور فلموں کا بتائے

ماہکان پہلے تو شرمندہ ہونے کے ڈر سے ٹالتی رہی لیکن ایک دن تنگ آکر اس نے (نرگس ،میرا جی،صائمہ شان شاہد، سعود چند ایک اور) کے ناموں کے ساتھ تین چار فلموں کے نام بتائے تو ایلا کا منہ پھٹا کا پھٹا رہ گیا تھا

الیاسا گجر

جٹ داویر

بلو420

جنگلی حسینہ

کالو شاہ پوریا

کچھ دیر بعد اس نے حیرت کم ہونے پر پوچھا تھا

یہ یہ کیا ہے ماہ؟؟

یہ ہمارے ہاں کی ٹاپ کلاس فلمز اور انکے ہیرو ہیر وئنز ہیں

ماہکان موڈ میں تھی سو ایسی ایسی تعریفیں کیں کہ ایلا نے فوراً ڈاونلوڈ کر کے دیکھنا شروع کر دیں

پھر شان کی بندوقیں سعود کی بڑھکیں نرگس کی اچھل کود صائمہ کی کم عمری دیکھتے میرا جی کی انگلش سنتے کتنی ہی بار اسکی اوئی اوئی نکلی تھی

اور ماہکان بہت دنوں بعد کھل کر مسکرائی تھی

آج عارش کی ایکٹنگ دیکھ کر اسے وہ دردناک دن یاد آئے

جب ہر رات خواب میں شان 50 گولیاں کھانے کے بعد بھی صرف لڑکھڑاتا نظر آتا یا اسے لگتا جیسے نرگس کھیتوں سے اچھلتے کودتے بھاگتے دوڑتے لندن اب پہنچی کہ تب پہنچی

اووو

آں ہاں وہ ایشین لڑکی

بھونڈے اداکار کا لہجہ سرسری تھا لیکن لفظ ایشین لڑکی اسکے منہ سے یوں نکلا تھا جیسے کسی نے شکر کی کئی بوریاں اسکے منہ میں الٹ دی ہوں

ہے تو پروفیسر لیکن ہے پورا کمینہ

ایلا نے صرف سوچا

جی بلکل وہی جسکے ذکر پر آپکی آنکھوں میں کئی رنگ اتر آتے ہیں

آخر کو ماہو کی دوست تھی ایسا ہی جواب دے سکتی تھی نا؟؟

عارش نے بوکھلائی ہوئی نظر اس پر ڈالی

جسکا نام لیتے ہوئے آپکے ہونٹ کئی پھولوں کی خوشبو اور جنگلی مکھیوں سے اصلی خالص شہد ادھار لیتے ہیں

عارش کو اس طرح بھانڈہ پھوٹنے پر زور سے کھانسی آئی تھی

بے فکر رہیں پروفیسر میں ماہ کی سچی والی دوست ہوں

ایلانے کندھے اچکا کر کہا

عارش اس وقت کوئی بھی جواب دینے کی کنڈیشن میں نہیں تھا جبھی سر ہلا کر شرمندہ شرمندہ

ساماہکان کی فائل پڑھنے لگا

""کچھ ایسا ہو یہ شام ڈھلے !

کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا

کوئی لیکر مجھ کو ساتھ چلے

کوئی بیٹھے میرے پہلو میں

میرے ہاتھ پے اپنا ہاتھ دھرے

اور پونچھ کہ آنسو آنکھوں سے

وہ دھیرے سے یہ بات کہے

یوں تنہا سفر اب کٹتا نہیں

چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں """

وہ لفظ نہیں تھے موتی تھے حسرتوں کے سچے موتی عارش کی دھڑکن بڑھ گئی

آپ ماہ میں سیریس قسم کے انٹرسٹڈ ہیں میں ٹھیک سمجھی ہوں نا؟

ایلا سب جان کر بھی نا جانے کیا جاننا چاہ رہی تھی

عارش نے اس بار آنکھوں کے رنگ چھپانے کی کوشش نا کرتے ہوئے اسکی طرف دیکھا اور یکبار گی سر ہلا کر لرزش زدہ ہاتھوں سے فائل کا صفحہ پلٹنے لگا

""کبھی تو شہرِ ستمگراں میں

کوئی محبت شناس آئے

وہ جس کی آنکھوں سے نور چھلکے،

لبوں سے چاہت کی باس آئے

چلے تو خوشیوں کے شوخ جذبے

ہماری آنکھوں میں موجزن تھے

مگر نا پوچھو کہ واپسی کے

سفر سے کِتنے اُداس آئے

ہمارے ہاتھوں میں اِک دِیا تھا

ہوا نے وہ بھی بُجھا دیا تھا

ہیں کس قدر بدنصیب ہم بھی،

ہمیں اُجالے نہ راس آئے

ہماری جانِب سے شہر والوں میں

یہ منادی کرا دو

جسے طلب ہو متاعِ غم کی،

وہ ہم فقیروں کے پاس آئے

آہ

اس اداس لڑکی کے انجانے دکھ پر عارش کے دل سے تکلیف میں ڈوبی آہ نکلی تھی

کیسی بیچارگی تھی ان لفظوں میں

کیسی چاہ تھی چاہے جانے کی کیسی خواہش تھی

سر وہ بہت معصوم ہے اور اداس بھی اسکے ساتھ فلرٹ مت کیجئے گا اسکے شہر دل میں سچی

محبت کی بہار بن کر جایئے گا

وہ رشتوں کا اعتبار کھو چکی ہے مجھے ڈر ہے

محبت کا اعتبار کھو کر کہیں مر ہی نا جائے

ایلا کی بہت کم عرصے میں ماہکان سے دلی وابستگی ہو گئی تھی جبھی بتائے بغیر اسکی خزاں رسیدہ

زندگی کے لیے بہار ڈھونڈنے کا ارادہ رکھتی تھی

عارش کی آنکھیں جذبوں کی شدت سے دہک رہی تھیں اس نے ایلا کو دیکھتے ہوئے سلگتے لہجے میں کہا

مس جوزف

میں آپکی سچی والی دوست کا ہر دکھ ہر پریشانی دور کرنے کی پوری کوشش کروں گا

اسکی زندگی پر چھائی خزاں پر اپنی چاہتوں کے سدابہار موسم مسلط کردوں گا

اوکے پھر میں آپ لوگوں کی ڈیٹ کا بندوبست کروں

ایلا نے اپنی سمجھ کے مطابق پرجوش سے لہجے میں کہا (جبھی ٹرپ پر جاتے ہوئے اس نے کیفے کے باہر ماہکان سے عارش کی بات کہی تھی)

عارش ناچاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا وہ کہنا چاہتا تھا تمہاری دوست ڈیٹ نہیں بلکہ شادی میٹریل ہے لیکن اس سے پہلے ہی ماہکان دھاڑ سے دروازہ کھولتے اندر داخل ہوئی تھی

اس نے فوراً رخ دیوار کی طرف کرلیا

کیونکہ نہیں چاہتا تھا کہ ابھی ماہکان اسکے جذبوں سے آگاہ ہو

ایلا سر کہاں ہیں

ماہکان کا دھیان کرسی کی طرف نہیں گیا تھا

ایلا نے بولنے کے لیے منہ کھولا لیکن ماہکان نے اسے کچھ بولنے کا موقع نہیں دیا

یار تم اسائنمنٹ فائل کی جگہ میری پرسنل فائل لے آئیں تھیں

تم سر کو یہ فائل دے دو اور وہ جلدی سے واپس لے لو

پھر اپنا ہاتھ اسے دکھاتے ہوئے بولی

دیکھو غصہ مت کرنا پہلے ہی تمہاری اور سر کی وجہ سے میرا ہاتھ جل گیا پوری جلد ابھر آئی ہے

ایلا اس فری فنڈ کے الزام پر اچھی خاصی تڑپی جبکہ کرسی کا رخ دیوار کی طرف کیے شخص کو اپنے دائیں ہاتھ میں جلن محسوس ہونے لگی اسی لیے انکی طرف رخ موڑ کر کرسی سے اٹھتے ہوئے بولا تھا

مس ماہکان سیف الرحمٰن

شکر ہے آپ اسائنمنٹ فائل لے آئیں ورنہ میں سوچ سوچ کر پاگل ہو گیا تھا آپ نے یہ کونسی لینگویج میں لکھا ہے

محبت کا ایک اصول یہ بھی ہے

خود ساری ہار ساری شرمندگی جی جان سے قبول کی جائے محبوب کو اسکی نظر میں گرانے کی بجائے سرخرو کیا جائے

عارش نے اردو سے اچھی بھلی واقفیت ہونے اور فائل میں تحریر نظمیں پڑھنے کے باوجود یہ تاثر دیا تھا جسے وہ اردو زبان سے حد درجہ انجان ہے

ایلا شرارتی جبکہ ماہکان اسے شرمندہ نظروں سے دیکھ رہی تھی

عارش انکے پاس آیا اتنا کہ ایلا اور ماہکان کو اسکے پرفیوم کی خوشبو اپنے ہواس معتل کرتی محسوس ہوئی

ماہکان کے ہاتھ سے فائل لی اپنے ہاتھ میں پکڑی فائل اسے تھمائی اور پلٹ گیا

مس جوزف اپنی دوست کو بتائیں کہ محبت کے مستحق لوگوں پر غصہ نہیں کیا جاتا اور انہیں ڈسپنسری لے جائیں ایسا نا ہو اپنا بے ہوش ہونا بھی میرے کھاتے ڈال دیں

ایلا قہقہے لگاتی اسکے ساتھ باہر جانے کے لیے پلٹی تھی جبکہ پیچھے کھڑے شخص نے اپنا دایاں ہاتھ پاس رکھے ٹھنڈے پانی کے جگ میں ڈال دیا تھا

شہیر نے آبش کی رضامندی سے اسکا گھر کرائے پر چڑھا دیا اور صفیہ بیگم کو بختاور سمیت اپنے گھر کی انیکسی میں شفٹ کر دیا تھا

وقت گزرا انکی فیملی کو پہلی بیٹی کے بعد بیٹے نے آکر مکمل کر دیا

بیٹے کی پیدائش پر کچھ پیچیدگی ہونے کی وجہ سے ڈاکٹر نے آبش کو وارن کیا تھا کہ اگلی پریگنینسی آپکے یا بچے کے لیے خطرناک ہو سکتی ہے

اس لیے پہلی فرصت میں آپریشن کروائیں

آبش بیٹے کی پیدائش کے دوماہ بعد ہوائی چلی گئی جب وہاں سے لوٹی توڈاکٹر کی یاد دھانی بھول چکی تھی

عون ابھی دوسال کا تھاجب وہ دوبارہ امید سے ہوئی تو اسے ڈاکٹر کی وارننگ یاد آئی اس نے شہیر کو بتانے کی بجائے ساس کو بتایا

انہوں نے ڈاکٹروں کی چوربازاری اور دوسری الٹی سیدھی حرکتوں کا نام دے کر بات ہوا میں اڑادی تھی

انکا کہنا تھااس بار اللہ پاک کرم کرے

نیکسٹ آپریشن کروالیں گے

آبش کچھ مطمئن ہوگئی

پریگنینسی کا ساتواں ماہ تھاجب ڈاکٹر نے شہیر کو آڑے ہاتھوں لیاوہ بیچارہ ہر بات سے لاعلم تھا

اس نے گھر آکر آبش سے یااپنی اماں سے کچھ نہیں کہا لیکن ڈیپارٹمنٹ سے چھٹی لے کر تمام وقت آبش کا خیال رکھنے لگا

بختاور سے دونوں بڑے بچے بہت اٹیچ تھے

وہ انکی سب سے فیورٹ بخت آنی تھی

وجہ اسکا آبش کی واحد ننھیالی رشتے دار ہونا تھا

آبش کی طبعیت کی وجہ سے بچے آجکل زیادہ وقت بخت کے پاس رہتے تھے

ان دنوں شہیر کے چھوٹے ماموں جو کافی عرصے سے ساوتھ افریقہ میں مقیم تھے اپنی پردیسی بیوی کو طلاق دے کر پاکستان آئے ہوئے تھے

چالیس کے پیٹے میں ہونے کے باوجود بلا کی جاذب نظر پرسنالٹی کے مالک ولید حیدر بختاور کا سوگوار حسن دیکھ کر پہلی ہی نظر میں اثیر ہو گئے تھے

بہن سے اسکی ہسٹری پتا چلنے کے بعد فوراً سے اپنا پیام صفیہ بیگم کی طرف بھجوایا تھا

صفیہ بیگم اس بار بختاور کو لازمی منانا چاہتی تھیں۔

کیونکہ ولید حیدر اب تک کے آئے رشتوں میں سب سے زیادہ بہترین آپشن تھا

اس سے پہلے کہ وہ بختاور کو مناتیں

شہیر کی محبت اسکی کئیر اسکی اماں اور صفیہ بیگم کی دعائیں

بختاور کے آنسو بچوں کی چیخیں کچھ بھی آبش کو نا روک سکا

وہ ایک گول مٹول بیٹے کو بختاور کے ہاتھوں میں سونپ کر منوں مٹی تلے جا سوئی تھی

دونوں خاندانوں پر قہر ٹوٹا تھا

سیف الرحمٰن صاحب پوری فیملی کے ساتھ لٹے پھٹے گھر پہنچے عاصمہ بیگم آبش کا چہرہ دیکھتے ہی بے ہوش ہو گئی تھیں

ان سب سے ہٹ کر قسمت نے ایک بار پھر بختاور پر گہرا وار کیا تھا

اپنی پرانی یونی فرینڈ سمعیہ کو شہیر کی بہن اور آبش کی بھابھی کہ صورت میں دیکھ کر اس پر

ایک بار پھر سے نداامتوں کے قہر ٹوٹے تھے

اسے یقین سا ہوا کہ گناہ لاکھ توبہ کرنے پر بھی معاف نہیں ہوتے

شاہی اور گدائی کا بھی کیا خوب کہا آپ نے آپ کیا جانیں ماہ

کہ کسی دور دیس کا کوئی شاہ بہت عرصے سے آپکی گلیوں میں گدا بن کر پھرتا ہے

اچانک ہوا کی رفتار بڑھنے لگی عارش ہوا کے رخ پر ماہکان کا ہاتھ تھامے کھڑا تھا جبکہ وہ ہوا کی

مخالف سمت میں کھڑی حیرت سے گنگ اسے دیکھتی ہاتھ چھڑوانا بھول چکی تھی

ہوا کی شدت سے اسکے بال اڑ اڑ کر عارش کے صبیح روشن چہرے کو چومنے کی کوشش کرنے

لگے تھے

وہ شاہ مصر تھا جو ہمہ وقت اپنی سرخ نشیلی آنکھوں میں قید خانے لیے پھرتا تھا

خمار آلود آنکھوں سے جس طرف دیکھتا وہاں چاروں اطراف مخملی جالوں کے کئی تھان الٹ

جاتے تھے

ہر بار کی طرح آج بھی عارش کی لو دیتی سرخ آنکھیں آس پاس سے گزرنے والے سیاحوں کو ٹھٹک کر رکنے پر مجبور کر رہی تھیں

مم میرا ہاتھ چھوڑ دیں پلیز

ماہکان نے سب کی توجہ خود پر محسوس کرتے ہوئے التجاء سی کی تھی

"ٹھنڈی ہوا اور تمہارا ہاتھ تھامنا

دونوں مجھے مہکا دیتے""

اس نے ہاتھ کی جلی پشت کو کسی بہت مقدس شئے کی طرح ہلکا سا چوما تھا

"بھلا کوئی مہکنا چھوڑ سکتا ہے"

اس بھرپور منظر کو قید کرنے کے لیے بہت سے ہاتھ ایک ساتھ حرکت میں آئے تھے

باقی سب نے پرجوش ہوٹنگ کرتے تالیاں پیٹنا شروع کر دیں

ان تالیوں کی گونج میں ماہکان کا ہاتھ اٹھا اور پوری قوت سے عارش کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا

اچانک سب طرف خاموشی چھا گئی تھی

موسم ابر آلود تھا فضاء میں ہر طرف عجیب سا سوز پھیلا تھا ایسے میں قبرستان کے بیچو بیچ مردوں کا ایک جم غفیر اکھٹا تھا

چاروں بھائی غم کی تصویر بنے نڈھال باپ کو سنبھالے ہوئے تھے جنکی نظریں سفید کفن میں لپٹے آبش کے چہرے پر تھیں

بابا

10 سالہ آبش دو ماہ کی ماہکان کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے انہیں بلا رہی تھی

بابا!!!

سیف صاحب نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا تھا

جی بابا!! کی جان

یہ چھوٹی سی پیاری سی گڑیا کس کی ہے؟؟

منہ بسور کر بڑے اشتیاق سے حسرت ذدہ سوال کیا گیا تھا

یہ چھوٹی سی پیاری سی گڑیا ہماری آبی کی ہے

بابا سچی مچی؟؟

10 سالہ بچی خوشی سے اچھلتے ہوئے انکے گلے لگی تھی

بلکل

سچی مچی انہوں نے اسے بانہوں میں سمیٹ کر سر چومتے ہوئے کہا تھا

بابا

وقار بڑے بیٹے نے کندھا ہلا کر مخاطب کیا

جی بابا کی جاا

وہ ایک دم خیال سے چونکے اور جملہ ادھورا چھوڑ دیا کیونکہ وہ اس طرح سے صرف بیٹیوں کو جواب دیتے

جسکا سب بیٹوں کو سدا شکوہ ہی رہا تھا

بابا

وقار نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ پھر سے مخاطب کیا اور انکی توجہ دوسری طرف دلائی جہاں قبر تیار ہو چکی تھی آبش کی میت کو قبر میں اتارنے کو وقت آن پہنچا تھا

وہ سمیر (دوسرا بیٹا) کا ہاتھ تھام کر کھڑے ہوئے پھر دونوں بیٹوں کے سہارے چلتے ہوئے قبر تک آئے

سمی

اندھیرا ہو جائے گا یار

وکی

تیری آپی کو ڈر لگے گا بیٹا

چھوٹے بھائیوں کی دبی دبی سی چیخیں نکلی تھیں

اچانک چاروں بھائی اپنی ماجائی کے دکھ میں باپ سے لپٹ کر رونے لگے تھے

سیف صاحب نے چاروں اونچے لمبے بال بچے دار بیٹوں کو اپنے سینے میں چھپالیا تھا جیسے وہ آٹھ دس بارہ اور تیرہ سال کے بچے ہوں

مجمعے پر لرزہ طاری ہو گیا تھا

امام صاحب نے دبی دبی آواز میں موسم کی خرابی کسی بھی وقت شروع ہونے والی بارش کی طرف توجہ دلائی تو شہیر اجڑی بجڑی حالت میں آگے بڑھا تھا

سفید ہالے میں صاف شفاف خوبصورت سا چہرہ اسکے سامنے چند دن پہلے کا منظر گھوم گیا

شہی میری بات سنیں پلیز

وہ تیسری بار شہیر کو بلا چکی تھی جو جان بوجھ کر فٹبال کے میچ میں بزی تھا

وجہ آبش کی بے سروپا باتیں جو وہ پچھلے کچھ دن سے کرنے لگی تھی

ڈاکٹر سے پوچھنے پر اسے جواب ملا تھا کہ حمل کے دوران اکثر ایسا ہوتا ہے

عورتیں عجیب سے ابہام کا شکار ہو جاتی ہیں

اسکا حل ڈاکٹر نے یہ بتایا تھا کہ مریض کو پراپر وقت دیں اور تحمل کا مظاہرہ کریں

لیکن کل رات سے آبش کی ایک ہی رٹ نے اسکے ضبط کے تمام بندھ توڑ دیے تھے

شہی میری بات نہیں سن رہے نا

دیکھنا میں نے بہت دور چلے جانا ہے

پھر واپس نہیں آنا

شہیر کا دل ڈوب کر ابھرا تھا اس سے پہلے کہ وہ آبش کی طرف متوجہ ہوتا

شہی میں نے مر جانا ہے

شہیر نے پلٹ کر تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ بلند کیا پھر آبش کی آنسو بھری آنکھیں دیکھ اسے
خود میں بھینچ لیا تھا

نا

آبی ایسی باتیں نہیں کرتے یار

لیکن شہی مجھے ہمارے بیٹے کو دیکھنا

ہششش چپ ایک دم چپ

کملی سی نا ہو تو

وہ اس دن کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن

اچانک بدل گرجنے لگے تو امام صاحب کی آواز نے اسے ماضی سے نکالا

کیپٹن صاحب آپ قبر میں اتریں بارش کسی بھی وقت متوقع ہے

تدفین کے بعد شہیر سب کو گھر بھیج کر کافی دیر قبر کے سرہانے بیٹھا رہا تھا

آبش کی موت کو دوسرا روز تھا اور اتنے سے وقت میں سب کی زندگیوں میں بہت کچھ بدل دیا تھا

ایک طرف محبت کے ہمیشہ کے لیے کھو جانے کا دکھ دوسری طرف چھوٹے چھوٹے بچوِں کی چیخ و پکار

بڑے دونوں بہن بھائی کو تو بختاور سنبھال رہی تھی لیکن وہ چھوٹا فرشتہ جس نے آنکھ ہی مسکین ہوتے ہوئے کھولی تھی

شہیر کے صدمے کی شدت اتنی تھی کہ آبش کو سپرد خاک کرنے کے بعد سے اب تک چپ چاپ کمرے میں بند تھا

سیف صاحب اور عاصمہ بیگم کی طرف دیکھ کر ایسا لگتا تھا جیسے انہوں نے کچھ ہی دنوں میں عمر کی طویل مسافت طے کر لی ہو

چاروں بھائی اپنی جگہ الگ افسردہ وغمزدہ تھے

رہ گئی ماہو تو اسکا غم اسکا دکھ سب سے الگ سب سے نرالا تھا

وہ سارا سارا دن روتی رہتی اگر کوئی چپ کروانا چاہتا تو زور زور سے چیخیں مارتے ہوئے خود کو مارنے لگ جاتی اسکی ایک ہی رٹ تھی

مجھے آپی کے پاس جانا ہے

مجھے آپی کے پاس جانا ہے

ماہو کو دو دن ہو گئے تھے سوائے چند گھونٹ پانی کے کچھ بھی کھائے ہوئے

اب دن ڈھلنے لگا تھا سمیہ اسے صبح سے بہلا رہی تھی جسکی ایک ہی ضد تھی

آپی پاس جانا ہے

سیف صاحب دور بیٹھے بے بسی سے اسے روتے دیکھ رہے تھے

شہیر کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز پر سمیہ نے اوپر دیکھا پھر افسردگی سے سر جھکا لیا

وہ چلتا ہوا نیچے آیا اور کسی کی طرف بھی دیکھے بغیر باہر جانے لگا

نی نی بھابھی مجھے جانا ہے

ماہو نے روتے ہوئے سر اٹھا کر شہیر کو دروازے کی طرف جاتے دیکھا تو اٹھ کر اسکی طرف بھاگی تھی

لاونج سے تین سٹیپ اوپر چڑھ کر دروازہ تھا شہیر وہ سٹیپ چڑھ چکا تھا جب اسکا ہاتھ کسی نے مضبوطی سے پکڑا

آپ بھی جا رہے ہیں؟

میری آپی چلی گئی اب آپ مجھے چھوڑ کر نا جائیں

پلیز نا جائیں

شہیر کا وجود ٹھنڈا برف ہو گیا

اس نے ہلکا سر کو ڈھلکا کر دیکھا وہ اسکا ہاتھ پکڑے سب سے آخری سٹیپ پر بیٹھی روتے ہوئے منتیں کر رہی تھی

شہیر بھائی

بولیں نہیں جائیں گے نا

ماہو نے روتے ہوئے یقین دھانی کے لیے سر اٹھایا

مقابل کی طرف دیکھتے ہی اسکے آنسو تھمے تھے

اور سامنے کھڑے اورنگ کے ہاتھ پر گرفت ڈھیلی پڑی تھی

ٹھیک اسی وقت داخلی دروازہ کھلا اور ایک خوبروسی پختہ عمر کی عورت کے ساتھ ایک پیاری سی لڑکی اندر داخل ہوئی

دروازے کے بیچ راستے میں اورنگ کا ہاتھ پکڑے روتی ماہو کو دیکھتے دونوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے لگی تھیں

وہ اپنے گاؤں میں تھا جب آبش کی موت کی بھیانک خبر نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا

چونکہ ان سالوں میں انکی دوستی بہت سے زیادہ مضبوط ہو گئی تھی مورے اور چھوٹی روشانے بھی ساتھ جانا چاہتی تھیں لیکن جہاز کا صرف ایک ہی ٹکٹ مل پایا تھا

مورے اور روشانے کو ڈرائیور کے ساتھ آنے کی ہدایت کرتا وہ گھر سے نکل آیا تھا

بدقسمتی سے لینڈ سلائیڈنگ کی وجہ سے وہ دو گھنٹے لیٹ ہو گیا اور جب ائیر پورٹ پہچا جہاز کو روانہ ہوئے آدھا گھنٹہ گزر چکا تھا

اگلی سیٹ کل شام کی فلائیٹ میں مل رہی تھی اس لیے اس نے بائی روڈ جانا مناسب سمجھا تھا

وہ بہت کوشش کے بعد بھی آبش کہ موت کے دوسرے دن صبح چھ بجے لاہور پہنچا تھا

چونکہ انکا ایک دوسرے کی طرف آنا جانا عام تھا گارڈ نے اسے دیکھتے ہی دروازہ کھول دیا تھا

نوکر کے بتانے پر وہ سیدھا شہیر کے کمرے میں آیا

جہاں وہ عون (بڑا بیٹا) اور اسوہ (بیٹی) کو دائیں بائیں بازوؤں میں لٹائے بڑھی شیو کے ساتھ چھت کو گھور رہا تھا

اورنگ کے بلانے پر شہیر نے خالی خالی انجان نظروں سے اسکی طرف دیکھا چند ثانیوں بعد آنکھوں میں شناسائی کے رنگوں کے ساتھ ڈھیروں آنسوؤں جگمگانے لگے تھے

وہ بھی شاید مرد بنا بنا تھک چکا تھا اسکا بھی دل تھا آبش کے بھائیوں کی طرح اونچا اونچا روئے ماتم کرے لیکن کسی ایسے کے گلے لگ کر جو اسکا اپنا ہو

سچے دوست سے بڑھ کر کوئی اپنا نہیں ہوتا ایک اچھا اور سچا دوست بعض اوقات سگے بہن بھائیوں سے بڑھ کر اپنا ثابت ہوتا ہے

اورنگ آگے بڑھا اسکے بازوں سے بچوں کو نکالا دونوں کو باری بوری چوم کر آرام سے بیڈ پر سلایا اور اسے لیے ٹیرس پر آگیا

وہ چپ چاپ بھری آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے کہتا ہو

میرا کچھ نہیں بچا اوری

میرا سب کچھ لٹ گیا یار

شہیر کی آنکھوں کی ویرانی کی تاب نالاتے ہوئے اورنگ نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگا کر زور سے بھینچا تھا

ٹیرس پر شہیر کی سسکیاں دبی دبی دھاڑوں کی شکل اختیار کر گئیں تھیں

اورنگ کے گلے لگ کر شہیر کافی دیر روتا رہا تھا دروازے پر کھڑ کا ہوا تو اورنگ نے اپنے آنسو صاف کر کے اندر آنے کی اجازت دی

لطیف جان شہیر لوگوں کا پرانا ملازم تھا

شہیر نے لطیف کے اندر، آتے ہی رخ ٹیرس کی طرف کر کیا اورنگ لہجے کو متوازن رکھتے ہوئے پوچھا

ہاں بھئی لطیف جان؟

اوری صاحب شہیر صاحب نے دو دن سے کچھ نہیں کھایا یہ دودھ اور دوالا یا تھا

)نمک بے شک حلال ہوتا ہے صاب

لیکن نمک حلال کوئی کوئی ہوتا ہے(

نیچے گارڈن کی طرف منہ کیے شہیر کو لطیف کی بہت پہلے کہی بات یاد آئی تو آنکھیں پھر سے بہہ آئی تھیں

لطیف جان نے آج اپنی نمک حلالی ثابت کر دی تھی

اچھالاؤ مجھے دو اور تم دیکھوں باہر کا کوئی کام کرنے والا ہے تو مجھے بتاو

اورنگ نے نرم لہجے میں کہتے اس سے دودھ گلاس لیا

لطیف جان سر ہلاتے باہر نکل گیا

اورنگ نے ٹیرس پر آکر دودھ شہیر کیطرف بڑھایا

جس نے پینے سے منع کر دیا

شہیر بھائی

تھوڑا سا یارا

اورنگ نے بہت پیار سے اصرار کیا

نا اوری

میرا موڈ نہیں سوہنے

شہیر نے جواباً شفقت سے منع کر دیا

پھر اورنگ کے مسلسل دیکھنے پر اسکے ہاتھ سے گولی لے کر منہ میں رکھی اور دودھ کا گلاس لے کر پی گیا

دوا کا اثر ہونے تک وہ کافی دیر اور نگ سے آبش کی باتیں کرتا رہا تھا

جب اس نے دیکھا کے شہیر کی آنکھیں بند ہونے لگی ہیں تو اسے بیڈ پر سلا کر خود باہر نکل آیا

آج گھر میں قرآن خوانی تھی اسکا ارادہ باہر جا کر انتظامات دیکھنے کا تھا

وہ نجانے کس خیال میں تھا بجائے پیچھلے دروازے سے جانے کے گھر کے اندر کیطرف چلا گیا

پھر جب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا وہ سیڑھیوں پر کھڑا تھا

شہیر کی بہن سمیہ آپی نے اسے دیکھ لیا تھا اب واپس بھی نہیں جا سکتا تھا

اسی لیے بنا کسی کیطرف دیکھے اتر کر دروازے کیطرف بڑھ گیا

اس سے پہلے کے وہ دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھتا اسکا ہاتھ کسی نے اپنی نرم وہ نازک گرفت میں لیا تھا

آپ بھی جا رہے ہیں؟

میری آپی چلی گئی اب آپ مجھے چھوڑ کر نا جائیں

پلیز نا جائیں

اسکا جسم ٹھنڈا برف بن گیا تھا بہت مشکل سے اس نے سر کو زرا سا موڑ کر دیکھا

ماہکان کو روتے بلکتے دیکھ اسے دل کے اندر، کہیں بہت اندر تحاشہ تکلیف سی ہوئی تھی

اس سے پہلے کے کوئی کچھ سمجھتا دروازہ کھلا اور نگ کی مورے اور روشانے اندر داخل ہوئی تھیں

"ٹھنڈی ہوا اور تمہارا ہاتھ تھامنا

دونوں مجھے مہکا دیتے""

کہتے اسکے ہاتھ کی جلی پشت کو کسی بہت مقدس شئے کی طرح ہلکا سا چوما تھا

"بھلا کوئی مہکنا چھوڑ سکتا ہے"

اس بھرپور منظر کو قید کرنے کے لیے بہت سے ہاتھ ایک ساتھ حرکت میں آئے تھے

باقی سب نے پر جوش ہوٹنگ کرتے تالیاں پیٹنا شروع کر دیں

ان تالیوں کی گونج میں ماہکان کا ہاتھ اٹھا اور پوری قوت سے عارش کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا

اچانک سب طرف خاموشی چھا گئی تھی

عارش گال پر ہاتھ رکھے کچھ پل بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا

ماہکان نے غصے میں غراتے ہوئے انگلی اٹھا کر وارننگ دیتے ہوئے لہجے میں کہا تھا

خبر دار

خبر دار اگر آئیندہ کے بعد مجھے چھونا تو دور

چھونے کا خیال بھی دل میں لایا تو میں

آپکے یہ ہاتھ توڑنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گی

سرخ آنکھوں میں بے یقینی کی جگہ خمار چھانے لگا تھا

عارش صاحب

ایک مسلمان کو نامحرم سے محبت زیب نہیں دیتی

اچھے مرد محبت نہیں نکاح کرتے ہیں

اسے خود بھی نہیں پتا تھا وہ غصے میں کیا کہہ گئی ہے

لیکن اس بات پر مقابل کی سرخ خمار آلود آنکھیں مسکرائی تھیں

وہ ہلکا سا اسکی طرف جھک کر بولا

محبت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا

محبت من محرم ہوتی ہے ماہ بی بی

اور آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں محبت کا قائل ہوں؟

میں تو محبت میں نکاح کا قائل ہوں

آپکی اجازت ہو تو آج شام ہی بارآت میں سارا لندن اکھٹا کر لاؤں؟

خدا کی قسم ہم جھوٹ نہیں بولتے

اس نے عارش کی طرف دیکھا جس نے ایک ہاتھ سر پر رکھ کر دوسرے ہاتھ سے گردن پر چٹکی بھر کر قسم کھائی تھی

بہت ضبط کے باوجود اسکے آنسو نکل آئے تھے

کیسے انسان ہیں آپ

کیا سمجھتے ہیں خود کو ہاں؟

کوئی فرشتہ جو ہر کسی کی زندگی کی کتاب میں ہیپی اینڈنگ لکھ دیں گے

یا

کوئی مسیحاء

جو ہر زخم کو مندمل کر کے ہر درد کو شفاء میں بدل دیں گے

عارش صاحب

میری زندگی کی کتاب میں بہت پہلے نارسائی لکھی جا چکی

میرے زخموں کو مسیحائی سے نفرت ہے

سمجھے آپ

میرے زخموں کو ضد ہے مسیحائی سے

وہ لہجے کو بمشکل ہموار رکھتے ہوئے بول کر جانے لگی جب ایک بار پھر سے عارش نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما تھا

اسکا جی چاہا پلٹ کر اس عجیب خطرناک انسان کا منہ نوچ لے لیکن اس بار وہ ڈری تھی مڑنے پر کہیں پتھر کی نا ہو جائے

اسے پتھر نہیں ہونا تھا

رکی رہی لیکن پلٹی نہیں

میں خود کو کچھ بھی تو نہیں

لیکن

ہاں میں خود کو بس آپکا سمجھتا ہوں

اسے لگا وہ بغیر پلٹے پتھر بننے لگی ہے

ہیپی اینڈنگ لکھنے کا اختیار کسی فرشتے کو نہیں بلکہ خدا کی ذات نے خود انسان کو سونپ دیا ہے

اور سب سے آخری بات

آپکے زخموں کو بے شک مرہم سے مسیحائی سے ضد ہو گی ماہ

لیکن

میں میسحا نہیں محبت ہوں

میرے پاس مرہم نہیں محبت ہے

قدیم آسمانی صحیفوں میں لکھا ہے

م سے محبت ہر دکھ ہر درد کی دوا ہے

آپکا کوئی درد باقی نہیں رہے گا

سب زخم بھر جائیں گے کیونکہ

میرے پاس صرف محبت نہیں

بے حساب محبت ہے

بے تحاشہ محبت ہے

بے پناہ محبت ہے

\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-\-

اورنگ نے دروازہ کھلنے کی آواز پر مڑ کر دیکھا جہاں اسکی مور جان اور روشانے کھڑی تھیں

اسکا ہاتھ ماہو پہلے ہی چھوڑ چکی تھی وہ فیصلہ نہیں کر پایا کہ روتی بلکتی ماہو کو دلاسہ دے یا پھر ماں کا استقبال کرے

شہیر کی اماں آگے بڑھیں اورنگ کی اماں اور بہن سے ملیں

مور جان خود کو سنبھال چکی تھیں

انہوں نے شہیر کی اماں کے گلے لگ کر گلوگیر لہجے میں افسوس کیا پھر بڑی عجیب نظروں سے پلٹ کر دیکھا

اورنگ باہر جا چکا تھا جبکہ ماہو اب بھی سیڑھی پر بیٹھی رو رہی تھی

ان کے دیکھنے میں عجیب سی ناگواری تھی پھر اسی ناگواری سے دیکھتے اندر چلی گئیں تھیں

وہ باہر آکر انتظام دیکھنے لگا کیٹرنگ والے اپنا کام سہی سے کر رہے تھے

بے وجہ ادھر ادھر ٹہلنے لگا اسکا ذہن کچھ دیر پہلے ہونے والے واقع میں الجھا ہوا تھا

وہ آپ ہی آپ اندر روتی بلکتی ماہکان کا موازنہ پانچ سال پہلے والی ہنستی کھیلتی اس سے لڑتی نو دس سال کی بڑی ساری لڑکی ماہکان سیف الرحمان سے کر رہا تھا

کتنی پیاری بچی تھی اور یہ کیسا دکھ جھیلا تھا

اسے یاد آیا جب سیف صاحب لوگ واپس جانے لگے تھے تو شہیر نے دوسری گاڑی اسے

ائیرپورٹ لے جانے کا کہا تھا

جو گاڑی وہ ڈرائیو کر رہا تھا اس میں شہیر کی بہن بہنوئی آبش اور ماہو بیٹھے تھے

گھر سے ائیرپورٹ تک کا راستہ تقریباً دو گھنٹے کا تھا اور ان دو گھنٹوں کے دوران گاڑی میں آپی کو

ہمارے ساتھ جانا چاہیئے

جانا چاہیئے کہ موضوع پر مہابھارت چھڑی آئی تھی

وقار نے بہت منت اور لالچ دے کر اسے چپ کروایا تھا

اس نے گاڑی ائیرپورٹ پارکنگ کیطرف موڑی تھی جب ماہا کان کی آواز پھر سے گونجی

اللہ آپی تم کتنی وہ ہونا

خود پاکستان کے نادرن ایریا میں نیچرل بیوٹی دیکھو گی اور ہمیں واپس بھیج رہی ہو

نی بھئی نی تم بھی ہمارے ساتھ چلو بھائی

لو جی بکرے کی وہی ایک ٹانگ اور نگ نے دل میں سوچا تھا؟؟

آپی جو شہیر کا میسج پڑھتے دبا دبا مسکرا رہی تھی اس اچانک حملے پر بوکھلا گئی

کیا کونسا بھائی ماہو؟

وہ ماہو کا صرف آخری لفظ سن پائی

سمیعہ اور وقار کے ساتھ اورنگ نے بھی ہنسی دبائی تھی

میں کہہ رہی ہوں جیسے وکی بھائی اور سمی بھائی پھر انکے بعد وسی بھائی اور شیری بھائی ہنی مون پر اکھٹے گئے تھے نا

یار میری شادی ہو جانے دو ہم بھی اکھٹے جائیں گے

اورنگ نے گاڑی کو ایک دم بریک لگائی وہ پہنچ گئے تھے

سمیعہ اور وقار اورنگ کے سامنے ماہو کی اس گل افشانی پر تھوڑا شرمندہ ہوئے جبکہ آبش حیرت سے پھٹی آنکھیں لیے اسے گھور رہی تھی

ایک تو میری ہر بات پر ہر کوئی ایسے ری ایکٹ کرتا ہے جیسے دنیا جہاں سے الگ بات کر دی ہو

وہ ماہو ہی کیا جو کسی کی گھوریوں کو خاطر میں لائے

ماہو تم دنیا جہاں سے الگ ہی بات ہی کرتی ہو اب چپ کر کے اترو آبش نے بڑے ہونے کا رعب جھاڑا اور گاڑی سے نیچے اتر آئی

ہائے آپی تم سوچ کیوں نہیں رہی ہم دونوں ساتھ گھومیں گی کتنا مزہ ائے گا یار

بس کچھ عرصہ رک جاو مجھے شادی کرنے دو پلیز

ماہو نے بھری آنکھوں سے کہا تو سب ہنسنے لگے

وہ ابھی تک گاڑی میں ہی

تھا اسی لیے نیچے منہ کر کے مسکرا رہا تھا

سب ہنستے ہوئے آگے چلے گئے

ماہو کو اپنی بے عزتی محسوس ہوئی اسکی آنکھ سے آنسو بہہ نکلے

سمیعہ نے وقار کو ٹہوکا دیا پھر ماہو کو پچکارا

ماہو بچے شادی کے لیے بہت سارے پیسے اور لڑکا بھی تو چاہئے نا

ماہو نے سوں سوں کرتے ہوئے ناسمجھی سے سمیعہ کی طرف دیکھا

یار میں سمجھاتی ہوں

دیکھوں تمہارے وکی سمی بھائی بابا کے ساتھ کتنے سالوں سے بزنس کر رہے ہیں انکے پاس

بہت سارے پیسے ہیں تو انہوں نے شادی کی ٹھیک ؟

ماہو نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا

شہیر بھی کتنے سالوں سے پائلٹ ہے اسکے پاس بھی اتنے پیسے ہیں جبھی اسنے بھی شادی کی

اب کسی لڑکے کے پاس اتنے پیسے ہونگے تو وہ تم سے شادی کرے گا نا؟

آئی سمجھ

سمیعہ نے الٹی سیدھی ہانک کر ماہو سے تسلی چاہی

جس نے زور و شور سے سر ہلایا

او کے چلو اب لیٹ ہو جائیں گے

سب آبش اور شہیر وغیرہ سے مل کر بورڈنگ کے لیے جانے لگے

اورنگ سب سے الگ ایک سائیڈ پر فون کان سے لگائے بات کر رہا تھا جب اسے

شش شش کی آواز آئی

اس سے پہلے کہ وہ متوجہ ہوتا پھر آواز آئی

شش شش

اس نے پلٹ کر دیکھا تو ماہو کھڑی زبردستی مسکرا رہی تھی

اورنگ نے آنکھوں سے اشارہ کیا

کیا؟

آپ کے پاس بہت سارے پیسے ہیں؟

اورنگ سمعیہ کی بات سے انجان تھا جبھی چونک گیا پھر فون پر الودعی کلمات کہہ کر حیرت

سے اسکی طرف متوجہ ہوا

کیوں جی

ماہو بی بی آپ کیوں پوچھ رہی ہیں

اوہو مسٹر بدرنگ

ایک تو آپ سوال جواب بہت کرتے ہیں جو پوچھا ہے وہ بتائیں

ماہو کے بدرنگ کہنے پر اورنگ نے جیب سے والٹ نکالا اور اسے دکھایا ہاں ہیں

ایں بس اتنے ہی؟ ماہو نے تیوری چڑھا کر کہا

ہاں جی

بس اتنے ہی اورنگ نے شرمندہ ہوتے ہوئے جواب دیا

آپ زیادہ سارے پیسے کب تک جمع کرلو گے کہ آپ شادی کر سکو

ماہو آج اورنگ کو حیرت کے جھٹکے دینے پر تلی تھی

کیا مطلب؟ اس نے بس اتنا پوچھا

اوہو سیدھی سادی بات کا کیا مطلب بتاؤں

مسٹر بدرنگ؟

جلدی جلدی بتائیں مجھے لیٹ ہو رہی ہے

پانچ چھ سال تک جمع کرلوں گا

اورنگ نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا تھا

اوکے پھر پانچ چھ سال بعد آپ مجھ سے شادی کریں گے

آہو آہو

اورنگ کو زور سے کھانسی آئی تھی

دور کہیں سے شہیر اور آبش ماہو کو آواز دیتے آرہے تھے

بولیں نا جواب تو دیں .

پانچ چھ سال بعد آپ مجھ سے شادی کریں گے نا

وہ آج خود ہی اپنا رشتہ پکا کرنا چاہ رہی تھی

اورنگ پہلے شدید حملے سے سنبھل چکا تھا اسی لیے مسکراہٹ ضبط کرتا ہوا بولا

ما معاف کہ بی بی (مجھے تو معاف ہی کرو لڑکی)

فٹے منہ ماہو غصے سے کہتے ہوئے پلٹ گئی تھی

پیچھے اورنگ بڑی دیر مسکراتا رہا تھا

اوری صاب

لطیف جان کے کندھا ہلانے پر وہ ماضی سے نکلا تھا

البتہ چہرے پر مسکراہٹ واضح تھی

ہاہاں کہو لطیف کیا ہوا

آپکو شہیر صاب بلا رہے ہیں لطیف جان نے اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا اسکے سر ہلانے پر پلٹ گیا تھا

اچانک اور نگ پر افسوس ناک حقیقت آشکار ہوئی تو اسکی آنکھوں سامنے روتا ہوا شہیر اور بلکتی ہوئی ماہکان آ گئی

وہاں کھڑے کھڑے اس نے دو وعدے خود سے کیے تھے

شہیر کو زندگی کی طرف واپس لانے کا

ماہکان کو اسکی اونگی بونگی باتیں اسکی ہنسی لوٹانے کا

خود سے عہد کرتے وہ اٹھ کر اندر چلا گیا تھا

محبت کے فرشتے جو پانچ سال کی لمبی چھٹی گزار کر آج کام پر آئے تھے ا

وہ سب اسکے دونوں وعدوں میں سے ایک پر کھل کر مسکرائے تھے

آپکے زخموں کو بے شک مرہم سے مسیحائی سے ضد ہو گی ماہ

لیکن

میں میسحا نہیں محبت ہوں

میرے پاس مرہم نہیں محبت ہے

قدیم صحیفوں میں لکھا ہے

م سے محبت ہر دکھ ہر درد کہ دوا ہے

آپکا کوئی درد باقی نہیں رہے گا

سب زخم بھر جائیں گے کیونکہ

میرے پاس صرف محبت نہیں

بے حساب محبت ہے

بے تحاشہ محبت ہے

بے پناہ محبت ہے

ماہکان عارش کی بات پر ایک جھٹکے سے ہاتھ چھڑوا کر چلنے لگی

ایسے کہ وہ جو ایک ٹانگ پر کھڑا تھا

لڑکھڑا کر شیشے کر فرش پر گرا آواز پر ماہکان نے پلٹ کر دیکھا اور نظر انداز کرتے واپس چلی گئی

پل کی انٹرنس پر کھڑا گارڈ اسے آتا دیکھتے مسکرا رہا تھا

گارڈ کے پاس پہنچے سے پہلے عارش جھوٹی موٹی کا لنگڑاتا ہوا اس تک آیا ماہکان کو لگا وہ اسکا ہاتھ تھامنے لگا ہے اسی لیے اسنے اپنے پرس کو زور سے گھمایا تھا .

اللہ

عارش کے منہ سے کراہ نکلی کیونکہ اس بار اسے سچی مچی ٹانگ پر چوٹ لگی تھی

ماہکان اسکے پاس جھکی عارش درد میں ڈوبی نظر سے اسے دیکھ رہا تھا

یہ صرف ٹریلر ہے

آپ ابھی ماہو کو جانتے نہیں میں جان لے لوں گی

درد بھری نظریں یکدم مسکرانے لگیں

اجی ہم تو پوری فلم دیکھنے کے متمنی ہیں آپکو صرف جاننا نہیں جان جانا چاہتے ہیں

مس ماہو

آپ عجیب ڈھیٹ انسان ہیں میری طرف سے بے شک بھاڑ میں جائیں

""نئے سرے مجھے بھا گیا وہ جب بھی ملا

سو ایک ہی شخص سے میں نے بارہا محبت کی""

اس بار نا چاہتے ہوئے بھی اسکے ہونٹ مسکرا دیے تھے صد شکر کے وہ پلٹ چکی تھی اسکی مسکراہٹ عارش نے نہیں دیکھی ورنہ ایک نیا ڈرامہ شروع ہو جانا تھا

جب وہ چلتے ہوئے جب گارڈ تک پہنچی تو گارڈ سر سے ٹوپی اتار کر تعظیم جھک گیا

وہ بھی ہونٹ پھیلاتے ہوئے بولی

کمینے

کتے

گارڈ مسکراتے ہوئے بولا

مائے پلئیر میم

منحوس شکل

تجھے کیڑے پڑیں

آئی ایم آنر آہ آہ

گارڈ اسکی گالیوں کو تمغہ سمجھ کر پھر سے جھکنے لگا تھا جب عرف ماہو نے پرس گھما کر اسکی ناک پر مارا تھا

بیچارے گارڈ کی ناک سے خون فوارے کی مانند نکلنے لگا

لیکن وہاں پرواکسے تھی

عارش پیچھے سے جلدی جلدی بھاگتا ہوا آیا اپنے والٹ سے گنے بغیر کئی نوٹ معذرت کرتے گارڈ کو پکڑائے

پھر ہونٹوں پر دبی دبی مسکراہٹ لیے کوئی پیارا سا انگلش گیت گنگناتا پارکنگ کی طرف بڑھ گیا تھا

شہیر ایک مسئلے کی وجہ سے اس شام نہیں آپایا تھا آج دو دن بعد اس نے ماہو کو فون پر شام آٹھ بجے کسی جگہ بلایا تھا

شام ساڑھے چھ بجے وہ نیوی بلو شارٹ شرٹ جس پر نفیس سا سلور کام کیا گیا تھا کے ساتھ سلور ٹراوزر اور اونچی ہیل پہنے جانے کے لیے تیار کھڑی تھی

اس نے میک اپ کے نام پر صرف کاجل اور لپ گلوس لگایا تھا بال کھلے چھوڑ دوپٹہ کندھے پر ڈال کر ایک تنقیدی نظر خود پر ڈالی اور کوٹ اٹھا کر باہر نکل گئی

شہیر نے جس جگہ کا کہا تھا وہ ٹاور پیلس کے پاس تھی یہ ایک وینیو گارڈن تھا جہاں کسی پارٹی کا بہت بڑے پیمانے پر انتظام کیا گیا تھا

شہیر نے اسے سیدھا اندر آنے کا کہا گیا

وہ جھجھکتی ہوئی اندر داخل ہوئی تو اسکے قدم جم گئے تھے اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا

سیف صاحب عاصمہ بیگم چاروں بھائی بھابھیاں انکے بچے سب اسے سرپرائز برتھ ڈے پارٹی دینے کے لیے جمع ہوئے تھے

تھوڑے فاصلے پر شہیر اپنے تینوں بچوں اور بیوی کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا

اسکی آنکھیں بھیگ گئیں وہ بھاگ کر سیف صاحب کے گلے لگی تھی

سب سے باری باری ملتے اسکے اندر سکون اترتا جا رہا تھا روح پر بوجھ بڑھتا جا رہا تھا

سب سے مل کر بہتی آنکھوں سے اس نے کیک کاٹا شہیر سمیت سب چھوٹے بڑوں کو اپنے ہاتھوں سے کھلایا

کھانے میں ابھی وقت تھا باقی محفل اپنے عروج پر تھی تو وہ پارک میں بنی مصنوعی جھیل کنارے چلی آئی جہاں کالے راج ہنس اپنی سرخ دھاری دار گردن پر سجی پیاری پیاری آنکھوں سے سب کی طرف ٹکر ٹکر دیکھ رہے تھے

وہ دونون گھٹنے سینے سے لگائے وہیں کنارے پر بیٹھ کر راج ہنسوں کو دیکھنے لگی

اسکے پاوں کی انگلیاں پانی سے مس ہو رہی تھیں

پاس کہیں کچھ مردوں کا مشترکہ قہقہہ گونجا تو اس نے ناگواری سے پلکیں اٹھا کر اس سمت دیکھا وہ چار پانچ سوٹڈ بوٹڈ مرد تھے ان میں فارنر کوئی بھی نہیں لگ رہا تھا

پینڈو

جاہل

بڑبڑا کر اٹھنے لگی جب ایک جانی پہچانی آواز نے اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑادی تھی

وہ ہنستے ہوئے ہم نفسوں سے کہہ رہا تھا

اچھا اچھا بھئی بتاتا ہوں

اسے لگا وہ بات کرتے کرتے اسکی سمت آرہا ہو

لو سجنوں پھر سنوں

وہ کتنا خوبصورت ہے

ماہکان کسی احساس کے تحت کانپنے لگی تھی

وہ بندہ ہر بات سے قطع نظر اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا

کہاناں خوبصورت ہے

اور اتنی خوبصورت ہے

کہ اُس کے مخملیں تن سے نگاہیں بھی پھسلتی ہیں

قسم ہے ساحلوں کو چومتی پاگل ہواوں کی

وہ جب پلکیں اُٹھاتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے

سمندر رقص کرتا ہے

اور اُس کے رقص کی لے پر پرندے گیت گاتے ہیں

وہ جب پلکیں جھکاتی ہے

تو سورج وقت سے پہلے اُفق میں ڈوب جاتا ہے

قسم اِن طاق میں جلتے ہوئے پانچوں چراغوں کی

ہوا کچے گلابوں کی مہک میں بھیگ جاتی ہے

قسم شب کی سیاہی کی

کہ جب وہ کاکُلِ پیچاں کی گرہیں کھول دیتی ہے

اندھیرا پھیل جاتا ہے

یونانی آرٹسٹوں نے جسے کینوس پہ لانے کی ہمیشہ کوششیں کی ہیں

مجسمہ ساز جس کے ساحرانہ حُسن میں کھو کر مقدس دیویوں کے خال و خد تخلیق کرتے ہیں

وہ ایسی ایک مورت ہے

کہاناں خوب صورت ہے

بہت ہی خوبصورت ہے

کہانا

بہت ہی خوبصورت ہے

ماہکان کو لگا جیسے اسکے جسم سے جان نکال لی گئی ہو یا نکل رہی ہو

وہ بے جان ہوتے وجود کے ساتھ وہاں سے بھاگنے کے لیے کھڑی ہوئی لیکن بے دم ہو کر جھیل کی طرف گری تھی

آخری سوچ جو اسکے ذہن تھی وہ یہ کہ اسے تیرنا نہیں آتا تھا

مورے اور روشانے دو دن رہ کر واپس چلی گئیں تھیں اورنگ نے انکے لیے ہوائی سفر کا انتظام کیا تھا

مرجان بیگم نے ان دو دنوں میں اور جاتے وقت اورنگ سے بات تک نا کی تھی

ان کو ائیر پورٹ چھوڑ کر وہ خود ڈیوٹی پر چلا گیا تھا

تقریبا ہر دوسرے دن وہ شہیر سے چند منٹ کے لیے ملنے آتا روزانہ انگنت میسجز کالز الگ سے تھیں

آبش کی ڈیتھ کو دو ماہ ہونے والے تھے گھر والوں سے زیادہ اورنگ کی کوششوں سے شہیر زندگی کی طرف لوٹ رہا تھا اسکے علاوہ بڑی وجہ اسکے تینوں بچے تھے جو اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھے

کچھ مسائل کی وجہ سے اورنگ کو دو ماہ گھر جانے کا موقع نا ملا فون پر روشانے اور بابا سے بات ہوتی لیکن مورے صرف حال احوال پوچھنے کے بعد فون بند کر دیتی تھیں

ان کے رویے نے اورنگ کو اچھا بھلا ٹھٹکا یا تھا

لیکن وجہ جاننے سے قاصر تھا

ان دو ماہ میں اسکی ماہکان سے سرسری سی ملاقاتیں ہی ہوئیں تھیں

وہ ماہکان کو شہیر ہی کہ طرح ٹریٹ کرتا تھا

اب وہ دو ماہ بعد تین دن کی چھٹی پر گھر جا رہا تھا

حویلی پہنچتے پر اسکا اچھا بھلا استقبال ہوا تھا مور جان بھی بیٹے کو دو ماہ بعد دیکھنے کے بعد سب بھول کر خوشی سے پھولے نا سما رہی تھیں

انہوں نے خود کچن میں گھس کر اسکی پسند کا کھانا بنایا تھا

وہ سب گھر والے کھانے کے بعد خوش گپیوں میں مصروف تھے

جب اورنگ کے فون کی رنگ ہوئی

اس نے شہیر کا نام دیکھ کر مسکراتے ہوئے کال پک کی تھی

اچھا کیوں یار؟

تو وہ سب کے بغیر اکیلے یہاں کیسے رہے گی

چلو میں پتا کرتا ہوں روشے سے

تین منٹ کی بات کے بعد اس نے فون بند کر دیا سب نے یکطرفہ بات سنی تھی

اس لیے اسکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے

وہ آبش بھابھی کی چھوٹی بہن ماہکان واپس نہیں جا رہی اسکا کہنا ہے وہ یہیں آبش کے بچوں کے ساتھ رہے گی

شہیر کہہ رہا تھا روشانے سے کہو سٹڈی اور ایڈمیشن کے حوالے سے اسے تھوڑا گائیڈ کرے

سب نے سر ہلا کر بات کو نارمل لیا لیکن مور جان ایک دم خاموش ہو کر وہاں سے اٹھ گئیں تھیں

اورنگ نے حیرت سے انکا چپ ہونا پھر اٹھا کر جانا نوٹ کیا لیکن کچھ بھی سمجھ نا سکا

پھر کچھ دیر بعد بلی تھیلے سے باہر آ گئی جب مورے کڑے تیور لیے اورنگ کے کمرے میں بغیر دروازہ بجائے داخل ہوئی تھیں

وہ راستے میں شہیر کو فون کرتا آیا تھا

لیکن نمبر بند جا رہا تھا

کھانے کے وقت سرسری سی بات ہوئی تھی جبھی کھانا کھانے کے بعد کمرے میں آیا بیڈ پر نیم دراز ہوتے دوبارہ سے شہیر کا نمبر ملانے لگا بیل جا رہی تھی لیکن اب کوئی اٹھا نہیں رہا تھا

وہ اٹھ کر بے چینی سے ٹہلنے لگا پھر کچھ دیر بعد اسنے شہیر کا نمبر ری ڈائل کیا خوش قسمتی سے دوسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا

اگلی طرف سے کسی کے بولنے کا انتظار کیے بغیر فوراً سے بولا تھا

شہیر بھائی ابھی تو ٹھیک تھے اب کیا ہو گیا یار

گھر میں سب خیریت ہے

دوسری طرف جامد خاموشی چھائی تھی

وہ پھر سے بولا ہیلو شہیر بھا

شہیر بھائی نہیں ہیں

میں ہوں

اسکی بات ختم ہونے سے پہلے دوسری طرف ہلکی سی آواز میں کہا گیا تھا

آپ کون ؟

اس نے محتاط لہجہ میں پوچھا

میں،

میں ہوں

دوسری طرف سے اسقدر معصوم جواب پر اورنگ کے ہونٹوں پر بڑی دلفریب مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا

وہ لمحہ بھر میں جان گیا تھا کہ میں میں کون ہے جبھی ریوالونگ چئیر پر بیٹھ کر بیک سے سر ٹکاتے مسکراتے ہوئے بولا تھا

میں میں کون؟

آپ بکری ہو

نہیں میں بکری نہیں میں ماہو ہوں

شہیر بھائی کی بہن

آپ کون ہیں ماہو نے اورنگ کی بات کا تفصیلی جواب دیتے ہوئے الٹا سوال کیا

اچھا تو آپ "میں ماہو" ہیں؟

میں "میں اورنگ" ہوں

شہیر بھائی کا دوست

اورنگ نے مسکراتے ہوئے کہا وہ نجانے کیوں اسے چڑانا چاہ رہا تھا

نہیں "میں ماہو" نہیں صرف ماہو

وہ اس قدر مگن تھا کہ محسوس نہیں کر پایا کہ کوئی دروازہ کھول کر کمرے میں آیا ہے

او اچھا اچھا صرف ماہو بی بی

اسکی بات مکمل۔ ہونے سے پہلے دوسری طرف دھاڑ کی صورت کہا گیا تھا

مسٹر بدرنگ

مسٹر بدرنگ نے دھیمے سروں میں مسکراتے ہوئے کہا تھا

ستانہ زاااار)صدقے جاواں (

آبش کی موت کو ایک ماہ گزر چکا تھا

اس عرصے مین زیادہ تو نہیں لیکن وہ لوگ سنبھل گئے تھے یا سنبھلنے کی کوشش کر رہے تھے

جہاں پر کوئی اپنے اپنے غم میں غم تھا وہاں تین ننھے پھولوں کو بختاور نے اپنی آغوش میں سما لیا تھا

عون اسوہ تو سمجھ دار تھے کبھی شہیر تو کبھی اپنی دادی کے پاس چلے جاتے لیکن چھوٹا حیدر اسے ہر پل نچائے رکھتا تھا

اس سارے عرصے میں اس نے گھر کے ہر فرد خاص کر سمعیہ سے بچنے کی کوشش کی تھی اسکی کوشش ہوتی کسی بھی طرح سمعیہ سے سامنا نا ہو لیکن ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے آخر کب تک؟

وہ بھی ایک عام سا دن تھا سیف صاحب شہیر اور بڑے تینوں بیٹے قبرستان گئے تھے

عاصمہ بیگم بڑی دونوں بہوؤں کے ساتھ آبش کے پورشن میں قرآن خوانی کا ارینج کروا رہی تھیں

اس وقت گھر بختاور اور سمیعہ (شہیر کی بہن آبش کی بھابھی) کے سوا کوئی نہیں تھا

بختاور عون اور اسوہ کو سلا کر باہر آئی تو سمعیہ حیدر (شہیر کا چھوٹا بیٹا) کو سنبھالتے ہلکان ہو رہی تھی وجہ اسکی چھ ماہ کی بیٹی حیدر کو ماں کی گود میں دیکھ کر گلہ پھاڑ کر رونے لگی تھی جو ابا حیدر نے بھی رونا شروع کر دیا تھا

وہ کچھ دیر کمرے کے دروازے پر کھڑی سوچتی رہی کہ آگے جائے یا نا جائے پھر جب حیدر کا رونا برداشت نا ہوا تو ہمت کر کے آگے بڑھی اور اسے سمیعہ کی گود سے اٹھالیا

ارے ارے میرا بچہ کا ہوا

پھپھو نے مارا او

ہم اب پھپھو سے نہیں بولیں گے او کے

چپ کر جاو سونے

وہ حیدر کو بازوؤں میں جھلاتے ہوئے پیار سے پچکار رہی تھی سمعیہ اپنی بیٹی کو چپ کرواتے حیرت زدہ سی اسے دیکھنے لگی

بختاور کی نظر سمعیہ پر پڑی تو اسکا چہرہ خفت سے لال ہو گیا دونوں نے ایک دوسرے سے نظریں پھیر لیں تھیں

ان دونوں کا یہ معمول پہلے دن سے تھا جب انکا سامنا ہوتا بختاور کترا کر گزر جاتی سمعیہ چاہ کر بھی کچھ نہیں کہہ پاتی تھی

آبش کی شادی پر بختاور کو اس گھر میں آئے کچھ ہی دن ہوئے تھے اسی لیے وہ اندر کے کام نبٹاتی اور کمرے میں چلی جاتی سمعیہ نے اسے دیکھ کر اگنور کیا تھا

واپس جاکر عاصمہ بیگم سے پوچھنے پر حقیقت پتا چلی تو دل دکھ سے بھر گیا اسکے سارے گلے شکوے مٹ گئے تھے

اب پچھلے ایک ماہ سے وہ دیکھ رہی تھی کوئی رشتہ ناہوتے ہوئے بھی وہ آبش کے تینوں بچوں کو یوں سنبھال رہی تھی جیسے انکی سگی ماں ہو

حیدر سو یا تو بختاور اسے کمرے میں لے گئی سمعیہ کی بیٹی بھی سو گئی تھی

سمعیہ نے اسے روم میں سلایا اور کچن میں جاکر کافی بنانے لگی

ستانہ زاااار)صدقے جاواں(

یہ آپ مجھے کونسی جناتی زبان میں گالیاں دے رہے ہیں

گزرے سالوں میں ماہکان جب وقت بے وقت شہیر کو وائس تو کبھی ویڈیو کالز کرتی تو اکثر اورنگ کہیں آس پاس ہی ہوتا تھا دونوں کی کبھی کبھار ہیلو ہائے ہو جایا کرتی تھی کیونکہ اورنگ کی اردو اچھی ہونے کے باوجود بہت اچھی نہیں تھی اسلیے اکثر اسکے پشتو جملے ماہکان کی سماعت سے گزرتے رہتے تھے وہ بغیر کسی چیز کا لحاظ کیے شہیر سے فوراً کہتی تھی

شہیر بھائی اپنے دوست سے کہا کریں انسانوں والی زبان میں بات کیا کریں

کہیں یہ جن تو نہیں پتا نہیں کونسی جناتی زبان بولتے ہیں کیا خبر آپکو گالیاں نکالتے ہوں

دوسری طرف ہر بار شہیر کے جواب دینے سے پہلے ہی اورنگ کا قہقہہ گونجتا اور کہا جاتا

اوکنہ اوکنہ (ہاں جی ہاں جی)

آج پھر ماہو اسکے چڑانے پر واقعی چڑ گئی تھی۔۔۔

ارے ارے نہیں میں گالیاں نہیں نکال رہا بلکہ میں تو کہہ رہا ہوں آپ بہت اچھی ہیں

آپ بہت پیاری ہیں

ب

اورنگ نے متوقع جنگ سے بچنے کے لیے فوراً دفاعی انداز میں کہا تھا

آپ سچی مچی کہہ رہے ہیں؟ دوسری طرف لہجہ بے یقین سا تھا

ہاں ہاں بلکل سچی مچی اچھی لڑکی

اورنگ اسے کسی بچے کہ طرح بہلاتے ہوئے بولا

لیکن

ہوائی میں سب کہتے

ماہو بہت بے وقوف ہو

میری کلاس فیلوز کہتی ہیں مجھے بلکل ڈریسنگ سینس نہیں ہے

اب آپ بتاو

مسٹر بدرنگ

مجھے انگریزی ڈریس اچھے نہیں لگتے تو بھلا میں کیوں پہنوں؟

یاخدا پاک

اورنگ، منہ میں بدبدایا

کیا کیا کہا آپ نے مسٹر

اس سے پہلے کہ ماہکان بدرنگ کہتی وہ فوراََ سے بولا

میں نے کہا

وہ انگریز سارے بونگے ہوتے ہیں

(تمہاری طرح) (آپکی طرح)

دونوں نے ایک دوسرے کو دل میں کہا تھا

انہیں کیا پتا بھلا؟

آپکا ڈریسنگ سینس بہت اچھا ہے

آپ ہر لباس میں بہت اچھی لگتی ہو

اور آپ ایک انٹیلیجنٹ گرل ہو

(یااللہ معاف کرنا اتنے جھوٹ بولنے پر)

اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر ہنستے ہوئے سوچا

ہائے اللہ مسٹر بدرنگ آپ کتنے اچھے ہیں نا

ماہکان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا جبھی اسکی چیختی آواز فون سے باہر تک سنی گئی تھی

میں ؟

میں بلکل نہیں نا

اصل میں آپ خود بہت اچھی ہیں نا

اسی لیے سب اچھے لگتے ہیں

اور ہاں

آپکی سنگنگ کا تو میں فین ہوں

یہ سب باتیں کہتے اسے ایک پل کو بھی احساس نہیں ہوا کہ اسکی یہ مزاق میں شفقت بھرے جذبوں کے زیر اثر کہے گئے معمولی سے لفظ فون کی دوسری طرف کان لگائے سنتی نو عمر لڑکی پر کیسا اثر چھوڑیں گے

اس نے ایک پل کو نہیں سوچا کہ وہ ایک روائیتی پٹھان گھرانے سے تعلق رکھتا ہے اگر گھر کے کسی فرد نے سن لیا تو وہ کیا سوچے گا

اورنگ کی بات جواب میں ماہکان نے تفاخر سے کہا

ہے ناں

سچی مجھے یقین تھا

یہ جو ہوائی میں میرے گانے یا گٹار بجانے پر سب کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے وہ سب کے سب ناقدرے لوگ تھے

ایک نا ایک دن مجھے فن کی قدر کرنے والے لوگ مل جائیں گے لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ میرا اتنا بڑا فین اور سچا قدردان یوں گھر کا ممبر ہو گا

اورنگ کے منہ سے یکلخت نکلا تھا

اسغفر اللہ

اسے شہیر کئی بار بتا چکا تھا ماہو انتہائی بے سری ہے اور گٹار تو یوں بجاتی ہے کہ اگر کہیں ویرانے میں بجائے تو روحیں چھوڑ بد روحیں بھی کانوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگیں

اس سے پہلے کہ وہ ماہو کی اس بے تکی بات پر کوئی جواب دیتا پیچھے سے کسی نے موبائل چھین لیا تھا

وہ ہنستے ہوئے ہم نفسوں سے کہہ رہا تھا

اچھا اچھا بھئی بتاتا ہوں

اسے لگا وہ بات کرتے کرتے اسی سمت آ رہا ہو

لو سجنوں پھر سنوں

وہ کتنا خوبصورت ہے

ماہکان کو کچھ دیر پہلے والی خود پر ٹکی نظروں کا پتا چل گیا تھا کسی احساس کے تحت وہ کانپنے لگی تھی جبکہ کوئی ہر بات سے قطع نظر اپنے دوستوں سے کہہ رہا تھا

کہاناں خوبصورت ہے

اور اتنی خوبصورت ہے

کہ اُس کے مخملیں تن سے نگاہیں بھی پھسلتی ہیں

قسم ہے ساحلوں کو چومتی پاگل ہواوں کی

وہ جب پلکیں اُٹھاتی ہے تو یوں محسوس ہوتا ہے

سمندر رقص کرتا ہے

اور اُس کے رقص کی لے پر پرندے گیت گاتے ہیں

وہ جب پلکیں جھکاتی ہے

تو سورج وقت سے پہلے اُفق میں ڈوب جاتا ہے

قسم اِن طاق میں جلتے ہوئے پانچوں چراغوں کی

وہ جب بھی مسکراتی ہے

دھنک کو آٹھویں رنگ کی طلب محسوس ہوتی ہے

ہوا کچے گلابوں کی مہک میں بھیگ جاتی ہے

قسم شب کی سیاہی کی

کہ جب وہ کاکُلِ پیچاں کی گرہیں کھول دیتی ہے

اندھیرا پھیل جاتا ہے

یونانی آرٹسٹوں نے جسے کینوس پہ لانے کی ہمیشہ کوششیں کی ہیں

مجسمہ ساز جس کے ساحرانہ حُسن میں کھو کر مقدس دیویوں کے خال و خد تخلیق کرتے ہیں

وہ ایسی ایک مورت ہے

کہاناں خوب صورت ہے

ماہکان وہاں سے بھاگنے کے لیے کھڑی ہوئی جلدی میں پاؤں پھسلا وہ جھیل کی طرف گری تھی

اسکی سب سوچوں پر ایک سوچ حاوی ہوگئی تھی کہ وہ تیرنا نہیں جانتی اس نے بند آنکھوں سے دعا کی آنیوالی بدنامی سے بچنے سے اچھا ہے وہ ڈوب کے مر جائے

اس سے پہلے کہ وہ جھیل میں گرتی اور اسکی دل سے مانگی ہوئی دعا قبول ہوتی

کسی کے محبت بھری نرم گرفت نے اسکا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا تھا

اسکا پورا جسم جھیل پر گرا ہوا پانی کی سطح سے ایک فٹ کے فاصلے پر تھا

جبکہ اسکا ہاتھ تھامے کھڑا شخص بھی تقریباً جھیل پر اوندھا ہوا تھا

اسکی سرخ آنکھیں ماہکان کی لرزتی بند آنکھوں پر جمی تھیں اور ان دونوں پر کافی لوگوں کے علاوہ کسی اور کی نظریں بھی ٹکی تھیں

وہ جو دور آسمانوں میں چمکتے ہوئے مغرور ہوتا تھا وہ جسکا عکس کچھ دیر پہلے ماہکان جھیل میں دیکھ رہی تھی

وہ اس بھرپور مکمل منظر کو دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا اسے اپنی خوبصورتی میں کمی سی لگنے لگی تھی

ہاتھ پکڑے مہرباں نے اسے اوپر کھینچ کر ایک سائیڈ پر کھڑا کیا

اور تھوڑا قریب ہو کر بولا تھا

آنکھیں کھولیں شہزادی

میں نے نا کہا تھا

میں میسحا نہیں محبت ہوں

میرے پاس مرہم نہیں محبت ہے

میرے ہوتے اس جھیل کی تو دوران ہواؤں کی کیا مجال جو آپکو نقصان پہنچانے کی غرض سے چھوئیں بھی

)ارے صرف عمر کی چھوٹی ہے

شکل کی معصوم پے باقی گن پورے ہیں اس میں

توبہ توبہ کیسی لڑکی ہے بہن کے مرنے کے .بعد بہنوئی کو قابو کر لیا

اے لڑکی میرے بیٹے پر نظریں نا جماوہ پٹھان کا بچہ ہے باہر دلگی تو کر سکتا ہے لیکن شادی

اپنے خاندان میں کرے گا (

وہ جو اسی شخص کو اپنے آس پاس نا دیکھنے تیسری بار بدنام ہونے سے بچنے کے لیے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی ماضی کی کریہہ آوازوں نے اسے بہتی آنکھوں کے ساتھ اتنی شدید اور کھری محبت سے رخ پھیرنے پر مجبور کر دیا تھا

پیچھے کھڑی محبت بے چین ہوئی اس سے پہلے کہ محبت سارا چین کھو کر پھر سے ماہ کان کے سامنے جاتی اسکی ہاری سی آواز گونجی تھی

چلیں جائیں

آپ جس نگری کے شاہ ہیں

وہاں واپس چلے جائیں

لیکن مس ماہ

محبت جیسے روئی تھی

پلیز عارش صاحب

اس بار رخ پھیرے لڑکی نے ہاتھ اٹھا کر مضبوط لہجے میں کہا

ان گلیوں میں محبت کی صدائیں لگانے والوں کو عمر قید سنائی جاتی ہے

جب جب لوگ ملن رت کے خیالوں سے حسین خواب بن رہے ہوتے ہیں ساری دنیا محبت کی باآوری کے جشن منا رہی ہوتی ہے

تب تب ہماری گلیوں میں محبت اداس پھرتی ہے

بات کے آخر تک اسکا لہجہ بھیگ گیا تھا

اس سے پہلے کہ آپکی یکطرفہ محبت ہم دونوں کے لیے سزا بن جائے واپس چلے جائیں

پلیز

واپس چلے جائیں

وہ کہہ کر رکی نہیں تھی

پیچھے کھڑی محبت نے ایک نیا عزم کیا تھا

دور جاتی لڑکی کے پیچھے کھڑی محبت نے محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر بجائے قدم پیچھے ہٹانے کے ایک نیا عزم کیا اور بھاگتے قدموں سے اسکے پیچھے لپکی تھی

ارے ارے

پلیز میری بات پوری سن کر جائیں

مجھے ہر قید منظور ہے

مس ماااا

وہ تیز تیز کہتا ہوا اسکے پیچھے آرہا تھا جب کسی دیوار سے ٹکرایا تھا

دیوار اچانک اسکے اور ماہ کے بیچ حائل ہو گئی تھی

عارش احمت وہ جو کسی دور دیس کا شاہ تھا

اس نے دیوار کی اوٹ سے ہلکا سا سر ترچھا کر کے دیکھا

ماہکان سیف الرحمان وہ جو محبت سے انکاری لڑکی تھی جسکے زخموں کو مسیحائی سے ضد تھی

ایک بار پھر سے دل کو زخم زخم کیے دور جا رہی تھی

زخم پرانے تھے یا نئے اس بات سے قطع نظر وہ محبت کا اسم بار بار پھونک کر اسکے زخموں کی مسیحائی کرنا چاہتا تھا

مگر

چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ان دونوں کے بیچ مضبوط دیوار کھڑی ہو گئی تھی

اسکے ہاتھ سے کسی نے جھپٹ کر موبائل چھینا تھا

سخت غصے میں کچھ کہنے کے لیے وہ پلٹا سامنے مرجان بیگم کو غضبناک آنکھوں سے خود کو گھورتے پایا

کیا میں جان سکتی ہوں

میری پرورش میں کہاں کمی رہ گئی تھی جو تم ایسی پنچ حرکتوں پر اتر آئے؟

مورے کی بات نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا انہیں حیرانگی سے دیکھتے ہوئے بولا کچھ نہیں

ارے

میں تو حیران ہوں

وہ لڑکی کیسی ماں کی بیٹی ہے کیسے بھائی کی بہن ہے جسے انہوں نے یوں نامحرم مردوں سے بات کرنے کی راہ رسم بڑھانے کی اجازت دے رکھی ہے

لیکن انہیں کیا کہوں جب اپنا ہی دامن داغدار ہو

مرجان بیگم بات مکمل کرتے ہوئے باقاعدہ رونے لگی تھیں

انکی بات اورنگ کے سر میں لگی تلوں پر بجھی تھی

وہ اپنے اور ماہکان کے بارے ایسی بات پر ایک پل کو گنگ رہ گیا تھا

اس سے پہلے کہ کچھ کہتا مرجان بیگم نے آنسوؤں کے بیچ اسے مخاطب کیا

اورنگ خان

(کسی کی بہن بیٹی پر بری نظر رکھنے والے چکنی چپڑی باتوں سے کم عمر کچے ذہنوں کو لبھانے انکو خوشنما نظر آنیوالے کالے راستوں کا پتا دیتے نیک صورت پارساء مرد بے غیرت ہوتے ہیں)

اورنگ کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ بیچ میں سما جائے اتنا گھٹیا الزام اسے خود سے نفرت ہونے لگی تھی پھر بھی اپنے لیے نا سہی اس معصوم کے لیے جسکو تو ابھی صحیح سے زندگی کا شعور تک نہیں آیا تھا اسکے لیے اسے کچھ تو بولنا تھا

مور جان

یہ آپ کیسی باتیں کر رہی ہیں

ایسا کچھ نہیں

خدا قسم وہ تو چھوٹی سی معصوم بچی ہے میں ایسا سوچ بھی کیسے سکتا ہوں

آں ہں بچی

اسی بچی کی عمر میں دل جاناں (بڑی بیٹی)

کا ایک بیٹا بھی تھا

مرجان بیگم اسکی بات پر منہ پھیر گئیں تھیں

کیونکہ دل جان آپا

ہمارے ہاں کی جہالت میں ڈوبی ظالم رسموں کی بھینٹ چڑھ گئیں تھیں گڑیا سے کھیلنے کی عمر میں انہیں اپنے بچے کھیلانے پڑے

یہ سب غیر انسانی رسم ورواج یہاں پہاڑوں پر شان کے ضامن ہوتے ہونگے مہذب دنیا میں ظلم ہے سراسر ظلم

اورنگ کی آواز ماں کے احترام میں شدت ضبط سے پھٹ رہی تھی

مورجان اسکی کسی بھی بات کا اثر لیے اپنی کہے جارہی تھیں

مجھے اگر کوئی ثبوت کے ساتھ بھی آکر کہتا

مرجان بیگم تمہارا بیٹا بدکردار ہے میں ہر گز نا مانتی لیکن اس دن شہیر کے گھر اس لڑکی کو تمہارے قریب دیکھ مجھے عجیب اور آج فون پر تمہاری باتیں سن یقین ہو گیا

میرا بیٹا بدکردار

مجھے لگتا تھا میں نے جو اپنے بچوں پر ہر نماز کے بعد کلام پاک کی آیات پڑھ کر پھونکیں ہیں باوضو رہ کر انکی پرورش کی ہے ان سے زیادہ پارسا اور نیک طینیت کوئی ہو ہی نہیں سکتا

انکی آواز، میں شدید غصے کے ساتھ دکھ ہلکورے لے رہا تھا

مورجان کاش آپ نے کلام پاک صرف پڑھانا ہوتا

اورنگ کی آواز صدمے کے زیر اثر ساکت وہ جامد لیکن آنکھیں بہہ رہی تھیں

مرجان بیگم اپنا رونا بھول کر یکلخت اسکی طرف پلٹی تھیں

کاش آپ نے ہم پر آیات پڑھ کر پھونکنے کی بجائے انکا مطلب سمجھا ہوتا تو آج یوں اپنی اولاد کے ساتھ ساتھ کسی معصوم پر بہتان نا لگاتیں

مرجان بیگم کے دل کو کچھ ہوا

مور جان

کاش آپ جانتی کسی بے گناہ پر بہتان لگانا آسمانوں سے زیادہ بوجھل ہے

اللہ قرآن پاک کہ صورت احزاب میں

(مومن مرد عورت کو زبانی ایذاء(بہتان (دینے والے کے عمل کو سخت گناہ قرار دیا ہے)

اورنگ اپنی بات مکمل کرتا کمرے سے چلا گیا تھا جبکہ مرجان بیگم کے دل میں اچانک ندامت کا احساس جاگا تھا

وہ بات مکمل کرتے رکی نہیں تھی بلکہ تیز قدموں سے دور جانے لگی

اسے لگا اگر وہ ایک منٹ بھی یہاں کھڑی رہی تو عارش کی محبت کی بلاخیز لہریں اسے بہالے جائیں گی

شہیر کی بیگم کے پاس پہنچ کر اس نے ایک پل کو رخ موڑ کر دیکھا وہ دور کھڑا کسی شخص کی اوٹ سے اسے ہی دیکھ رہا تھا

وہ جو شاہ مصر تھا جسکی گہری سرخ آنکھوں میں قید خانوں کے دروازے ہمہ وقت کھلے رہتے تھے

ان آنکھوں کی چمک ماند پڑنے لگی تھی

جن آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی محبت اور وارفتگی کی سرخیاں گھلنے لگتی تھیں انہی آنکھوں میں گھلی نارسائی کی اذیت وہ اتنی دور سے محسوس کر سکتی تھی

ایک پل لگا اور اسکا دل روح وجود وہ ساری کی ساری بلکہ اسکے آس پاس سب کچھ پتھر ہو گیا

اسے لگا پورا لندن جامد و ساکت پتھر ہو گیا اگر متحرک ہیں تو تھوڑی دور ماند پڑتی دو سرخ آنکھیں اگرچہ فاصلہ بہت تھوڑا تھا لیکن وہ دونوں میلوں کی مسافت پر تھے

ماہ نے دائیں ہاتھ سے آنکھوں میں آئے آنسو پونچھے اور رخ پھیر گئی

رخ پھیرتے ہی اسے شہیر کی بیوی اپنی طرف آتی دکھائی دی

ارے ماہو

تم یہاں کھڑی ہو جبکہ شہیر تمہیں ساری محفل میں ڈھونڈ رہے ہیں

ایں مجھے

آپ کے پاس ہوتے ہوئے انہیں فرصت کیسے مل گئی؟

اس نے زبردستی کی بشاشت چہرے پر قائم کرتے ہوئے چھیڑا تھا

حسب توقع وہ اتنی سی بات پر لالا پیلی ہو گئیں ماہکان انکو یوں بلش ہوتے دیکھ ایک پل کو اپنا دکھ بھولے مسکراتے ہوئے بولی

اللہ رے

کون کہے گا جنابہ صاحبہ اڑ تیس سالہ خاتون ہیں جبکہ حرکتیں ٹین ایج بچیوں والی ہیں

(چنداجب شادی ہو گی تو) بھابھی مزاق میں بات کرتے کرتے رک گئیں کیونکہ شادی کے نام پر ماہکان کے چہرہ سیاہ پڑ گیا تھا

اس سے پہلے کہ وہ شرمندگی زائل کرنے کے لیے کچھ کہتیں شہیر ہاتھ میں گٹار تھامے انکی طرف چلا آیا تھا

ماہو پتر

یہ پکڑو اور اچھا سا گانا سنادو

شہیر کی بات پر ماہ نے نمناک آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا وہ فوراً سے نظریں چرا گیا

یار آج تمہارے ابا بھائیوں سے شرط لگا کر آیا ہوں

انکا کہنا ہے کچھ بھی ہو جائے ماہو نا گا سکتی تھی نا گا سکتی ہے نا کبھی گائے گی

جبکہ میرا کہنا ہے ہماری ماہو

بہت اچھا گاتی تھی گاتی ہے اور جب جب دل کرے گا گاتی رہے گی

اب اپنے بھائی کا مان رکھ لو بچے

شہیر نے کچھ ایسے کہا کہ وہ انکار نہیں کر پائی اسکے ہاتھ سے گٹار تھاما پھر ان دونوں میاں بیوی کی ہمراہی میں سینٹر پوائنٹ کی طرف بڑھ گئی

جاتے جاتے اس نے ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا عارش بجھی ہوئی آنکھیں لیے وہیں کھڑا تھا

وہ ہاتھوں میں گٹار تھامے چپ چاپ گم سم کھڑی تھی

بے شک کوئی بھی کہتا وہ یہ مر کر بھی نا کرتی لیکن شہیر نے بہت محبت سے منت کرنے والے انداز میں کہا تھا سو ماننی پڑی سب لوگوں کی نظریں اس پر تھی جبکہ اسکی نظریں جھکی ہوئی تھیں

کم آن ماہو

شہیر کی بیوی نے مسکراتے ہوئے حوصلہ دیا جو ساتھ ہی بیٹھی تھی

اس نے نظریں اٹھائیں وہ وہاں نہیں تھا جہاں کچھ دیر پہلے کھڑا تھا ادھر ادھر دیکھا وہ کہیں نہیں تھا

ایک پل کو دل میں ڈھیروں سکون اترا لیکن اگلے ہی لمحے دل خالی ہوتا محسوس ہوا سامنے

شہیر کی طرف دیکھا جس نے آنکھیں بند کر کے شروع کرنے کا اشارہ کیا تھا

اسکی انگلیاں گٹار کی تاروں پر تھرکتے ہوئے نارسائی کی آبلہ پائی کی دھن بجانے لگیں

تھوڑی دور جھیل کنارے بیٹھے سرخ سروں والے سیاہ راج ہنسوں کے جوڑے نے بہت

افسردہ نظر سے اس پیاری سی لڑکی کو دیکھا تھا

جسے ہر بار محبت نئے طریقے سے تڑپاتی تھی

ساری محفل دم بخود اسکے گٹار سے نکلنے والی درد کی دھن میں کھونے لگی تھی

اس نے آنکھیں بند کیں

کسی کی گہری سرخ آنکھوں کی بجھتی جوت نے تڑپ کر آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تو

خود سے گھبرا کر گانا شروع کیا تھا

ہیر ہیر نا آکھو

اڑیوں

میں تو صاحبہ ہوئی

ڈولی لے کر آوے لے جاوے

اسکی آواز کا سوز اسکے دل کی سدا شہیر اسکی بیوی کے علاوہ پوری محفل میں صرف دو لوگوں

نے محسوس کی تھی

اور بڑی جی جان سے محسوس کی تھی

کوئی ڈولی لے کر آوے لے جاوے

او مینوں لے جاوے

مرزا کوئی

لے جاوے

مرزا کوئی.

گانے کے اختتام پر ساری محفل تالیوں سے گونج اٹھی ماہ نے اب تک آنکھیں نہیں کھولی تھیں

"ہم شہر ناتمام میں ________ آوارہ ہی پھرے

آنکھیں بھٹک بھٹک کے تمہیں ڈھونڈتی رہیں"

کوئی اسکے کان کے بلکل قریب بولا اسکی دبی دبی چیخ نکلی جو تالیوں کی گونج میں دب سی گئی تھی

ماہ یہ آواز یہ انداز لاکھوں کروڑوں میں پہچان سکتی تھی اسکا دل ڈوبنے لگا

ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو اسکے دل نے ماضی کو بھولنے کی چھوٹی سی سعی کرتے کسی کی سرخی مائل آنکھوں میں بسنے کی ہلکی سی دعا مانگی تھی

اس نے شدتوں سے دعا کی کہ ہر بار کہ طرح اس بار بھی سراب ہو اور ڈرتے ڈرتے آنکھیں کھولیں ٹھیک اسی وقت تھوڑا آگے جاچکے شخص نے رخ اسکی طرف موڑا تھا

وہ جو تھا

کیپٹن اورنگ خان یوسفزئی

وہ سراب وہ پہاڑوں کا رہنے والا پہاڑی شہزادہ حقیقت بن کر بلکل سامنے کھڑا تھا

جسکی مسکراہٹ آج بھی ویسی تھی

دلوں کو باندھ لینے والی دیوتاؤں جیسی

ماہکان کانپتے قدموں سے پیچھے ہٹنے لگی تھی

اس شخص سے دور ہوتی گئی

سامنے نظر آتے ادھیڑ عمر شخص کو دیکھتے ہوئے اسکے دھیان کے پردے پر اکیس بائیس سالہ مسکراتا نوجوان جگمگایا جو ہاتھ سینے پر باندھے جھک کر شرارتی سے لہجے میں کہہ رہا تھا

،ستا تابعدار بی بی (جو حکم میڈم)

اسکی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگے تھے جب دور ہو جانے والے شخص نے اسکی طرف قدم بڑھائے تھے

)اوکے ٹین ایئر زکی بڑی ساری لڑکی

صرف ماہکان نائس ٹو میٹ یو(

پہاڑی شہزادے کا گنگناتا سا لہجہ پھر سے اسکی سماعتوں سے ٹکرایا تھا

وہ مسلسل ایک ایک قدم پیچھے ہٹ رہی تھی کہ اچانک کسی دیوار سے ٹکرائی تھی

لیکن نجانے کیوں اس ٹکرانے میں اسے کافی سال پہلے کی طرح نا چوٹ لگی نا تکلیف پہنچی بلکہ وہ جس دیوار سے ٹکرائی وہ دیوار اسکا لمس پاتے ہی اپنی تمام سختی چھوڑ کر پھولوں میں ڈھل گئی تھی

اس دیوار سے خوشبوئیں پھوٹنے لگی تھیں

محبت کی اپنایت کی سب سے بڑھ کر جاںنثاری کی اور اس سے بھی بڑھ کر مسیحائی کی خوشبوئیں

دیوار کا نرم گرم خوشبودار سا لمس اسکا دل دھڑکا گیا تھا

وہ بہتی آنکھوں کے ساتھ پلٹی

ــــسسسسسس

لیکن اگلے ہی لمحے اسکے منہ سے سسکاری نکلی کیونکہ اسکے بال دیوار کے سینے پر لگے بٹن میں اٹک گئے تھے

اسکا رخ ٹیڑھا سر دیوار کے سینے کی طرف جھکا ہوا تھا

اتنا کے دیوار کو اسکے بالوں سے اٹھتی خوشبو بے خود کر رہی تھی

وہ دھڑکتے دل کے ساتھ ہلکا سا پلٹ کر اپنے بال چھڑانے لگی اسے پورا یقین تھا لیکن پھر بھی ایک موہوم سی امید پر آنکھ اٹھا کر بھی دیوار کی طرف نہیں دیکھا تھا

بہت کوشش کے بعد بھی جب وہ الجھن سلجھا نہیں پائی تو بڑے نا محسوس انداز میں دیوار کے ہاتھ اسکی الجھی زلفیں سلجھانے لگے

اسی وقت پاس کہیں سے میوزک کی آواز بلند ہوئی محفل میں موجود کسی میوزیشن نے پیانو پر محبت کی کوئی رومانٹک دھن بجانا شروع کی تھی

ماہکان کی ساری فیملی دوسری طرف تھی کافی عرصے سے اسکی الگ تھلگ رہنے والی طعبیت کے باعث گھر کا کوئی فرد اسکی تلاش میں اس طرف نہیں آیا تھا لیکن اس سب سے قطع نظر اسکی طرف پیش قدمی کرتا شخص اسے یوں کسی کے اتنا قریب دیکھ کر ٹھٹک گیا کیونکہ دور سے دیکھنے پر ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ماہکان اس شاندار سے بندے کے سینے میں سر چھپائے ہوئے ہو

الجھن سلجھاتی دیوار کی پناہوں میں سمٹی ماہکان اسکے لبادے سے آتی مہنگے پرفیوم کی خوشبو جس میں تمام مصنوعی و پھولوں سے زیادہ کسی جذبے کی سچی خالص خوشبو شامل تھی ماہ کے ہواسوں پر چھانے لگی وہ یکدم سب بھولتی چلی گئی

ان دونوں کو اسقدر قریب دیکھ کر تھوڑی دور تالاب کے کنارے کھڑا سرخ سروں والے راج ہنسوں کا جوڑا جو کچھ دیر پہلے اداس سر جھکائے ہوئے تھا

جھومنے لگا

اوپر چاند جو کچھ دیر پہلے اپنی چاندنی سمیٹنے کے درپے تھا اچانک بادلوں کی اوٹ سے نکلا اور مسکراتے پورے زور شور سے چمکنے لگا تھا

محبت کی دھن کا اثر تھا یا مکمل منظر کا جب محفل میں موجود ڈینگ کپلز انہیں اتنا قریب دیکھ خود بخود قریب آ گئے اور میوزک کی دھن پر تھرکنے لگے ایک دوجے میں گم ہونے لگے ان پر سے سب کا دھیان ہٹ گیا سوائے دو لوگوں کے

کھینچا تانی میں ماہکان کے سارے بال کھل کر چہرے اور اطراف میں بکھر گئے الجھن سلجھاتی دیوار اتنا خوابناک منظر دیکھ خود پر کیے سارے ضبط کھو بیٹھی اور سب کام چھوڑ اسکی زلفیں سلجھانے لگی

"ہائے اس کے ماتھے پہ بکھرے بال

میں یونہی دل ہار گیا دیکھتے دیکھتے"

وہ جو کھوسی گئی تھی اس نے جھٹکے سے نظر اٹھا کر اوپر دیکھا اسکا دل اسکی روح صحیح پہچانی تھی وہ محبت کا شاہ تھا

جسکی سرخی مائل آنکھیں خوبصورت جزبوں کے زیر اثر لہو رنگ ہو رہی تھیں مسکراتے ہوئے اس پر نثار ہوئے جا رہا تھا

ماہکان ایک لمحے کو پھر سے کھونے لگی

یہ جو مصری پروفیسر ہیں ان کی مسکراہٹ کبھی میری جان لے لے گی

ہائے یار یہ جو پروفیسر عارش کی آنکھیں ہیں مجھے پکا یقین ہے اتنی پر کشش آنکھوں والا مرد پورے لندن تو کیا یورپ میں نہیں ہو گا

اسکے کانوں میں یونی میں سنے گئے سٹوڈنٹس کے جملے گونجنے لگے تبھی کوئی بولا تھا

ویل زاار دادی پکی کمی وو

(صدقے جاؤں بس اسی کی کمی تھی)

اس جملے پر اچانک سارا فسوں ٹوٹا وہ ٹرانس سے نکلی سامنے عارش کھڑا تھا وہ جھٹکے سے دور ہوئی کئی بال ٹوٹ کر عارش کی شرٹ کے بٹن سے اٹک گئے لیکن وہ درد کی پرواکیے بغیر اس سے

دور ہوئی اتنے وقت تک اورنگ جوان قریب آچکا تھا اس سے جا ٹکرائی نظر اٹھا کر دیکھا تو اورنگ کے کسی بھی ردِ عمل سے پہلے اس سے بھی دور ہو گئی

وہ بہتے آنسوؤں کے ساتھ درمیان میں جبکہ اسکے دونوں اطراف محبت اپنی بانہیں وا کیے کھڑی تھی

وہ چاہ کر بھی کسی ایک جانب نہیں جا سکتی تھی

اگر پیچھے کو جاتی تو کردار پر لگے کیچڑ کے چھینٹے ہمیشہ کے لیے اسکی پیشانی پر جم جاتے آگے اسے ماضی جانے نہیں دیتا تھا

اسکا جی کیا دھاڑیں مار مار کر روئے اسکے پاس سب تھا لیکن پاس کچھ بھی نہیں تھا وہ اسی حالت میں بھاگتے ہوئے پارٹی سے باہر بھاگی تھی

پیچھے کھڑیں محبتوں کی نظروں نے ایک دوسرے سے نظر چراتے اس پیاری سی لڑکی کا پیچھا کیا پھر ایک محبت تو چپ کر کے سر جھکاتے پلٹ گئی جبکہ دوسری نے اسکے تعاقب میں نکلنے کا فیصلہ کیا تھا

جبکہ اس سب سے پیش نظر محبت کے فرشتے جو کچھ دور چپ چاپ آرام سے بیٹھے راج ہنسوں کا جھومنا دیکھ رہے تھے ان تینوں کی چھوڑی ہوئی جگہ پر آئے سینیئر نے جونیئر سے آبرو کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا ہاں بھئی کیا کہتے ہو

جونیئر نے ایک نظر اپنے افسر کو دیکھا پھر بولا

محبت کیا کوئی بچوں کا کھیل ھے !!

جل جاتی ہیں جو انیاں لفظوں کی آگ میں !!!!

سنیر نے نا سمجھی سے نظر اٹھائی کیا مطلب ؟

محبت ہمیشہ محبت کو صاحب ملتی ہے

جونیر کی بات مکمل ہونے پر ایک لمحہ دونوں ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھتے رہے

کچھ دیر بعد دونوں کھلکھلا کر ہنستے ہوئے وہاں سے چلے گئے

اسے گھر سے آئے چھ ماہ ہو گئے تھے

وہ اس دن سخت غم و غصے کی حالت میں گھر سے آیا تھا ان چھ ماہ میں بابا دل جاناں روشانے حتیٰ کے مر جان بیگم کے بار بار اصرار پر بھی وہ کورسز کا بہانا بنا کر نہیں گیا تھا

دو بار بابا جان اور ایک بار روشانے اس سے مل گئیں تھی جبکہ مر جان بیگم ایک ماہ سے خود ناراض ہو گئیں تھیں انکا کہنا تھا میں نے جو دیکھا وہی سمجھا اگر میں غلطی پر تھی تو تم۔مجھے سمجھا دیتے

جبکہ اورنگ کا موقف تھا کہ آپ نے بات نہیں کی بہتان باندھی تھی اس پر مرجان بیگم پھر سے غصہ ہو گئی تھیں

گزرے چار ماہ میں شہیر کافی حد تک سنبھل گیا تھا لیکن فلحال ادارے کی طرف سے آفیشل لیو پر تھا

اورنگ کی اس سے روزانہ بات ہوتی تھی لیکن وہ شہیر کے کہنے پر چاہتے ہوئے بھی اسکی طرف نہیں جاسکا تھا

پچھلے کچھ دن کی طرح آج صبح باباجان کا فون آیا جنکا کہنا تھا روشانے کے سسرال والے شادی کی ڈیٹ مانگ رہے ہیں چونکہ وہ اکلوتا اور بڑا بھائی ہے اس لیے سوچے کہ روشانے کی شادی کا کیا کرنا ہے

اورنگ اپنے باباجان کے کہنے کا مطلب اچھی طرح جانتا تھا وہ پس پردہ اسے روشانے کی نند سے شادی کا کہہ رہے تھے

گلالئی (روشانے کی نند) سرخ و سفید رنگت کی مالک بھرے بھرے جسم نیلی آنکھوں والی خوبصورت لڑکی تھی کیونکہ اورنگ نے ابھی تک کسی کے بارے نہیں سوچا تھا اور گلالئی میں وہ سب کچھ تھا جو کسی بھی مرد کی پہلی چاہ ہو سکتی ہے تو اسے اس رشتے میں کوئی برائی نظر نہیں آئی تھی

لیکن اس سب سے ہٹ کر وہ وٹہ سٹہ کے رشتے کا قائل نہیں تھا

روشانے کی رضامندی اور بابا جان کے سمجھانے پر آج اس نے جواب اقرار کی صورت میں دیا

انکا فون بند ہونے کی تھوڑی دیر بعد مرجان بیگم کا فون آیا وہ تو اسکی ہاں کی منتظر تھیں باقی تو جیسے سب تیاری کر رکھی تھی

فوراً اسے پہلی فرصت، میں گاؤں پہنچنے کا حکم صادر کیا تاکہ روشانے اور اسکی شادی کہ تاریخ ٹھہرائی جا سکے

فون بند کرنے کے بعد اس نے ایک لمحے کے لیے آنیوالے وقت کا سوچا ذہن بھٹک کر گلالئ کی طرف گیا تو چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ بکھر گئ تھی

سمعیہ نے کافی کے ایک کی جگہ دو کپ بنائے تھے جنہیں لیے بختاور کے کمرے کی طرف آئی ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھولا بختاور حیدر کو بستر پر لٹا رہی تھی

دروازے کی آواز پر پلٹ کر دیکھا سمعیہ کافی کے مگ لیے اندر آ رہی تھی ایک مگ اسکی طرف بڑھاتے ہوئے بولی

میں نے سوچا سالوں بعد کیوں نا اکھٹے کافی پی جائے اور ڈھیر ساری باتیں کی جائیں؟

بختاور نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن کچھ بھی بولے بغیر کافی مگ پکڑ لیا

ایکسٹرا کریمی کافی کو دیکھ اسکے گلے میں پھندہ سالگا تھا عرصہ ہوا وہ بھول چکی تھی کہ اسے کریمی کافی انتہاؤں کی حد تک پسند تھی لیکن سمعیہ کو یاد تھا

ٹیرس پر چلتے ہیں اسے کپ کو گھورتے پا کر سمعیہ نے متوجہ کیا اور جواب سنے بغیر ٹیرس کی طرف بڑھ گئی

وہ بھی چپ چاپ اسکے پیچھے چلی آئی

کچھ دیر دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی بات کا آغاز سمعیہ نے کیا تھا

مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں ہے بخت نا ہی میں ناراض ہوں پتا ہے میں بہت ڈرپوک تھی ہمارا گھرانہ بھی تمہاری طرح ہائی کلاس نہیں تھا جب میں نے یونی میں پہلے دن قدم رکھا تو مجھے لگا میں کسی اور دنیا میں آگئی ہوں میں یہاں سروائیو نہیں کر پاؤ نگی

ایک دن دو دن ایک ہفتہ گزر گیا نا یونی کا مزاج مجھ سے ملا نا میرا یونی سے پھر جس دن میری فولنگ ہوئی میں بہت روئی اور یونی چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا

اس سے پہلے کے میں سب چھوڑ چھاڑ گھر بیٹھ جاتی

تم میری ڈھال بن گئیں

یونی میں برپا ہر سرد گرم سے مجھے بچایا

جب تمہیں غلط راستے پر چلتے دیکھا تو مجھے لگا تمہاری محبتوں کا بدلہ اتارنے کا وقت آن پہنچا ہے

میں اسی لیے تمہیں روکتی تھی کیونکہ وہ گھٹیا ذلیل انسان تم سے پہلے مجھے اپروچ کر چکا تھا

میری طرف سے ذلت اٹھانے پر وہ انتقاماً تمہاری طرف بڑھا تھا

سمعیہ جو ایک دم سے سب بتانا شروع ہو گئی تھی اس نے ایک لمحے کا توقف دے کر بختاور کی طرف دیکھا وہ چپ چاپ کافی کے مگ کو گھورے جا رہی تھی

مجھے سیف انکل اور عاصمہ آنٹی نے سب بتا دیا ہے سمعیہ کی اس بات پر بختاور نے سر اٹھا کر دیکھا

بخت میں بہت بری ہوں

ذرا سے غصے کو انا کا مسئلہ بنا کر تمہیں بیچ منجدھار چھوڑ اپنی دنیا بسانے چلی گئی پلٹ کر خبر تک نا لی کہ میری ڈھال بن کر دنیا سے لڑ جانے والی کے ساتھ دنیا نے کتنا برا سلوک کیا

اگر میں تمہیں پوری کوشش سے روکتی تو تم رک جاتیں

مجھے معاف کر دو بخت

سمعیہ کی آواز بھیگ گئی جبکہ بختاور جانتی تھی سمعیہ یہ سب اسکے دل کو ڈھارس دینے اسکا احساس جرم کم کرنے کے لیے کہہ رہی ہے

)یہی تو ہے دوستی جب کوئی بنا کچھ کہے بنا کچھ سنے ہمارا دکھ محسوس کر جائے جب کوئی ہماری غلطی پر ہمیں ندامت سے بچانے کے لیے کہے

اویارا ساری میری غلطی تھی

جب ہماری ہار کو کم کرنے کے لیے کہے تم نے تو جیت جانا تھا میری غلطی سے ہار گئے (

آج سمعیہ نے بختاور کی غلطیاں کو تاہیاں اپنے سر لے کر اسکی تمام محبتوں کا قرض چکا دیا تھا

چند لمحے دونوں ایک دوسرے کو دیکھتی رہیں پھر روتے ہوئے ایک دوسرے کے گلے لگی تھیں

پانچ چھ سالوں بعد دونوں کو اپنی اپنی دوست ملی تھی اس لیے وہ اپنی اپنی دوست کے گلے لگ کر خوب روئیں ایک اپنی بے خبری پر تو دوسری اپنی کم عقلی پر انکا دکھ الگ الگ تھا لیکن وہ دونوں ایک تھیں

کچھ دیر بعد دونوں آنکھوں کو پونچھتے ہوئے ایک دوسرے سے الگ ہوئیں

پھر مسکراتے ہوئے دوبارہ گلے لگ گئیں

اس بار الگ ہونے پر سمعیہ نے بختاور کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے کر التجائی انداز میں کہا تھا

بخت میری ایک. بات مانو گی؟

بخت نے جی جان سے سر ہاں میں ہلایا تھا

میرا بھائی ٹوٹ چکا ہے اسکی زندگی بے رنگ ہو چکی ہے اسے مکمل کر دو اسکی زندگی میں رنگ واپس لے آو

بختاور نے بدلتے تاثرات کے ساتھ اچانک اپنا ہاتھ کھینچا تھا

مسٹر اورنگ یوسفزئی

یہ جو تم ہر دو دن بعد میری سلگتی محبت پر میٹھے لفظوں کا مرہم لگانے آجاتے ہیں

خاک ہوتے جسم کو اپنے لمس سے کندن کرنے کے نت نسخے بتاتے ہو

نا میرے دل کو مرہم کی ضرورت ہے

نا

میرا جسم مہکنا چاہتا ہے

میری روح پیاسی ہے

خان

تم میری روح کا رزق ہو

وہ رو رہی تھی

تمہارا بس زرا سا ہونا ہی میرے لیے بہت ہو گا

اس نے التجا کرتے ہوئے کہا تھا

اورنگ خان بس زرا سا میرے ہو جاو

ماہووووو

وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا

اس نے خواب میں ماہو کو اپنے لیے روتے تڑپتے دیکھا تھا

آس پاس نظر دوڑائی کل رات وہ لندن پہنچا تھا اسوقت وہ فکلٹی اپارٹمنٹ میں تھا

لندن کی یخ بستہ سردی میں بھی اسکا چہرہ پسینے سے تر تھا

ماہو تم کہاں ہو؟؟

میں آگیا ہوں

زرا سا نہیں سارا اورنگ خان تمہارا ہے

اس نے تصور میں ماہو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا جو پیچھلے دو سال سے کہیں چھپ گئی تھی

بہت بھاگ دوڑ کے بعد اس نے پتا چلایا تھا کہ وہ سب سے خاص کر اورنگ سے چھپ کر یہاں

لندن بیٹھی ہے

اچانک موبائل کی بپ نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا جو کافی دیر سے بجتے ہوئے اب بند ہو گیا تھا

اس نے فون اٹھایا اتنی دیر میں بیل پھر سے ہونے واٹس ایپ کر کال آ رہی تھی سکرین پر

شہیر بھائی

دیکھتے اسکے ہاتھ کپکپا گئے تھے

پھر کپکپاتے ہاتھوں سے فون پک کر کے کان سے لگاتے ہوئے دھیمی آواز میں بولا تھا

اسلام وعلیکم شہیر بھائی

وعلیکم سلام

اورری تم کہاں ہو

شہیر نے سلام کا جواب دیتے ہی فوراً پوچھا

اورنگ کو چپ لگ گئی کیونکہ وہ جان گیا تھا شہیر کو اسکی لندن موجودگی کا پتا چل گیا ہے جھوٹ بولنا نہیں چاہتا تھا سچ بول نہیں سکتا تھا

اورری تم سے پوچھ رہا ہوں

کہاں ہو اس وقت

شہیر کا لہجہ پہلے کی نسبت زیادہ سنجیدہ تھا

وہ شہیر بھائی میں لندن

اورنگ کے جواب پر

دوسری طرف شہیر تقریباً دھاڑا تھا

شہیر بھائی کے بچے میں نے کیا بکواس کی تھی؟؟

شہیر کے لہجے کی شدت پر وہ ایک پل کو تلملا گیا پھر چند لمحوں بعد خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا

میری جاب ہے کمپنی نے ڈیوٹی لندن فلائیٹ پر لگائی تھی انکار تو نہیں کر سکتا تھا نا

جسٹ شٹ اپ اورنگ یوسفزئی

جسٹ شٹ اپ

بکواس بند کرو اپنی

میں سب جانتا ہوں کونسی جاب اور کس لیے کرتے ہو

میری ایک بات کان کھول کر سن لو

یہاں آنے کی غلطی تم کر چکے ہو اگر بھولے سے بھی تم نے ماہو سے ملنے کی کوشش کی یا مجھے

پتا چلا کہ تم نے ماہو سے کسی قسم کا کوئی کانٹیکٹ کیا ہے

شہیر نے بات کے درمیان وقفہ دیا گویا اورنگ کو سولی پر لٹکا دیا تھا

تم اچھی طرح جانتے ہو مجھے اپنی فیملی کے بعد تم۔سب سے زیادہ عزیز ہو

میں تمہاری قسم کھاتا ہوں۔

اورنگ یوسفزئی

کہ اگر اس بار ماہو کو تکلیف پہنچی یا

اسکی آنکھ چھلکی تو میں سب کچھ بھول جاوں گا

دوستی بھائی چارہ سب کچھ یہ بھی بھول جاوں گا کہ اورری مجھے بہت پیارا تھا

اورنگ ایک پل کو سناٹے میں آگیا اسے شہیر سے اتنے برے ری ایکٹ کہ توقع نہیں تھی

وہ شہی بھائی مم میں

اورنگ سے کچھ بھی بولا نہیں جارہا تھا

اوری وہ آبش کی بہن ہے لیکن مجھے اسوہ (بیٹی) کی طرح عزیز ہے بیٹیوں کا دکھ بھلا کہاں سہا

جاتا ہے ؟؟

اس بار شہیر کے لہجے میں دکھ تھا ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی

وہ کانچ جیسا لہجہ اور اس لہجے کے پیچھے چھپی وجہ نے اورنگ کو بھی تکلیف دی تھی

اورنگ خان

جب باپ بھائیوں کے ہوتے ہوئے بہن بیٹی کی آنکھ چھلکتی ہے نا

توانکے کلیجے چھلنی ہو جاتے ہیں

شہیر بھائی آپ یہ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟

اورنگ تڑپ کر بولا

اگر ایسی صورت میں بے بس ہوتے ہوئے ان آنسوؤں کا مداوا ناہو پائے تو غیرت مند

بھائیوں کو ہر روز نئی اذیت کا سامنا ہوتا ہے انکا ضمیر جیتے جی مار دیتا ہے

خدا کے لیے شہیر بھائی ایسی باتیں نا کریں

میں کچھ نہیں جانتا ماہو کہاں ہے

میں قسم کھاتا ہوں مجھے علم نہیں نا ہی میں ماہو کی وجہ سے آیا ہوں

چند لمحوں بعد شہیر کی حیرت میں ڈوبی آواز گونجی

اورری تم سچ کہہ رہے ہو نا؟

وہ بڑا تھا ماہو اور اورنگ دونوں ہی اسے اپنی اپنی جگہ عزیز تھے اسی لیے انکے معاملے میں بچہ

بن جاتا تھا

شہیر بھائی آپکو پتا ہے پٹھان غیرت مند ہوتے ہیں

ہم جھوٹ نہیں بولتے قسم نہیں کھاتے

اورنگ نے بنا سوچے سمجھے جواب دیا

او کے جیتے رہو

اور سنا گھر سب خیر ہے نا

شہیر جانتا تھا اس نے صاف جھوٹ بولا ہے اور جھوٹی قسم کھائی تھی لیکن وہ چاہ کر بھی اسکو بے غیرت نہیں بنا پایا تھا

اسی لیے بات بدل دی

ہاں جی سب ٹھیک ہیں

اورنگ نے فرمانبرداری سے جواب دیا

چلو مجھے کچھ کام ہے بعد مین بات کروں گا لیکن اوری ایک بات یاد رکھنا میرا کوئی چھوٹا بھائی نہیں ہے مجھے تم پر بہت مان ہے

امید ہے تم وہ مان ٹوٹنے نہیں دو گے

شہیر نے اسکا کوئی بھی جواب سنے بغیر فون بند کر دیا شاید پیچھے سے کسی نے اسے بلایا تھا

اور نگ ساکت سا فون کان سے لگائے سوچ جا رہا تھا اسکے لندن آنے کا شہیر کو کیسے پتا چلا؟؟

اس سے پہلے کہ وہ فون کان سے ہٹاتا ایک نسوانی آواز فون کی دوسری جانب سے گونجی تھی

شاید شہیر فون بند کرنا بھول گیا تھا

مسٹر شہیر آپ یہاں بیٹھے جبکہ میں پورا لندن چھان آئی ہوں

وہ شہیر کی وائف کی آواز سن کر فون بند کرنے لگا تھا لندن کا سن کر رک گیا

آں ہاں

آپ اور مجھے ڈھونڈ رہی تھیں؟

مسز شہیر زرا دائیں طرف چہرہ جھکا کر دیکھنا تھا آجکل میرا مسکن وہی ہے

شہیر کا مسحور سا لہجہ گونجا

ایک تو آپ جناب سے بات کرنا فضول ہے بھئی سیدھی سی بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں

آپ ہی سے کام تھا اسی لیے تو آئی ہوں

شہیر ہنستے ہوئے مزید بولا

"""جان لینے کے ارادے ہیں شاید انکے

آج خود ہی پہلو میں آئے بیٹھے ہیں"""

ویسے مسز آپ وہی ہیں ناجب میں پاس بلاتا ہوں تو

شہیر بی سیریس میں ماہو کا پوچھنے آئی تھی

بھابھی نے فوراً اسکا منہ بند کیا

اورنگ ان میاں بیوی کی نوک جھونک پر مسکرا کر فون بند کرنے لگا جب ایکبار پھر لفظ ماہو پر اسکے ہاتھ ساکت ہو گئے تھے

ہاں ہاں بھئی بتا دیا ہے کہ ہائیڈ پارک کے پاس آجائے اسکے لیے سرپرائز ہے

اب آپ جناب ماہو کی ٹینشن چھوڑیں اور میری

اس نے فون بند کر دیا

ماہو آج شام ہائیڈ پارک جا رہی ہے اسکے دل نے دھڑکنے کی لے بدلی اور وہ کمینے دل کی مان کر

آج شام دیدار یار کی تیاری کرنے لگا

وہ بھول بیٹھا تھا کہ اس نے کچھ دیر پہلے قسم کھائی ہے وہ بھول بیٹھا کہ عہ غیرت مند پٹھان ہے

بس یاد رہا اتنا کہ آج شام ماہو سے ملے گا

انسان بذاتِ خود بے غیرت نہیں ہوتا بعض اوقات اسے دل بے غیرت بننے پر مجبور کر دیتا ہے

\-------------------

وہ اس جگہ کافی لیٹ پہنچا تھا

جہاں شاید کسی پارٹی کا ارینجمنٹ کیا گیا تھا وہ دبے قدموں پنڈال میں داخل ہوا ادھر ادھر نظر دوڑائی سامنے ہی ماہو کی فیملی اور شہیر اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مسکراتا نظر آیا لیکن بہت ڈھونڈنے پر بھی ماہو کہیں نظر نہیں آئی تو شہیر سے چھپتے چھپاتے وہ ایک ستون کی آڑ میں کھڑا ہو گیا

وہ سوچ رہا تھا کہ ماہو کو اب کس طرف ڈھونڈے جب گٹار کے سر بلند ہوئے جنکی اونچی ہوتی آواز کے ساتھ

اورنگ خان یوسفزئی

وہ جو پہاڑوں کا رہنے والا پہاڑی شہزدہ تھا اسکے جسم میں خون کی راونی بڑھنے لگی تھی

اسکے گماں میں نٹ کھٹ سی لڑکی کی آوازیں گونجنے لگی تھیں

(اللہ

مسٹر بدرنگ آپ کتنے وہ ہونا

مسٹر بدرنگ شرارتی آنکھوں سے مسکرایا تھا

ایں "مطلب دی شہ دی "(کیا مطلب کون ہوں میں)

وہی جو ہوتے ہیں

جو کسی کو کچھ نہیں دیتے آس س ں لڑکی نے انگلی کنپٹی پر بجاتے ہوئے کچھ پل سوچا

مس ماہو شاید آپ کنجوس کہنا چاہتی ہیں

اورنگ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا تھا

ہاں ہاں وہی

اللہ

مسٹر بدرنگ آپ کتنے کنجوس ہونا

ایک تھوڑا سا گٹار بجانا سکھا دینگے تو مر تو نہیں جائینگے نا

ہاں مر تو نہیں جاوں گا

لیکن

ہیر ہیر نا آکھو

اڑیوں

کسی کوئل کی دلسوز کوک نے اسے ماضی سے کھینچ کر باہر نکالا تھا

میں تو صاحبہ ہوئی

ڈولی لے کر آوے لے جاوے ے

گٹار کی تاروں سے جھڑتے سُروں نے اس پر سرشاری طاری کی تھی اس آواز مین ڈوبی کسی کے ہونے کی تڑپ نے اسے جلا کر رکھ دیا تھا

کوئی

ڈولی لے کر آوے لے جاوے ے

اس نے ستوں کی آڑ سے دیکھا تو دل خوش ہوتے دھڑکنا بھول گیا تھا

میر اشک صحیح نکلا وہ مجھ سے چھپ کر بھی میری ہے ہو گی بھی کیسے نہیں بھلا

اورنگ خان یوسفزئی

کی محبت کے رنگ اتارنا آسان کہاں ہے

جسکو ہم چاہیں وہ کسی اور کو کیوں چاہے

اب نہیں جانے دوں گا

ماہو بی بی آپکو اپنا بنا کر رہوں گا

او مینوں لے جاوے مرزا کوئی ییی

ہیر ہیر

تھوڑی دور گانے کے بولوں میں اپنی اذیت بیان کرتی لڑکی کے دکھ پر دکھی ہونے اسکا مدوا کرنے کا سوچنے کی بجائے اس نے ایک بار پھر خود پسندی سے خود غرضی سے سوچا تھا

خود سے بڑبڑاتے سائیڈ جیب سے ماسک نکالا آنکھوں پر لگایا اور ستون کی آڑ سے باہر نکل آیا

ماہکان کو اتنے عرصے بعد یوں سامنے دیکھ وہ بے خود سا اسکی طرف کھنچا چلا جارہا تھا جبکہ وہ سب چیزوں سے قطع نظر آنکھیں بند کیے دل کا درد بیان کیے جارہی تھی

اچانک بجنے والی تالیوں کے شور سے اورنگ نے ٹھٹھک کر بڑھتے قدم روکے تو بلکل سامنے ماہکان نے آنکھیں کھولی تھیں

دونوں کے لیے زمانے جیسے ٹھہر گئے تھے

ماہکان نے اسے ماسک کے پیچھے سے بھی پہچان لیا تھا جبھی کچھ دیر بعد اسکی آنکھیں بھرنے لگی تھیں پھر وہ انہی بھری آنکھوں سے پلٹ کر وہاں سے جانے کے لیے بھاگی تھی

نہیں

اس بار نہیں ماہو. اس بار نہیں

دل میں پختہ ارادہ کرتا وہ بھی اسکے پیچھے بھاگا لیکن اسے ماہکان سے تھوڑی دور رکنا پڑا تھا

وجہ وہ شاندار شخصیت کا مالک انسان تھا جس سے ماہکان بے دھیانی میں ٹکرائی تھی اور جس نے ماہکان کو کسی متاع کی طرح بہت نرمی سے مگر ایک حد رکھتے ہوئے گرنے سے بچایا تھا

اورنگ کو وہ کسی دور دیس کا شاہزادہ معلوم ہوا تھا جو اپنی وجاہت دھیمی مسکان اور آنکھوں میں جلتے دیپ لیے اورنگ خان یوسفزئی کو ہر طرح سے مات دیتا ہوا تھا

ماہکان کچھ لمحے اس خوبرو اجنبی کے قریب رکی

اجنبی نے ہلکا سا جھک کر اسکے کان میں کچھ کہا اس نے ایک جھٹکے سے پلٹ کر اورنگ کی طرف دیکھا جو جی جان سے اس کی طرف متوجہ تھا پھر رخ واپس پھیر کر خوبرو اجنبی کی طرف دیکھا

وہ خوبرو اجنبی ماہکان ہی کی طرف متوجہ تو تھا ہی

مگر

وہ متوجہ ہونے کسے ساتھ ساتھ دیپ جلی آنکھوں کے راستے دھیمی مسکراہٹ لیے اس پر نثار ہوئے جا رہا تھا

ماہکان ان دونوں کے بیچ سے نکل کر باہر کی طرف بھاگتی چلی گئی تھی

پیچھے کھڑے اجنبی نے مسکراتے ہوئے دل پر ہاتھ رکھ کر جیسے کوئی. مصمم ارادہ کیا اسے ایسا کرتے دیکھ اورنگ کو اچانک کسی انجانے سے خوف نے آلیا اسے عجیب سے خدشے لاحق ہونے لگے تھے

اسے لگا وہ تو

ماہو کا اورنگ ہے

لیکن

شاید

اورنگ کی ماہو

نہیں رہی یا نہیں رہے گی کیونکہ

وہ اجنبی دیس کا شاہزادہ اورنگ خان یوسفزئی کو خود سے بہتر لگا تھا

ہر لحاظ سے ہر طرح سے

وہ انہی احساسات میں گھرا تھا جبھی اسکے کانوں میں کوئی آواز پڑی

انکل

یہ ہیں میرے بہت اچھے اور بیسٹ فرینڈ روفیسر عارش احمت مصر سے انکا تعلق ہے

اور یہاں برک بگ یونی کے آرٹس ڈیمپارٹمنٹ سے منسلک ہیں

اس اجنبی کا تعارف کسی سے کروایا جا رہا تھا

تعارف کروانے والے کی آواز سن کر اورنگ کا دل خوف سے دھڑکنے لگا تھا

اس نے زرا ترچھا ہو کر دیکھا اور اسے لگا کہ خوف سے دھڑکتا دل بند ہو جائے گا

کیونکہ

تعارف کروانے والا کیپٹن شہیر تھا

جو ماہو کے بابا اور بھائیوں سے اس اجنبی کا تعارف کروا رہا تھا

وہ سب کچھ لٹ جانے کے اندیشے کے تحت ماہو کے پیچھے بھاگا تھا-

اس وقت ٹمز کا کنارہ پوری طرح آباد تھا

لوگوں کا ایک جم غفیر تھا جو لندن کے اس حصے پر جمع تھا

ماہکان روتے ہوئے بنا سمت کا تعین کیے بھاگتی جا رہی تھی

وہ رش سے نکل کر بھی بھاگتی گئی لائٹس مدھم ہونے لگیں وہ اندھیرے میں گم ہونے لگی تھی

ایک جگہ تھک کر گری آنسو آنکھوں سے بہہ رہے تھے لیکن وہ جیسے سکتے میں تھی

اچانک اسے دور سے کہیں موبائل کی بیل سنائی دی

چند لمحوں بعد اسے احساس ہوا یہ اسی کا فون ہے جو شاید کافی دیر سے بج رہا تھا

اس نے آنسو صاف کرکے موبائل نکال کر سکرین کو دیکھا

شہیر بھائی

کالنگ

اسکے سارے جسم مین غم اور غصے کی ایک تیز لہر سرائیت کر گئی تھی

پھر کچھ بھی سوچے بغیر فون اوکے کر کے کان سے لگایا اور اونچا اونچا چیختے ہوئے بولنے لگی

میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی

کبھی بھی نہیں

میری زندگی کے سارے دکھ سارے اندھیرے آپکی وجہ سے ہیں

میری زندگی میں سامری جادوگر آپ ہیں

میری محبت پر آپکا کالا سایہ ہے

کبھی معاف نہیں کروں گی

سنا آپ نے

شہیر بھائی

میں کبھی معاف نہیں کروں گی

بات مکمل کر کے فون ٹمز کی طرف اچھال دیا

جو دریا میں گرنے کی بجائے باونڈری وال پر ٹک گیا تھا

جس میں شہیر کی پریشان سی آواز گونج رہی تھی

ماہو

ماہو بیٹا

کیا ہوا ہے بچے

ماہو بولو سونے

اسکی 26 سالہ زندگی میں آج پہلی بار ایسا ہوا تھا جب اس نے شہیر کے بارے کچھ غلط سوچا تھا

نا صرف سوچا تھا بلکہ اس پر یقین کی مہر بھی لگا دی تھی

فون میں اب شہیر کی بیوی کی آواز گونج رہی تھی

ماہو .

ماہو

چندا بھائی کو کیوں پریشان کر رہی ہو

ماہو گڑیا

تمہیں پتا ہے نا بھائی کی طبعیت کا؟

اس نے اٹھ کر فون اٹھا کر کان سے لگایا

مر گئی ماہو آپ سب لوگوں کے لیے مر گئی ماہو

بخت

آپ بھی سب کے جیسی نکلیں

آپکو پتا تھا سچی محبت میں دامن پر لگے داغ کتنا دکھ دیتے ہیں

وہ بچوں کی طرح تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی

آپکو پتا ہے نا

عورت جس مرد سے محبت کرے اسکے سنگ دنیا اور آخرت کے مراحل طے کرنے تک کا

سوچ لے اگر وہ مرد بزدل نکلے تو کیا ہوتا ہے

نانا ماہو

تم کہاں ہو بیٹا

دوسری طرف بخت بھی رونے لگی تھی

آپ جانتی ہیں نا

اپنوں کے دیے گھاو ساری عمر نہیں بھرتے

ماہو ریلیکس ہو جاو بیٹا

کیاہوا ہے میری جان بتاو

کیا اپنی بخت پھوپھو کو بھی نہیں بتاوگی

بخت اسے مسلسل چپ کروارہی تھی

بخت

وہ آگیا وہ پھر آگیا

اب میں جینا چاہتی تھی

اب تو زندگی کی تاریک راہوں پر مجھے کسی کی آنکھوں کی روشنی بھلی لگنے لگی تھی

وہ جب ہنستے ہوئے میری طرف دیکھتا ہے

نا

پتا نہیں اذیت کے کس مرحلے سے گزر رہی تھی اسکا درد بختاور کا کلیجہ چیر رہا تھا

مجھے سارے دکھ سارے درد بھولنے لگتے ہیں

ہاہاہا

ماہکان نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ قہقہہ لگایا تھا

لیکن

وہ کہتا ہے میں مسیحاء نہیں محبت ہوں

بخت

وہ کہتا ہے

مس ماہ اپنے دیس کا کوئی شاہ بہت عرصے سے آپکی گلیوں میں گدا بن کر پھرتا ہے

لیکن

وہ آگیا شہیر بھائی نے اسے بلا لیا وہ مجھے کسی کا ہونے نہیں دیگا

جیسے ظالم صیاد پرندوں کو قید کر کے بھول جاتے ہیں وہ بھی مجھے اپنی محبت کی بیڑیوں سے آزاد نہیں کرے گا

میں شہیر بھائی کو کبھی معاف نہیں کروں گی

معاف نہیں کروں گی

بات مکمل کرتے کرتے وہ پیچھے گرنے لگی تھی جب دو مہرباں بازوں نے اسے سنبھال کر خود میں محفوظ کر لیا تھا

وہ ہوش و خرد کھو گئی تھی

ماہو نے جیسے ہی گانا ختم کیا

تو سارا ہال تالیوں سے گونج اٹھا تھا وہ بھی اس پر نظریں جمائے سب کے ساتھ تالیاں بجا رہا تھا

لیکن اسکا دل کسی خدشے کا اشارہ دے رہا تھا کیونکہ اسے ماہو کی آواز اور لہجے میں غیر معمولی پن کا احساس ہوا تھا

اس نے اسکی طرف جانا چاہا تو بختاور نے کندھا ہلا کر حیدر کی طرف متوجہ کیا تھا

جو تھوڑی دور سمعیہ کی بیٹی کے ساتھ ناچنے لگا ہوا تھا

ایک پل کو اسکی توجہ سامنے سے ہٹ کر حیدر کی طرف گئی اور یہی اس سے غلطی ہو گئی یہ وہی وقت تھا جب ماہکان عارش اور اورنگ کے بیچ خود کو تنہا محسوس کرتے پھنس گئی تھی

اس شیطان کو یہاں لاوزرا میں اسکی ساری نوٹنکی نکالتا ہوں شہیر نے بختاور کو کہتے نظر دوبارہ ماہکان کی طرف اٹھائی لیکن وہاں اب کوئی نہیں تھا اسکے دل کو کچھ ہوا تو بختار کی بات سنے بغیر بے اختیار اس طرف بڑھا تھا

لیکن بیچ راستے میں ہی اسے رکنا پڑا وجہ عارش احمت جو اسکا زیادہ پرانا تو نہیں لیکن گہرا دوست تھا

عارش کو اس نے آج بطور خاص انوائیٹ کیا تھا وہ ایک دو ملاقاتوں میں ہی عارش کی دلچسپی ماہکان کی طرف بھانپ گیا تھا

ہر اچھے بھائی کی طرح اسکی بھی خواہش تھی اپنی بیٹیوں جیسی پیاری سی بہن کی زندگی خوشیوں سے بھری پر سکون دیکھنے کی نجانے کیوں اسے پہلی ہی نظر میں عارش ہر لحاظ سے ہر طرح سے اورنگ یوسفزئی سے بہتر لگا تھا

اسے یقین سا ہوا یہ اجنبی دیس کا شہزادوں جیسا شخص اسکی بہن کی بے رنگ اجاڑ زندگی کو محبت اور روجہ کے رنگوں سے رنگین و آباد کر دے گا

اسے شہزادیوں جیسی عزت اور محبت دے گا جسکی وہ مستحق ہے

جبھی آج اسکا ارادہ عارش کو سیف صاحب اور عاصمہ بیگم سمیت سب گھر والوں سے ملوانے کا تھا ماہکان کو مستقبل میں عارش کے ساتھ خوش و خرم دیکھ کر یونہی مسکرائے جا رہا تھا

عارش شہیر کو یوں اپنی طرف دیکھتا پا کر مسکراتے ہوئے شہیر بھائی

اسلام و علیکم

کہتے اسکے گلے لگا تھا

جواباً شہیر مستقبل کی سوچِوں سے چونک کر نکلا سینے سے لگے عارش کو زور سے دبایا

پروفیسر صاحب

بہت شکریہ یہاں آنے کا بلکہ

ارے ارے شہیر بھائی پلیز یہ فارمیلٹیز کیوں بھئی ؟

میں وہی ہوں

عارش نے شہیر کو بات کے بیچ میں ٹوک کر مسکراتے ہوئے پہلے اپنے دائیں پھر بائیں رخسار کو سہلاتے کسی گزری بات کا حوالہ دیا

شہیر نے ایک پل کو اسے حیرانی سے دیکھا پھر اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو پھر عارش کے دونوں رخساروں کو اور دونوں ایک ساتھ کھکھلا کر ہنسے تھے

چلو تمہیں انکل آنٹی اور باقی سب سے ملواتا ہوں

اس سب میں شہیر کچھ دیر کے لیے بھول ہی گیا تھا کہ ماہو یہاں نہیں ہے

سیف صاحب اور عاصمہ بیگم کسی جاننے والے سے محو گفتگو تھے جب اس نے با آوز بلند سلام کر کے کہا تھا

انکل

یہ ہیں میرے بہت اچھے اور بیسٹ فرینڈ روفیسر عارش احمت انکا تعلق مصر سے ہے

اور یہاں برک بگ یونی کے آرٹس ڈیمپارٹمنٹ سے منسلک ہیں

سیف صاحب اور عاصمہ بیگم نے چونک کر شہیر کے ساتھ کھڑے روشن پیشانی والے خوبرو نوجوان کو دیکھا جسکی آنکھیں ہلکی سرخی لیے ہوئے تھیں

ان میں چمک ایسی تھی جیسے ساری دنیا کو فتح کرلیں گی سیف صاحب کا تو پتا نہیں لیکن عاصمہ بیگم بختاور کے منہ سے عارش کا ذکر سن چکی تھیں

انہیں ان سرخی مائل چمکیلی آنکھوں نے فتح کرلیا تھا

انکے دل سے دعا نکلی کاش میری بیٹی کا نصیب بھی کوئی ایسا ہی روشن پیشانی والا پیارا سا بندہ ہو

(وہ روشن پیشانی کے ساتھ سرخ آنکھوں والا کہنا بھول گئ تھیں وہ بھول گئیں کہ ہر پارساء نیکوکار فرمانبردار مرد کی پیشانی روشن ہوتی ہے وہ یہ تک بھول گئیں کہ شہیر کا بہت قریبی دوست جسے وہ چھوٹا بھائی مانتا ہے اسکی پیشانی بھی بہت روشن بہت اجلی ہے)

کیا خبر مستقبل قریب انکی اپنی بیٹی کے حق میں مانگی جانے والی دعا دعا بن کر مقبول ہونی تھی یا بدعا بن کر ان سب کے لیے عمر بھر کا پچھتاوا بننے والی تھی

ارے بھئی بیگم صاحبہ ہمارا شہزادہ بچہ نظر نہیں آرہا

سیف صاحب کے خوشگوار موڈ، میں پوچھے گئے سوال پر وہاں کھڑے باقی تینوں لوگ ایک دم سے بے چین ہوئے تھے

عاصمہ بیگم

ماہکان ہر ماں کہ طرح اتنے ہیرے لڑکے سے ملوانے کے لیے اسے پلک جھپکنے میں اسے یہاں لانے کے لیے

عارش احمت

ایک بار ان سب بڑوں کی موجودگی میں ماہکان کو جی بھر کر ہونے والے کسی حق کے پیش نظر

جبکہ

کیپٹن شہیر پر کچھ دیر پہلے والے خدشے الہام بن کر اترے تھے کیوں اسے ابھی سیف صاحب کے پیچھے سے اورنگ گزرتا ہوا نظر آیا تھا

وہ سیف صاحب اور عاصمہ بیگم سے عارش کو کمپنی دینے کا کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا

بختاور نے بھی اورنگ کو دروازے سے باہر جاتا دیکھ لیا تھا

شہیر کو اسکے پیچھے جاتا دیکھ وہ بھی دل ہی دل میں اللہ سے خیر مانگتی سمعیہ کو حیدر کا خیال رکھنے کا کہہ کر شہیر کے پیچھے بھاگتے قدموں سے گئی تھی

جب وہ باہر نکلی اسکی توقع کے عین مطابق شہیر کو اورنگ کا گریبان پکڑے پایا تھا

وہ

شہیر شہیر رکیں کہتی انکی طرف بڑھی تھی

بول کیوں آیا یہاں پر

بول کم ظرف گھٹیا انسان بول

میں نے خدا کا واسطہ دیا تھا

چھوڑ دے ماہو کا پیچھا

شہیر بات کرتے ہوئے پے در پے اورنگ کے منہ پر تھپڑ مار رہا تھا جبکہ اورنگ چپ چاپ بنا کسی مزاحمت کے تھپڑ کھاتا جا رہا تھا

بخت بھاگتے ہوئے انکے پاس پہنچی

شہیر نہیں پلیز

چھوڑ دیں اسے شہیر پلیز

بار بار سامنے آتی بختاور کو شہیر نے ایک طرف کر کے اورنگ کو دھکا دیا

اورنگ کا سر سٹریٹ پول سے ٹکرایا جسکا کوئی کونہ نکلا ہوا تھا زنگ آلود لوہے کا ٹکڑا اسکے سر میں پیوست ہو گیا

شہیر نے دوسرا دھکا مارا پول سے ہٹتے وہ چکرا کر نیچے گرا تھا

شہیر نے اسکے سر سے بہتی خون کی لکیر کو دیکھے بغیر اب ٹھوکریں مارنی شروع کر دی تھیں

اورنگ اب بھی کچھ نہیں بولا بس چپ چاپ لاتے ٹھڈے کھاتا رہا

بخت سے اورنگ کا یہ دیوانہ پن دیکھا نا گیا وہ پھر سے شہیر کی منتیں کرنے لگی

شہیر

وہ مر جائے گا دیکھیں وہ کچھ بھی نہین بول رہا چپ چاپ مار کھائے جا رہا ہے

شہیر اسے چھوڑ دیں پلیز

وہ باقاعدہ رونے لگی تھی۔۔۔۔

لیکن شہیر پر آج جنون سوار تھا

کسی راہگیر نے اورنگ کو کوئی جرائم پیشہ شخص سمجھ کر پولیس کو فون کر دیا

شہیر کے نوک دار جوتے کا کونہ اورنگ کے سر پر زخم والی جگہ لگا تھا جس سے خون کی راونی بڑھ گئی تھی بخت نے تڑپ کر آگے بڑھتے شہیر کو جھنجھوڑ دیا تھا

چھوڑ دیں آپکو اللہ کا واسطہ ہے چھوڑ دیں

دیکھیں اسکا کتنا خون بہہ رہا ہے

خون بہنے کے نام پر شہیر کو ہوش آیا

اورنگ کا خون میں لت پت چہرہ اور برا حال دیکھ کر اسکے دل کو کچھ ہوا تو لڑکھڑا اپیچھے گرا

اگلے لمحے سب کچھ بھول کر گرے گرے ہی ہاتھوں اور پاؤں پر چلتے

"اورری خان" کہتے بے اختیار اسکی طرف بڑھا تھا

بخت کو لگا وہ دوبارہ اورنگ کو مارنے کے لیے آگے بڑھا ہے

اسنے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ کر روکا

شہیر

اسے چھوڑ دیں پہلے ماہو کا پتا کریں بچی نجانے کہاں ہو گی

ماہو کے ذکر پر شہیر کے اورنگ کی طرف بڑھتے قدم رک گئے تھے دیکھتے ہی دیکھتے اسکی آنکھوں میں نمی بھرنے لگی اور پیچھے ہٹا

ہائیڈ پارک لندن کی باہری سڑک کے آس پاس چلتے مختلف رنگ اور نسل سے تعلق رکھنے ولے راہگیروں نے عجیب سا منظر دیکھا تھا

ایک اونچا لمبا مرد اپنی بیوی کے سینے سے سر ٹکائے اونچا اونچا رونے لگا تھا

بخت

یہ

یہ میرا

اوری ہے

میرا اورنگ خان

بیس پر سب جانتے ہیں یہ میرا جونیر نہیں میرا بھائی ہے

بخت میں نہیں چاہتا تھا

میں نے اسے بہت روکا تھا

لیکن یہ

یہ خود بن گیا

دیکھو بخت میرا بھائی اورنگ خان یوسفزئی بے غیرت بن گیا--

دیکھو بخت میرا بھائی اورنگ خان یوسفزئی بے غیرت بن گیا--

لفظ بے غیرت بننے پر کب سے بے حس پڑے اورنگ نے سر اٹھا کر ان دونوں کی طرف دیکھا

شہیر کو اپنے لیے یوں بچوں کی طرح روتے دیکھ اسے خود سے حد درجہ نفرت ہوئی تھی

اتنے سالوں میں پہلی بار اپنا آپ غلط اپنی محبت بے معنی محسوس ہوئی تھی

ایک ہی منظر نے اس پر واضح کیا کہ اس نے تو کبھی کسی سے محبت کی ہی نہیں نا ما ہو سے نا شہیر سے اور نا ہی اس کم نصیب سے جو بیچاری کئی سالوں سے اسکے نام پر پابند بیٹھی ہے جو اسکے بچوں کی ماں بھی ہے

وقت نے یہ بے رحم حقیقت آشکار کی تھی کہ اورنگ خان یوسفزئی نے اتنا عرصہ صرف اور صرف اپنی پوجا کی اسے صرف خود سے محبت تھی

نہیں

نہیں

ایسے نہیں

وہ لڑکھڑاتے ہوئے شہیر کی طرف بڑھا اور روتے ہوئے ہاتھ باندھ دیے

معاف کردیں

شہیر بھائی

مجھے معاف کردیں

بخت ماہو کو فون ملاو اور اِسے کہو یہاں سے دفع ہو جائے

شہیر جو چند لمحوں پہلے اسکے لیے رو رہا تھا لہجے کو کرخت کرتے ہوئے بولا چہرہ آنسوؤں سے تر تھا

شہیر بھائی

میں کم ظرف

میں خود غرض

میں بے غیرت

میں سب کچھ لیکن مجھے معاف کر دیں

اس سے پہلے کے شہیر کچھ کہتا یا اورنگ مزید کچھ کہتا بخت نے ہاتھ میں پکڑے موبائل کا سپیکر آن کیا ماہکان نے پہلی ہی فرصت میں فون اٹھاتے شہیر پر فرد جرم عائد کر دی تھی

میں آپکو کبھی معاف نہیں کروں گی

کبھی بھی نہیں

میری زندگی کے سارے دکھ سارے اندھیرے آپکی وجہ سے ہیں

میری زندگی میں سامری جادو گر اور کوئی نہیں

آپ ہیں

میری محبت پر آپکا کالا سایہ ہے

کبھی معاف نہیں کروں گی

سنا آپ نے

شہیر بھائی

میں کبھی معاف نہیں کروں گی

شہیر

ماہو ماہو چلا رہا تھا

لیکن دوسری طرف سے اسکی صرف آہیں اور سسکیاں سنائی دے رہی تھیں

ماہکان سیف کا یوں تڑپ کر رونا اس طرف موجود دونوں مردوں کی روح پر تازیانے برسا رہا تھا

ایک چاہ کر بھی اسے خوشیاں نہیں دے پایا تھا

دوسرے نے اپنی نام نہاد محبت کے زعم میں اس سے ہر بار خوشیاں چھینی تھیں

شہیر کو ماہو کے رونے کے دوران دوسری طرف پارک کے آخری کونے میں لگے بینڈ والے کا میوزک سنائی دیا وہ فون بخت کو تھما کر اس طرف کو پوری جان سے بھاگا تھا

بخت بار بار ماہو کو بات کرنے پر اکسا رہی تھی تا کہ شہیر کے پہنچنے تک وہ کوئی انتہائی قدم نا اٹھا لے

چندا بھائی کو کیوں پریشان کر رہی ہو

ماہو گڑیا

تمہیں پتا ہے نا بھائی کی طبعیت کا ماہو؟

مر گئی ماہو

آپ سب لوگوں کے لیے مر گئی ماہو

ماہو کی آواز کھائیوں سے آتی ہوئی تھی

بخت

آپ بھی سب کے جیسی نکلیں

آپکو پتا تھا محبت میں دامن پر لگے داغ کتنا دکھ دیتے ہیں

وہ بچوں کی طرح تڑپ تڑپ کر رو رہی تھی

آپکو پتا ہے نا

عورت جس مرد سے محبت کرے جسکے سنگ دنیا اور آخرت کے مراحل طے کرنے تک کا سوچ لے اگر وہ مرد بزدل نکلے تو کیا ہوتا ہے

نا ماہو

تم کہاں ہو بیٹا

بخت بھی رونے لگی تھی

پاس گرے بزدل مرد کو لگا کئی سال پہلے دکھائی بزدلی آج آہستہ آہستہ اسکی روح فنا کر رہی ہے

آپ جانتی ہیں نا

اپنوں کے دیے گھاو ساری عمر نہیں بھرتے

ماہو ریلیکس ہو جاو بیٹا

کیا ہوا ہے میری جان بتاو تو سہی

کیا اپنی بخت پھوپھو کو بھی نہیں بتاو گی

بخت سب جان کر بھی اسے مسلسل چپ کروا رہی تھی

بخت

وہ آگیا وہ پھر آگیا

اب میں جینا چاہتی تھی

اب تو زندگی کی تاریک راہوں پر مجھے کسی کی آنکھوں کی روشنی بھلی لگنے لگی تھی

وہ جب ہنستے ہوئے میری طرف دیکھتے ہیں

نا

وہ پتا نہیں اذیت کے کس مرحلے سے گزر رہی تھی اسکا درد بختاور کا کلیجہ چیرنے لگا

مجھے سارے دکھ سارے درد بھولنے لگتے ہیں

اپنی محبت کے منہ سے کسی دوسرے کا سن کر اورنگ کا سانس اٹکنے لگا تھا

وہ ایک بار پھر کم ظرفی دکھا رہا تھا بھول بیٹھا تھا کئی سال پہلے دوسرے کو بیچ میں وہ لایا تھا

مجھے لگنے لگا تھا میرے جو زخم ناسور بن چکے ہیں انکا مسیحاء آن پہنچا ہے

لیکن

ہاہاہا

ماہکان نے بہتے آنسوؤں کے ساتھ قہقہہ لگایا

لیکن

بخت

وہ کہتے ہیں میں مسیحاء نہیں محبت ہوں

وہ کہتے ہیں

مس ماہ اپنے دیس کا کوئی شاہ بہت عرصے سے آپکی گلیوں میں گدا بن کر پھرتا ہے

لیکن

وہ آ گیا شہیر بھائی نے اسے بلا لیا وہ مجھے کسی کا نہیں ہونے دیگا

جیسے ظالم صیاد پرندوں کو قید کر کے بھول جاتے ہیں وہ بھی مجھے اپنی محبت کی بیڑیوں سے آزاد نہیں کرے گا

ادھر ماہو کے منہ سے یہ سب سن کر ظالم صیاد پیچھے کو گرا

اسے لگا اسکی روح پرواز کر گئی

دوسری طرف ماہو

میں شہیر بھائی کو کبھی معاف نہیں کروں گی

معاف نہیں کروں گی

بات مکمل کرتے کرتے

پیچھے گرنے لگی تھی

جب شہیر نے اسے اپنی محبت بھری آغوش میں لے لیا تھا

دونوں جگہ دو لوگ ایک دوسرے کی وجہ سے ہوش و خرد سے بیگانے ہوتے چلے گئے تھے

لیکن نہیں

ایک بار پھر پارٹی میں چلتے ہیں جہاں پارٹی ہال میں سیف صاحب عاصمہ بیگم اور انکی بچوں کے ساتھ محفل کو زعفران بنائے کھڑے سرخی مائل روشن آنکھوں والے شخص کو بائیں جانب درد سی اٹھتی محسوس ہوئی تھی

سیف صاحب کی فیملی جو اس شاہ مصر کے سحر ،میں پوری طرح گرفتار ہو چکی تھی اسے یوں سینہ مسلتا دیکھ گھبرا کر اسکی طرف بڑھے لیکن انکے پہنچنے سے پہلے وہ زمین پر آگر آنکھیں آہستہ سے بند ہونے لگیں تھیں

بند ہوتی آنکھوں سے اس نے آس پاس گونجتی جو آواز سنی وہ ماہ کان کی تھی

"""کچھ ایسا ہو یہ شام ڈھلے !

کوئی ہاتھ میں تھامے ہاتھ میرا

کوئی لیکر مجھ کو ساتھ چلے

کوئی بیٹھے میرے پہلو میں

میرے ہاتھ پے اپنا ہاتھ دھرے

اور پونچھ کہ آنسو آنکھوں سے

وہ دھیرے سے یہ بات کہے

یوں تنہا سفر اب کٹتا نہیں

چلو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں""

ہوش کی دنیا سے ناطہ ٹوٹنے سے بس ایک لمحہ پہلے اسے لگا ماہ کان سفید برائیڈل میکسی پہنے بالوں کا جوڑا اور کانوں میں چمکیلے نگینوں کے ٹاپس پہنے اسکے پاس آکر اسکی سمت ہاتھ بڑھا رہی ہے

اس مسیحاء نہیں محبت نے مسکراتے ہوئے اپنی محبت کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

پھر ہر طرف اندھیرا چھا گیا

ایک ہی وقت میں ایک دوجے سے جڑے تین لوگوں کا ناطہ ہوش و ہواس کی دنیا سے ٹوٹا تھا

تینوں کا زخم محبت تھا

بس ایک زرا سا فرق تھا

ان میں دو نے بس محبت صرف محبت کی تھی جبکہ تیسرے نے محبت میں غرض شامل کر کے گناہ کیا تھا

کیا خبر اسی تیسرے کے گناہ کی سزا ان تینوں کو ملنے والی تھی

کیا خبر

وہ تینوں ہی نامراد دنیا سے جانے والے تھے

اچانک بھیڑ کو چیرتے ہوئے دو لوگ ان تک آئے جن کے چہرے سپاٹ تھے ان میں سے ایک نے اپنا وزیٹنگ کارڈ سیف صاحب کے سامنے کیا سب ایک دم عارش سے دور ہوئے تھے

ان دونوں کے پیچھے کسی ہسپتال کا طبی عملہ جن میں ڈاکٹر بھی شامل تھے افر تفری میں سٹریچر لے کر پہنچا اور فوراً اسے اپنے ساتھ لے گئے تھے

دوسری طرف شہیر ماہکان کو بازوؤں میں اٹھاتے تیزی سے پارکنگ ایریا کی طرف بھاگا تھا

یار ماہو

ماہ بیٹا

تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے

ماہو آنکھیں کھولو

آپی نے مجھ پر بھروسہ نہیں کیا تھا وہ چلی گئی

تم بھروسہ رکھو گڑیا

میں سب ٹھیک کردوں گا

ماہو

ہوش کرو یار

ماہو ہوش کرو

وہ پاگلوں کی طرح روتے چیختے ہوئے اسے اٹھائے بھاگا جارہا تھا

دریائے ٹیمز کے آس پاس چلتے لوگ اسے پاگل دیوانہ سمجھ رہے تھے کچھ لوگ ہمدردی سے اسکی طرف بڑھے انہی میں شاید کسی نے ایمبولینس کو کال کی تھی

کچھ ہی دیر میں ایک ہی روڈ پر تین ایمبولینسز آگے پیچھے روانہ ہوئی تھیں

ان تینوں ایمبولینسز میں ایک دوجے سے جڑے تین دیوانے تھے جو موت کی کشمکش میں مبتلا تھے

تینوں موت سے لڑ کر جیتنا چاہتے تھے

ان تینوں میں کسی ایک نے کسی کا ہونا تھا اور جینا تھا کون کس کا ہوتا ہے اور جیتا ہے یہ فیصلہ وقت نے کرنا تھا

صبح 5:30

سینٹ تھامس ہسپتال لندن-

آئی سی یو کی اس کشادہ راہداری میں کھڑے نفوس پر رات کا ایک ایک لمحہ بھاری گزرا تھا

ڈاکٹرز کے مطابق ماہکان کا ذہنی دباؤ یا کسی شدید دکھ کی وجہ سے نروس بریک ڈاون ہوا تھا

اسکی جان معجزاتی طور پر بچ گئی تھی لیکن رات سے بیہوش تھی انکا کہنا تھا کہ اگر ہوش نا آیا تو وہ شارٹ ٹرم کومہ میں بھی جاسکتی ہے

لیکن ہم بہت سے زیادہ پر امید ہیں کہ صبح تک ہوش آجائے گا

عاصمہ بیگم ایک سائیڈ پر آنکھیں بند کیے ورد کیے جا رہی تھیں آنسو انکی آنکھوں سے رکنے کا نام نہیں لے رہے تھے

سیف صاحب کا حال ان سے الگ نہیں تھا تینوں بھائی الگ الگ دیوار سے یوں لگے کھڑے تھے جیسے ان سے زندگی چھین کر موت کی سزا سنا دی گئی ہو

شہیر اور ماہو کے بھائی ایک دوسرے سے کھچے کھچے تھے جبکہ انکی بیگمات بچوں کو سمیٹے ہوٹل میں بے چین تھیں

ایسے میں بختاور ہی نے ہمت باندھ رکھی تھی ماہکان اور اورنگ کو ایک ہی ہسپتال کے ایک ہی فلور پر لایا گیا تھا

وہ ماہکان کے ساتھ ساتھ اورنگ کے معاملات بھی ڈیل کر رہی تھی حالانکہ وہ جس کمپنی میں پائلٹ تھا اسکا عملہ پہنچ گیا تھا لیکن بختاور کو شہیر نے خود سب کچھ دیکھنے کا کہا تھا

ڈاکٹرز کے مطابق جس پول سے اورنگ کا سر ٹکرایا وہ زنگ آلود اور انفیکٹڈ ہونے کے علاوہ زخم کافی گہرا لگا تھا

ابتدائی طبعی امداد کے بعد وہ بے ہوش مگر خطرے سے باہر تھا لیکن اسے انفیکشن سے بچاو کی میڈیسن کافی عرصہ تک لینی پڑنی تھیں

اورنگ کیطرف سے مطمئن ہو کر بختاور کینٹین سے سب گھر والوں کے لیے چائے لے کر آئی تھی

یہاں سب اپنے آپ سے منہ چھپائے آئی سی یو میں لیٹی لڑکی کے لیے دعا گو تھے ایسا لگتا تھا

اگر خدانخواستہ لڑکی کی سانسیں اکھڑیں تو باہر کھڑے سب ناسہی تین لوگوں کی سانسیں تھم جائیں گی

جن میں سیف صاحب عاصمہ بیگم کے بعد شہیر کا نمبر آتا تھا

ان سب میں کوئی نا کوئی اورنگ اور ماہ کان کے لیے دکھی تھا انکے لیے دعا گو تھا

لیکن

ایک تیسرا فرد بھی انہی کے ساتھ اسی وقت اسی ہسپتال میں لایا گیا تھا

وہ تیسرا فرد کسی کو یاد نہیں تھا نا ہی اسکے لیے کسی نے دعا کی تھی

ڈاکٹرز کے مطابق اسے کافی عرصے سے جگر کی بیماری لاحق تھی جس کے نتیجہ میں جگر مکمل ختم ہو چکا تھا

اور یہ کہ اسے تقریباً پانچ ماہ پہلے جلد سے جلد ٹرانسپلانٹ کا کہا گیا تھا

ڈاکٹرز کے مطابق اسکے بچنے کے چانسسز 20 فیصد سے بھی کم تھے

بشرطیہ کہ فوراً ٹرانسپلانٹ ہو جائے

کوئی گارڈین ناہونے کی وجہ سے اسے فلحال وینٹیلیٹر پر منتقل کر دیا گیا تھا

وہ تیسرا شخص شاید دوناراض لوگوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنے مختصر وقت کے لیے

انکی زندگی میں آیا تھا

شاید اسنے کہانی میں اپنا کردار ادا کر دیا تھا اب اسکا واپس جانے کا وقت تھا کہانی سے یا دنیا سے

اسکا فیصلہ بھی وقت نے ہی کرنا تھا

"""دشت میں پیاس بجھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ہم پرندے کہیں جاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ہم ہیں سوکھے ہوئے تالاب پہ بیٹھے ہوئے ہنس

جو تعلق کو نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

گھر پہنچتا ہے کوئی اور ہمارے جیسا

ہم ترے شہر سے جاتے ہوئے مر جاتے ہیں

کس طرح لوگ چلے جاتے ہیں اُٹھ کر چپ چاپ

ہم تو یہ دھیان میں لاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ان کے بھی قتل کا الزام ہمارے سر ہے

جو ہمیں زہر پلاتے ہوئے مر جاتے ہیں

یہ محبت کی کہانی نہیں مرتی لیکن

لوگ کردار نبھاتے ہوئے مر جاتے ہیں

ہم ہیں وہ ٹوٹی ہوئی کشتیوں والے تابش

جو کناروں کو ملاتے ہوئے مر جاتے ہیں"""""

عباش تابش

شہیر سب سے دور زمین پر بیٹھا غائب دماغی سے اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو گھورے جارہا تھا

کچھ دیر بعد بختاور ہاتھ میں ٹی سٹینڈ پکڑے اسکے پاس آ بیٹھی وہ اب تک بے وجہ ہاتھوں کو گھورے جارہا تھا

شہیر کیا دیکھ رہے ہیں

کچھ نہیں اس نے چند لمحوں بعد ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے ہی جواب دیا

اچھا چائے پی لیں بہتر فیل کریں گے

بختاور نے چائے کا ایک پیپر گلاس سٹینڈ سے اتار کر اسکی طرف بڑھایا

شہیر نے ایک پل کو نظر اٹھا کر اسکی طرف دیکھا پھر اسکے ہاتھ میں پکڑی چائے کو اور نفی میں سر ہلا دیا

کچھ تو ہے جو آپ ہاتھوں کی لکیروں میں کھوج رہے ہیں؟

وہ کئی گھنٹوں سے گپ چپ بیٹھا تھا اسی لیے بختاور بولنے پر اکسار ہی تھی

بخت میں سوچ رہا تھا آبش نے مجھ پر اعتبار نہیں کیا اور میں کچھ نا کرسکنے کی بے بسی میں اسے ان ہاتھوں میں مرتے دیکھتا رہا

اب ماہو نے بھی مجھ پر اعتبار نہیں کیا دل ڈرتا ہے کہیں تاریخ خود کو دہرا نا دے

اب ان ہاتھوں کی منت کررہا ہوں کہ میرے بس میں کچھ نہیں میں مزید کسی کو بے اعتباری کی موت مرتے نہیں دیکھ سکتا ان سے کہہ رہا ہوں

پلیز

اللہ سے دعا کرو

اسے کچھ نا ہو

شہیر کا لہجہ ہارے ہوئے جواریوں جیسا تھا بختاور اسکا دکھ سمجھ سکتی تھی

بخت تمہیں پتا ہے ناماہو کا تم پر مجھ پر ہم دونوں پر احسان ہے

ہے نا

شہیر نے بات روک کر بختاور سے یقین دھانی چاہی اسنے اثبات میں سر ہلا دیا

پھر تم بھی دعا کرونا

شہیر کی حالت دیکھ کر کب سے مضبوط بنی بخت کی آنکھوں سے آنسو چھلک گئے تھے وہ

نامحسوس طریقے سے آنسو پونچھتی لہجے کو ہموار رکھتے ہوئے بولی

ہاں ہاں میں کر رہی اور بھی کروں گی

اچھا آپ پلیز یہ چائے پی لیں نا

شہیر کو بھی اپنے بچپنے کا احساس ہو گیا تھا اسی لیے سنبھل کر بولا نہیں یار دل نہیں یہ چائے تم

پی لو رات سے بھاگ دوڑ رہی ہو

بختاور کچھ دیر شہیر کی طرف دیکھتی رہی اسے اس جواب پر جی بھر کر پیار آیا تھا

وہ اپنی اور شہیر کی چائے اسکے پاس رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی تاکہ جلدی سے کھانے کو بھی کچھ

لے آئے ابھی وہ قدم ہی چلی تھی جب شہیر کی محتاط سی آواز پر اسے رکنا پڑا

اب وہ کیسا ہے بخت؟

اس نے مڑے بغیر جواب دیا بلکل ٹھیک ہے انفیکٹ کل شام تک اسے ڈسچارج کر دیا جائے

وہ بات مکمل کر رہی تھی جب شہیر نے پیچھے سے آکر اسے کندھوں سے تھاما اسکی بات درمیان میں ہی رک گئی

سنو

جج جی

اسکے منہ سے بمشکل نکلا

تم ایک وفا شعار محبت کرنے والی بہادر عورت ہو مجھے ایک بار پھر سے رنگنے کے لیے شکریہ

بختاور کو لگا اسکی زندگی بھر کی آبلہ پائی کا سفر جو شہیر کو پانے کہ بعد تھما ضرور تھا پر رکا نہیں تھا آج اسکا اختتام ہوا

میری زندگی میں آنے کے لیے شکریہ

شہیر بات مکمل کر کے پلٹ گیا تھا

بختاور بہتی آنکھوں سے گم سم سی آگے بڑھ گئی راہداری میں اٹھتے ہر قدم پر اسکا دل رب کی رحمت جھکتا جاتا تھا

اسکا جی چاہا جو ہلکی سی لغزش پر اپنے رب کی رحمت پر ایمان کھو کر نا امیدی کی زندگی گزار دیتی ہیں ان کم عقل لڑکیوں کو جا کر بتائے کہ

واقعی نام بختاور ہونے سے کوئی بختاور نہیں ہوتا مگر جن کے ماں باپ کی دعا سدا انکے ساتھ رہتی ہے جو بھول سے کی گئی غلطیوں پر نادم ہو کر توبہ کرتی ہیں جو رب کی رحمت پر یقین رکھتی ہیں

ان سیاہ بختوں کو بھی خدا رنگ دیتا ہے

انہیں ان کے لیے ان سے جڑے باقی سب لوگوں کے لیے بختاور کر دیتا ہے

جیسے آج وہ بختاور ہوئی تھی

اس نے دل سے دعا کی ایک اور معصوم سی لڑکی کے لیے جو کم عمری میں کی گئی نادانی کی وجہ سے رب کی رحمت پر ایمان کھو کر سیاہ بخت ہو چکی تھی

اس نے دعا کی تھی اسکا اللہ پر یقین پختہ ہونے کی

اسکے سیاہ بخت سے بختاور ہونے کی

ماضی---

سمعیہ کی بات پر اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ کھینچ کر منہ پھیر لیا تھا

سمعیہ یہ کیا بکواس ہے

کیا سوچ کر ایسی گھٹیا بات کہی تم نے؟

میں نے کوئی دنیا سے نرالی بات نہیں کر دی شادی کا کہا ہے محرم رشتے میں بندھنے کا کہا ہے

آنٹی کب تک تمہارے ساتھ رہیں گی؟

بی بی تمہیں ایک سائبان کی ضرورت ہے

اور میرے بھائی کو ہمسفر کی انکے بچوں کو ایک ماں کی ضرورت ہے؟

جھوٹ جھوٹ بول رہی ہو تم تمہارے بھائی آبش سے بہت محبت کرتے تھے انہیں زندگی میں کسی اور کی طلب ہو ہی نہیں سکتی

چلو مان لیا ایسا ہی ہے مگر بچوں کو تو ماں کی ضرورت ہے نا

تت تو میں ہوں نا

میں انہیں ماں کی طرح پالوں گی بختاور نے جھٹ سے جواب دیا تھا

ماں کی طرح پالنے اور ماں بن کر پالنے میں بہت فرق ہوتا ہے بخت

عون اور اسوہ تمہارے بغیر ایک پل نہیں رہتے اچھا انہیں چھوڑو حیدر کا سوچو جس نے آنکھ ہی تمہاری گود میں کھولی اسکا کیا ہوگا

پہلے آبش کی وجہ سے تم یہاں تھیں آج یا کل ہم سب چلے جائیں گے کس رشتے سے یہاں رہو گی؟

بچوں کے ذکر پر بختاور نے پسپا لہجے میں کہا

لل لیکن سمعیہ

لوگ کیا کہیں گے

لوگوں کا کیا ہے بخت

لوگ تو تب بھی کہیں گے بلکہ بہت زیادہ کہیں گے جب تم بغیر کسی رشتے کے کسی جوان مرد کے گھر رہ کر اسکے بچے پولو گی؟

بولو کیا جواب دو گی دنیا والوں کو کس بنا پر شہیر کے بچے پال رہی ہو؟

سمعیہ سب گھر والوں کے مشورے سے پوری تیاری کر کے آئی تھی البتہ شہیر سے بات بختاور کی رضامندی کے بعد کرنی تھی

مم میں انکے قابل نہیں ہوں

بلآخر آنسوؤں کے ریلے کے ساتھ اسکے دل میں چھپا بیٹھا ڈر زبان تک آیا تھا

یار

کون کس کے قابل ہے کون نہیں یہ فیصلہ ہم کیسے کر سکتے ہیں

وہ بہت اچھے ہیں میں اچھی نہیں ہوں

اس نے دکھ بھری نظر سمعیہ پر ڈال کر کہا تھا

ہم خود کو اچھا یا برا جج نہیں کرتے بلکہ ہم سے وابستہ لوگ کرتے ہیں اور تمہارے آس پاس کے لوگوں کا کہنا ہے تم بہت اچھی ہو

سمعیہ نے پہلی بار مسکرا کر جواب دیا تھا

میں کبھی آبش کی جگہ نہیں لے پاؤں گی بختاور نے اپنا آخری داو کھیلا تھا

سمعیہ نے اسکا رخ اپنی طرف موڑا پھر اسکا ہاتھ بہت محبت سے تھام کر بولی کوئی کسی کی جگہ نہیں لیتا چندا

ہر ایک کی اپنی جگہ ایک الگ مقام ہوتا ہے

اور مجھے یقین ہے آنیوالے وقت میں شہیر بھائی کے دل میں تمہارے لیے بہت خاص بہت اعلیٰ مقام ہو گا

بختاور نے دھندلائی نظروں سے اپنے سامنے بیٹھی اس عظیم لڑکی کو دیکھا تھا جو ہر لحاظ سے دوستی کے معنوں پر پوری اتری تھی

اس نے دل کی گہرائی سے دعا کی تھی خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے سمعی

خدا تمہیں ہمیشہ آباد رکھے بخت سمعیہ نے کہہ کر اسے گلے لگا لیا تھا

بختاور کی رضامندی گھر والوں تک پہنچا دی تھی جو پوری فیملی کے لیے خوش آئند بات تھی

اب مسلہ شہیر کا تھا کہ اسے کس طرح منایا جائے سو اس مہم کے لیے پہلے اس طوطے کو قابو کرنا تھا جسکی ہر بات شہیر چپ چاپ بنا کسی تردید کے مان جاتا تھا

یہی سوچ کر عاصمہ بیگم نے ماہکان کو اعتماد میں لینے کا سوچا تھا گو کہ پندرہ سال کی ہونے کے باوجود اس میں بچپنا تھا لیکن بڑھتی عمر کے ساتھ چیزوں کو سمجھنے بھی لگی تھی

یہی وجہ تھی جب عاصمہ بیگم نے اسے پیار سے چیدہ چیدہ باتیں کر کے سمجھایا تو وہ بجائے کسی حیرانگی کا اظہار کیے خوشی سے اس مہم کو سر کرنے کے لیے تیار ہو گئی تھی

کیونکہ اسوہ اور عون اسے اور شہیر کو عزیز تھے تو ننھے حیدر مِیں انکی جان تھی اور ان تینوں کی جان بختاور میں تھی یا یوں کہہ لیں وہ تینوں بختاور کے بغیر ادھورے تھے

اس نے فون بند کرنے کے بعد ایک لمحے کے لیے آنیوالے وقت کا سوچا ذہن بھٹک کر گلالئ کی طرف چلا گیا سرخ وسفید رنگت گہری نیلی آنکھوں والی گلالئ جو انکی پوری برادری میں سب سے حسین لڑکی تھی اسکا سراپا آنکھوں کے سامنے لہرایا تو چہرے پر خوبصورت سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی

وہ دل کی پوری آمادگی سے گاؤں جانے کے لیے پیکنگ کرنے لگا تھا

اگلا سارا دن شہیر کے ساتھ گزار کر اس نے شام کو بزریعہ موٹروے اپنے گھر کی طرف رخت سفر باندھا تھا

دوسرے دن حویلی پہنچنے پر اسکا شاندار استقبال کیا گیا تھا

یہ بات اسکے لیے غیر معمولی تو نہیں لیکن اچھنبے کا باعث تھی کہ روشانے کی شادی کے ساتھ اسکے نکاح کی تاریخ رکھ دی گئی تھی جبکہ شادی گلالئی کے سکینڈ ائیر کرنے کے بعد طے پائی تھی

اورنگ کو مورے کی اتنی جلدی کرنے پر غصہ تو نہیں آیا مگر حیرت ضرور ہوئی تھی

اس نے آج تک صاف ستھری زندگی گزاری تھی دل کو کسی کا خیال تو کیا دل پر کسی کی پرچھائی تک نہیں تھی سو گلالئی کے خیال نے اسکے اندر نئی امنگیں اٹھانا شروع کر دی تھیں

ماہو آج میں بہت بزی ہوں پھر کسی دن بچے

ضد نہیں کرتے یار

شہیر کمرے کے ٹیرس پر بیٹھا لیپ ٹاپ پر کام کر رہا تھا

ماہکان صبح سے اسکے پیچھے پڑی تھی کہ ہمیں گھمانے لے جائیں اور کچھ نہیں تو منال ہی لے جائیں

جبکہ شہیر نے کوئی پانچویں بار اپنی زبردستی کی مصروفیت کا بہانہ بنایا تھا

مسئلہ بچوں کو باہر لے جانے کا نہیں تھا مسئلے کی وجہ ماہو کی بخت پھپھو تھیں

پیچھلے کچھ دن سے جن کے بغیر اسکا کوئی بھی باہر کا چکر نا مکمل ہوتا تھا

یہاں تک بھی ٹھیک تھا لیکن ماہکان عرف ماہو صاحبہ جہاں بھی جاتیں حیدر کو اٹھا اسوہ عون کی انگلی پکڑ ادھر ادھر ہو جاتیں پیچھے وہ دونوں ایک دوسرے کو جان کر بھی انجان بنے بیٹھے رہتے

اسکا دل و دماغ ماہو پلس گھر والوں کی ان حرکتوں پر جس چیز کا اشارہ دے رہا تھا

وہ اس سب کو ماننے سے بلکل انکاری تھا اسکے مطابق آبش کے بعد اسکی زندگی میں کسی کی کوئی گنجائش نہیں نکلتی تھی

ہاں ہاں پتا ہے پتا ہے آپ بہت مصروف ہیں اور مجھے بھی کوئی شوق نہیں بار بار آپکی منتیں کرنے کا مگر شہیر بھائی کچھ خدا کا خوف کریں گھر میں تین چھوٹے چھوٹے بچے ہیں

وہ معصوم گھر میں قید ہو کر رہ گئے ہیں کچھ باہر نکلیں گے گھومیں گے پھریں گے تو فریش ہو جائیں گے نا

لیکن آپکے اپنے بچے ہیں

آپکو یعنی بچوں کے باپ کو کچھ نہیں تو سانوں کی؟

ماہکان نے یہ ساری بڑی اماؤں والی تقریر کچھ اس طرح جھاڑی کہ شہیر عرصے بعد بلکہ آبش کہ موت کے بعد شاید پہلی بار اداس آنکھوں سے کر کھلکھلا کر ہنسا تھا۔

اسکی ہنسی کی گونج اتنی تھی کہ نیچے لان میں موجود تین اشخاص کے ذہن نے تین مختلف باتیں سوچی تھی

بختاور جو باہری دیوار کے ساتھ لگے سدا بہار کے پودوں کو پانی دے رہی تھی پانی کا پائپ اسکے ہاتھوں میں لرز گیا تھا آج سالوں بعد اسکے دل نے چپکے سے گستاخی کرتے اس بجھی بجھی مسکراہٹ والے پیارے سے شخص کا ساتھ پانے خواہش کی تھی

سمعیہ جو لان چیئر پر بیٹھی چائے پی رہی تھی اس نے اپنے بھائی کی ہنسی کو دائمی ہونے کی دعا دی تھی

اسکے سامنے بیٹھا ولید حسن جو شہیر اور اسکا ماموں بھی تھا چائے پینے کے ساتھ وقفے وقفے سے سمعیہ کی پشت پر تھوڑی دور پودوں کو پانی دیتی بختاور کو ہوس ذدہ نظروں سے گھور کر دیکھتا تھا

اس نے سوچا گھر میں ہونے والی چہ میگوئیاں فضول ہیں اسے تو میں اپنا کر رہوں گا رہ گیا شہیر تو اسکا غم مٹانے کو اسکی سالی ہی کافی ہے

عمر کی چھوٹی ہے مگر اسے مردوں کو قابو کرنے کے سارے گن آتے ہیں

ان تینوں کی سوچوں سے قطع نظر شہیر نے ماہو کو دس منٹ میں سب کو لے کر گاڑی میں بیٹھنے کا کہا تھا۔

بخت بخت

وہ اپنے دل کی بدلی حالت پر ٹھیک سے حیران بھی نہیں ہو پائی تھی کہ ماہو بھاگتی ہوئی چلی آئی اور پائپ کھینچ کر ایک سائیڈ پر پھینک دیا

بختاور کو پھپھو کہنے کا تکلف اس نے کبھی نہیں کیا تھا

آں ہاں ماہو کیا ہوا ہے یار کیوں ہوا کے گھوڑے سوار ہو

بختاور نے خود کو سنبھالتے ہوئے جواب دیا تھا

بخت یار بات ہی ایسی ہے آپ سنیں گی تو جھوم جائیں گی

بختاور نے اچھنبے سے اسے دیکھا

کان ادھر لائیں ماہو کے اشارہ کرنے پر وہ تھوڑا قریب ہوئی

شہیر بھائی ہم سب کو گھمانے لے کر جا رہے ہیں

ماہکان نے کسی اہم ترین راز کی طرح اسے بتایا وہ جو پہلے ہی دل کی بے ضرر سی خواہش کے ہاتھوں شرمندہ ہوتے فرار چاہ رہی تھی شہیر کے نام پر اسکا چہرہ دہکنے لگا تھا

مم ماہو میں نہیں جاسکتی بچے مجھے آج بہت کام ہیں تم لوگ چلے جاؤ

بختاور گھبراہٹ میں جو منہ میں آیا کہہ کر ماہکان کا جواب سنے بغیر اندر کہ طرف بڑھ گئی تھی

پیچھے ماہکان نے سمعیہ کو جن نظروں سے دیکھا وہ سب سمجھ کر بختاور کے پیچھے ہولی

ماہکان اسے تھمبز اپ کا اشارہ کرتے اسکی چھوڑی جگہ پر ولید حسن کے سامنے آبیٹھی

ولید جو سمعیہ سے ہلکی پھلکی باتوں کے دوران موبائل تو کبھی بختاور کو تاڑنے میں مصروف تھا

اسکے جاتے اور ماہکان کے آتے ہی۔موبائل جیب میں رکھ کر پوری طرح موہکان کی طرف

متوجہ ہو گیا

ہاں تو ماہو بے بی

آپ کونسی کلاس میں پڑھتی ہیں؟

ولی انکل میں کوئی بے بی نہیں ہوں اور اب یہیں ایڈمیشن لوں گی

ماہکان کو لفظ بے بی ہمیشہ سے چڑاتا تھا ولید حسن بھی گھر کا ہی فرد تھا جبھی اسکو بھی چڑ کر جواب

دیا تھا

ہاہاہا بے بی تو آپ واقعی نہیں لگتیں لیکن ہیں تو بے بی ہی نا

ویسے کتنے ایئرز کی ہیں

ولید حسن نے ماہکان کا اونچا لمبے قد اور بھرے بھرے جسم کو خباثت سے دیکھتے ہوئے پوچھا تھا

ابھی 4 ماہ پہلے پندرہ سال کی ہو گئی ہوں اب میں 8 منتھ بعد سولہ کی ہو جاؤں گی

اسلیے پلیز مجھے بے بی نا کہا کریں کیونکہ اب میری ہائیٹ بخت پھپھو جتنی ہے

ماہو نے منہ پھلا کر کہا تھا

میں آج تک آپکو بے بی سمجھتا رہا کبھی توجہ بھی تو نہیں دی نا غور سے دیکھا

لیکن اب آپکی بخت پھپھو کے ساتھ آپکو بھی پوری توجہ سے بہت غور سے دیکھوں گا

اب خوش؟

گویا ولید کی باتیں اسکے سر سے گزر گئی تھیں لیکن اسنے اثبات میں سر ہلا دیا تھا

وہ تیز تیز چلتے قدموں سے کمرے میں آئی تھی

اسوہ اور عون کو میڈ تیار کر چکی تھی جو بختاور کی سہولت کے لیے سمعیہ نے رکھی تھی اسکا خیال تھا اب کچھ عرصہ بختاور کو اپنے اوپر توجہ دینی چاہیے

البتہ حیدر کو وہ خود سنبھالتی تھی

اس نے کمرے میں آکر حیدر کو دیکھا جو کاٹ سے باہر آنے کے لیے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا

بختاور کو دیکھتے ہی مم مم کرنے لگا

وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھی اسے اٹھا کر پیار کرنے لگی

مم صدقے اٹھ گئے شہزادے مجال ہے جو ایک گھنٹہ بھی آرام سے سو جائیں آپ ہیں؟

حیدر کے بابا باہر جا رہے ہیں

حیدر جائے گا؟

اس نے لاڈ سے حیدر کے پھولے پھولے گال چٹاچٹ چومتے ہوئے پوچھا

جواباً حیدر صاحب نے کھلکھلاتے ہوئے کہا

مم مم

چلو پھر مم کے شہزادے جلدی سے تیار ہو جاؤ وہ حیدر کا ڈائپر چینج کر رہی تھی اس بات سے بے خبر کے شہیر میڈ کو بچوں کو تیار کرنے کا کہنے آیا تھا اور بختاور کی باتوں اپنے بیٹے سے اسکی والہانہ محبت کے اظہار پر ساکت سا کھڑا رہ گیا تھا

لاونج کے داخلی دروازے پر سمعیہ کی جھلک. دیکھی تو اپنے کمرے کی طرف پلٹ گیا تھا

وہ بہت سال پہلے سے سمعیہ کے منہ سے بختاور نامہ سنتا آیا تھا

بخت ایسی بخت ویسی میں تو بخت کو بھابھی بناؤں گی ایسے تو ویسے تب سمعیہ کہ باتوں کو ہنسی میں اڑا کر آگے بڑھ جاتا لیکن دل میں کہیں خواہش ضرور تھی کہ وہ بھی دیکھے کہ کون ہے بختاور عرف بخت جسکے گن اسکی بہن صبح شام گاتی ہے

وقت بیتا بختاور کا ذکر کم ہوتے ہوتے ختم ہو گیا سمعیہ کی شادی میں اسے آبش بری طرح بھاء گئی یا یوں کہہ لیں شہیر کو پہلی نظر میں آبش سے محبت ہو گئ

رشتہ بہت قریبی تھا جبھی محبت نکاح اور اسکے بعد شادی میں بدل کر معتبر ٹھہری شادی سے کچھ دن پہلے ہی گھر میں بختاور کا اضافہ ہوا جو اسکے لیے کسی بھی توجہ کا باعث نہیں تھا لیکن کچھ عرصہ بعد اسے ہر طرف سے بخت بخت کی آوازیں آنے لگیں

آبش عاصمہ بیگم خود شہیر کی امی تک بختاور کے سلیقے اور سمجھداری کے گن گاتی تھیں

عون اور اسوہ کی پیدائش کے بعد تو وہ بھی بختاور کے اثیران میں شامل ہو گیا تھا

وجہ انکے دونوں بچے بختاور کے پاس ہوتے اور وہ شادی کے پانچ سال بعد، بھی لوو برڈز کی سی زندگی گزار رہے تھے

ایسے میں وہ ہر بات میں بخت سے کہہ دو

یار بخت کر لے گی نا تم کیوں ٹینشن لے رہی ہو

نامحسوس طریقے سے بخت اس سارے گھرانے کی زندگیوں کا خاص حصہ بن گئی تھی

آبش کی ناگہانی موت نے سب کو متاثر تو کیا ہی تھا لیکن وہ ٹوٹ چکا تھا پہلی اور من چاہی محبت کی پر سکون پر لطف رفاقت یہ پانچ چھ سال اسے پانچ لمحوں سے زیادہ نہیں لگتے تھے

اسکا جی چاہتا تھا روئے اونچا اونچا دھاڑیں مار مار کر روئے

اللہ سے شکوہ کرے شکایت کرے

لیکن اورنگ نے اسے سنبھال لیا اورنگ نے اسے بتایا کہ عون اور اسوہ کے معصوم چہرے جو ہمک ہمک کر باپ کی طرف لپکتے ہیں ماں تو رب کی رضا سے چھن گئی شہیر بھائی آپ ان معصوموں سے انکا باپ بھی چھین رہے ہو؟

اسکے بعد وہ سنبھل گیا بیس پر جاتا کام کرتا اورنگ سے ملتا واپس آکر سارا وقت بچوں کے ساتھ گزارتا اس سب میں مصالحہ کا کام کرتی ماہکان عرف ماہو

وہ پہلے ہی گھر بھر کی لاڈلی تھی لیکن اب شہیر کو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ اسکی اور آبش کی بڑی بیٹی ہے اسوہ عون کی خالہ نہیں بہن ہے

بچوں کے لیے سمعیہ نے ایک میڈ ارینج کر دی تھی

جبکہ حیدر کی تمام ذمہ داری بختاور نے لے رکھی تھی اسی لیے وہ بچوں کی طرف سے کافی حد تک مطمئن تھا

وہ ایک عام سادن تھا سب کے ساتھ قبرستان جاتے ہوئے آدھے راستے میں اسے کسی فائل کو اٹھانے گھر آنا پڑا کیونکہ اسے قبرستان سے واپس رستے سے ہی دو دن کے لیے لاہور جانا تھا

گھر میں سمعیہ اور بختاور تھیں لاونج میں داخل ہوا تو سمعیہ کہ بیٹی اکیلی صوفہ پر سو رہی تھی

آج بھی بہت لاپرواہے

مسکراتے ہوئے سوچتے اسنے کمرے میں جا کر فائل اٹھائی واپسی پر زرا کی زرا سمعیہ کے کان کھینچنے کے لیے جیسے ہی وہ بختاور کے زیر استعمال کمرے کے پاس پہنچا اپنے نام پر رک گیا تھا

اس نے ان دونوں کی ساری، باتیں سن لی تھیں اسے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی یا افسوس کہ بختاور وہی بخت ہے کافی سال پہلے جسکی بس ایک جھلک دیکھنے کے لیے دل بار بار کہا کرتا تھا

اس دن وہ چپ کر کے لوٹ گیا لاہور سے واپسی پر ماہو اینڈ کمپنی کہ ساری پلاننگ جانتے سمجھتے ہوئے بھی انجان بنا رہا ایک بات تو اسے اچھی طرح معلوم تھی کہ اسکے بچوں کو ماں کی نہیں بلکہ بختاور کی ضرورت ہے لیکن خود کے لیے وہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ آیا اسکی زندگی میں دل میں آبش کے بعد کسی کی گنجائش نکلتی بھی ہے یا نہیں؟؟

وہ انہی سوچوں میں گم تھا جب ماہو پھولا سا منہ لیے چلی آئی

ماسی اب کیا ہوا؟

شہیر نے اپنے احساسات پر قابو پاتے ہوئے مسکرا کر پوچھا

وہ جو بخت ہیں نا؟

شہیر نے سر ہلایا

اب ہم سب تیار ہو گئے ہیں جبکہ وہ کہہ رہیں نہیں جا رہیں

وہ بڑی وڈی چیز ہیں

ماہو کے وڈی چیز کہنے پر شہیر کھل کر مسکرا دیا

چلو زرا پوچھتے ہیں ایویں نہیں جائیں گی؟

شہیر نے یونہی سا کہا؟

ہاں نا یہی تو میں بھی سوچ کر آئی ہوں چلیں زرا پوچھیں ان سے کیوں نہیں جائیں گی

وہ وڈی چیز ہیں تو آپ بھی وڈے چیزے ہیں

ہاہاہاہاہہاہاہا

ماہو بندہ بن جاو بیٹا

شہیر اسکے سر، پر چت لگاتے ساتھ ہی باہر نکلا تھا

وہ حیدر کو چینج کروا چکی تھی جب سمعیہ اندر داخل ہوتے ہوئے بولی

بخت یہ میں کیا سن رہی ہوں؟

کیوں نہیں جارہین تم سب کے ساتھ

بس یار موڈ نہیں کر رہا تم چلی جاونا؟

بخت نے بودا سا بہانہ بنا کر جواز پیش کیا

سمعیہ نے اسکے جواب اپنے کانوں کو ہاتھ لگاتے کہا

نا بابا نا میرے انکی کال آنے والی ہے اور اگر کال کے دوران ایک منٹ کے لیے بھی میری توجہ ادھر ادھر ہوا انکا پارہ ہائی ہو جاتا ہے

سو تمہیں ہی جانا پڑے گا بچے اکیلے کیسے جائیں گے؟

سمی

میری طبعیت کچھ ٹھیک نہیں ویسے بھی ماہو ساتھ ہے اور اماں زینب (میڈ) کو بھی بھیج دیتے ہیں

بختاور چاہ کر بھی کوئی سالڈ جواز پیش نہیں کر پار ہی تھی؟

بخت سیدھی طرح بتاو یار اکیا بات ہے؟

سمعیہ نے اسکا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے پوچھا

میں کس حیثیت سے جاوں؟ پھر ماہو مجھے فرنٹ ہر انکے ساتھ بٹھا دیتی ہے

اور جہاں بھی جاتے ہیں ہمیں اکیلا چھوڑ بچوں کو لے کر گم ہو جاتی ہے

اور

سمعیہ نے اسکے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر پوچھا

مم مم مجھے ڈر لگنے لگا ہے تمہارے بھائی سے

سمعیہ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آکر معدوم ہو گئی

کیوں کچھ کہا بھائی نے کوئی ایسی بات جو؟؟

نن نہیں وہ کچھ نہیں کہتے ہم اجنبیوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں

بختاور نے اسکی بات کی نفی کی تھی

تو پھر کیا مسلہ ہے اللہ کی بندی؟ سمعیہ نے سب جان کر انجان بنتے پوچھا؟

بختاور نے ایک پل کے لیے سمعیہ کی آنکھوں میں دیکھا جیسے کوئی فیصلہ کرنا چاہ رہی ہو

مجھے لگتا ہے انکی اداس آنکھیں مجھے ویران کر دیں گی

انکی چپ بولتی ہے سمی

انکی خاموشی مجھ سے باتیں کرنے لگی ہے

جہاں سمعیہ کو اپنے خدشے کے سچ ہونے پر بے انتہا خوشی ہوئی تھی وہیں شہیر ایک بار پھر دروازے پر ساکت ہو کر رہ گیا تھا

اسے ایک پل لگا فیصلہ کرنے میں اور رکے بغیر اندر بڑھ گیا

جی تو بخت ماہو کہہ رہی ہے آپ ہمارے ساتھ نہیں چل رہیں

سب خیریت تو ہے نا؟

شہیر اسقدر اچانک اندر آیا تھا کہ وہ دنوں سنبھل نہیں سکی تھیں

شہیر کی آنکھوں میں عجیب سی چمک تھی سمعیہ بھائی کے مزاج سے واقف تھی چہک کر بولی

بخت کو شکوہ ہے کہ ماہو سب بچوں کو پیچھے جبکہ اسے آگے آپکے ساتھ بٹھا دیتی ہے

بخت نے سمعیہ کو گھورا مگر اس نے بات جاری رکھی اور یہ کہ آپ چپ چاپ خاموش بیٹھے رہتے ہیں

جہاں ہماری خاموشی سنی جائے وہاں زبان سے ادا کیے گئے لفظ بے معنی سے ہو جاتے ہیں

بختاور نے جھٹکے سے سر اٹھا کر شہیر کی طرف دیکھا تھا مگر وہ اسے نہیں دیکھ رہا تھا

ماہو بلکل ٹھیک کرتی ہے یہ تو رول ہے بچے بیک سیٹ پر جبکہ ماں فرنٹ پر انکے باپ کے ساتھ بیٹھتی ہے

سمعیہ پر شادی مرگ جیسی کیفیت طاری ہوتی جارہی تھی

بختاور ششدر سی شہیر کو جبکہ وہ اب بھی سمعیہ ہی کو دیکھ رہا تھا

سمی اپنی دوست سے کہوں

اداس آنکھوں والا کہتا ہے مجھ سے کسی کی ویرانی نہیں دیکھی جاتی ناوہ چاہے گا اسکی وجہ سے کوئی ویران ہو

اس سے کہوں اداس آنکھوں والا کہتا ہے میری زندگی میں شامل ہو کر خود کو ویران ہونے سے اسے بیاباں ہونے سے بچالے

سمعیہ کی خوشی سے دبی سی چیخ نکلی تو وہیں بختاور کے رب کی رحمت آنسو نکل آئے تھے

آخر کار لمبی ریاضت کے بعد اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد وہ بختاور ہو کر بخت آور ٹھہری تھی

رات کھانے سے فراغت پاتے جیسے ہی اپنے کمرے میں آیا بیڈ سائیڈ پر دھرا فون بجنے لگا جو شاید کب سے بج رہا تھا

آج نجانے کیوں وہ بلاوجہ مسکرائے جارہا تھا موبائل سکرین پر شہیر بھائی کالنگ دیکھتے ہی اسکی مسکراہٹ گہری ہوگئی

اس سے پہلے کہ وہ کال پک کرتا رنگ بند ہو گئی اور فوراً میسج آیا

"دوسرے نمبر سے کال پک کریں "

ایں داسہ خبرہ اشوہ۔۔(یہ کیا بات ہوئی)

وہ اچھنبے سے خود سے بڑبڑیا تو فوراً کسی انجان نمبر سے کال آنے لگی

اس نے پک کر کے فون کان سے لگایا

ہیلو

اسلام و عیلکم

شہیر بھائی کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا؟

آپ مسٹر اورنگ یوسف زئی بات کر رہے ہیں.

دوسری طرف سے پہلے تصدیق چاہی گئی

جانی پہچانی نسوانی آواز سن کر وہ تھوڑا محتاط ہو کر بولا ہاں جی بلکل میں اورنگ یوسف زئی بات کر رر

شش ششششش

آہستہ بولیں

اور ہاں وعلیکم سلام

اسکے جواب دینے پر تیز آواز میں تنبیہا کی گئ

لیکن آپ کون ہیں؟ اور آہستہ کیوں بولوں بھائی

وہ ابھی بھی نہیں پہچانا تھا

ششششش کہانا آہستہ بولیں بچے سو رہے ہیں۔

اور میں بھائی نہیں بہن ہوں

دوسری طرف سے جھڑک کر کہا گیا

اس بار وہ آواز کو قدرے محتاط رکھتے ہوئے بولنا شروع ہوا

لیکن

میری بہن آپ خود اتنا اونچا بول رہی ہیں

حالانکہ کہ میرے بجائے آپکو آہستہ بولنا چاہیئے کیونکہ آپ کے بچے سو رہے ہیں

ایںںںںں

اس طرف موجود ہستی نے ایک لمبی ایں کے بعد وقفہ دیا پھر جیسے کسی نے ریڈیو کا بٹن دبا دیا تھا

افففف مسٹر بدرنگ ایک تو آپ بلکل بدھو ہیں

میں آپکی نہیں شہیر بھائی کی بہن ماہو بات کر رہی ہوں

وہ نا بھی بتاتی تو مسٹر بدرنگ پہچان گیا تھا

میری بہن ہونگے آپ خود

میں کیوں ہونے لگی آپکی بہن بتاو بھلا؟

توبہ توبہ میں تو شہیر بھائی کے بچوں کی بات کر رہی تھی

میری تو ابھی شادی بھی نہیں ہوئی مسٹر بد

(یا خدایا داجینی شہ تیز دی لہ)

(او خدا تم کیا چیز ہو لڑکی)

اورنگ کے منہ سے بس اتنا ہی نکلا ورنہ اسکا ارادہ ماہو کی اس درجہ عجیب بات پر قہقہہ لگانے کا تھا

دیکھا دیکھا ہماری تو زبان بھی نہیں ملتی مجھے تو پتا ہی نہیں کہ یہ کونسی جناتی زبان ہے اور پتا نہیں مجھے کیا کیا کہتے ہیں

چلے ہیں بھائی بہن بنانے مجھے کوئی شوق نہیں آپکی بہن بننے کا اچھا جی

اورنگ نے تابعداری سے جوب دیا

جی اچھا.جی

ویسے آپ نے ابھی کہا کیا تھا

ماہکان عرف ماہو بی بی اپنے فون کرنے کا مقصد اور آہستہ بولنے والی بات بھلائے نیا محاذ کھولنے کو تیار ہوئیں

میں نے کہا مجھے بھی آپکا بھائی بننے کا کوئی شوق نہیں

وہ آج سارے ضبط آزماتے ہوئے اپنی ہنسی روکے ہوئے تھا

ہاں تو نا بنیں یہاں کون مرا جا رہا ہے

مسٹر بدرنگ آپ ہر بار ایویں شوخے نا ہو جایا کریں

اورنگ منہ سے اچانک نکلا تھا

وی زاااار (صدقے جاواں)

کیا کیا کہا آپ نے زرا دوبارہ بولیں کیا

بے زار؟

ماہو کے کان کافی سے زیادہ تیز تھے

او نہیں جی مس ماہکان آپ نے کہا اچھا.جی تو میں بھی جوابا کہا

اچھا جی

ہنں پھر ٹھیک ہے مجھ سے آئندہ سیدھی سادی زبان میں بات کیجے گا آئی سمجھ

زہ تابعدار (میں تابعدار میں آپکا غلام)

ہیییی؟ ماہو کی لمبی ہیی پر سنبھل کر بولا

جی میں نے کہا

آگئی سمجھ

اب آپ مہربانی فرما کر بتانا پسند کریں گی اس ناچیز کو اس وقت کیوں یاد کیا؟

اے ہے لڑکے کیا اول فول بولی جارہے ہیں؟

میں نے کسی چیز کو بھی یاد نہیں کیا بس آپکو فون کیا ہے یہ بتانے کے لیے کہ میں شہیر بھائی کی شادی کروارہی ہوں اور آپکو ساری دنیا والوں کی مخالفت مول لے کر ہر قیمت پر ہر حال میں میرا ساتھ دینا ہو گا

او تیری خیر ہاہاہاہاہاہاہاہاہاہا

اس بار اورنگ کے خود پر کیے سارے ضبط کھوتے چلے گئے ا اس نے چھت پھاڑ قہقہہ لگایا تھا

اوررری

چند لمحوں بعد نم سی آواز میں پکارا گیا تھا

آج سے پہلے اسے اوری صرف شہیر کہتا تھا لیکن آج ماہکان کا اس انداز میں کہنا !!!

اسکی مسکراہٹ ایکدم تھمی دل کی حالت عجیب سی ہوئی تھی

ماحول پر عجب فسوں سا چھا گیا جسکے زیر اثر وہ بولا تھا

جج جی ماہو

یوں منہ پھاڑ کر کسی اچھی لڑکی کا مزاق نہیں اڑایا جاتا

سارا فسوں ٹوٹا وہ اپنے حواسوں میں لوٹا

یا خدا کتنے رنگ ہیں اس چھوٹی سی لڑکی کے

سوری اچھی لڑکی مجھے پہلے پتا نہیں تھا

آج پتا چلا کے اچھی لڑکیوں کا مزاق نہیں اڑایا جاتا حالانکہ اسکا لہجہ شریر تھا مگر دوسری طرف پروا کسے تھی

اوکے اب پتا چل گیا نا؟

میرے ساتھ رہیں گے تو اور بھی اچھی اچھی باتیں پتا چلتی رہیں گی فلحال بات سنیں میں شہیر بھائی کی شادی بختاور پھوپھو سے کروا رہی ہوں

تو اس میں میں کیا خدمات سر انجام دے سکتا ہوں؟ اسے کوئی بھی لقب دینے سے باز رہتے اورنگ نے پوچھا

توبہ توبہ مسٹر بدرنگ

صبر کرنا آپ نے سیکھا ہی نہیں ہے

کوئی خدمات شدمات نہیں دینی بس میری بات کان کھول کر سنیں

مسٹر بدرنگ نے غیر ارادی طور پر اپنا کان صاف کیا تھا

اسکے بعد ماہ کان جو کھسر پھسر کرتی رہی وہ مسکراتے ہوئے سنتا رہا

تقریبا دس منٹ نان اسٹاپ بولنے کے بعد اس نے پوچھا سب سمجھ آ گیا نا

جی جی سب سمجھ آ گیا

او کے اب میں فون رکھ رہی ہوں پہلے ہی آپ نے اتنی سی بات سمجھنے میں اتنا وقت لگا دیا کم عقلی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے

پتا نہیں آپکو جہاز اڑانے کے لیے ڈرائیور کس نے رکھ لیا

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتا فون کھٹاک سے بند ہو گیا

فون بند ہونے کے بہت دیر بعد تک بلکہ اگلے دن صبح تک وہ بلاوجہ ہنستا رہا تھا

ماہکان کی ساری پلاننگ دھری کی دھری رہ گئی کیونکہ شہیر نے اپنا میدان خود ہی مار لیا تھا

دو ماہ بعد ہی سادہ سی تقریب میں انکا نکاح کر دیا گیا

عاصمہ بیگم اور سمعیہ پھپھو سیف صاحب کے علاوہ ہوائی سے کوئی نہیں آیا تھا

سارے خاندان پلس ہوائی میں اس شادی کا کریڈیٹ ماہکان عرف ماہو کے سر دیا جا رہا تھا

اور وہ کچھ نا کرتے ہوئے بھی ہنس ہنس کر سب سے داد وصول کرتی رہی تھی

سیف صاحب اور عاصمہ بیگم کو بار بار یہ جتلایا گیا کہ انکی بیٹی سمجھدار اور معاملہ فہم ہے یہ الگ بات کہ عاصمہ بیگم اس تعریف کو کھلے دل سے تسلیم کرتیں جبکہ سیف صاحب مسکراہٹ چھپانے کو کبھی سر جھکاتے تو کبھی مشروب کا گلاس منہ سے لگا لیتے تھے

ان سب تعریفوں سے جو انسان جل کر اندر تک خاکستر ہو رہا تھا وہ ولید حسن تھا اسے لگ رہا تھا ماہکان نے اسکے منہ کا نوالہ چھین کر شہیر کو دے دیا ہے بظاہر مسکراتے ہوئے وہ اندر تک سلگ رہا تھا

نکاح کے ایک ہفتے بعد ولیمہ دھوم دھام سے اناونس کیا گیا تھا جو اس بات کا ثبوت تھا کہ شہیر نے بختاور کو پورے دل سے اپنی زندگی میں خوش آمدید کہا تھا

شہیر اور بختاور کے ولیمہ کی خوبصورت شام تھی

بختاور خوبصورت تو پہلے ہی تھی

حالات نے اسکی شخصیت میں ٹھہراو پیدا کر دیا تھا

آج گولڈن میرون کلر کے لہنگے میں بہت سے زیادہ پیاری لگ رہی تھی جبکہ شہیر سمپل آف وائٹ تار کشی والے بوسکی کے سوٹ پر میرون واسکٹ پہنے کہیں سے بھی تین بچوں کا باپ نہیں لگ رہا تھا

ماہکان سلور نفیس سے کام والی نیوی بلو میکسی ساتھ سلور نیٹ کا ڈوپٹہ پہنے اپنی عمر سے تھوڑی بڑی بڑی لگ رہی تھی

جو کسر رہتی تھی پینسل ہیل نے پوری کر دی جو اس نے سب کے منع کرنے کے باوجود پہن لی تھی

اور نگ ڈنر سوٹ میں ملبوس تھا

اسے کسی زمانے میں گٹارسٹ بننے کا بہت شوق تھا اسی شوق کی پیش نظر وہ بہت اچھا گٹار بجا لیتا تھا

اسے ولیمہ کی شام باہر کے مہمانوں کے جانے کے بعد، چند کولیگز نے گھیر لیا

وہاں شہیر اور ان کولیگ کی فیملیز کے چند ہی لوگ تھے

چل اورری سب کہہ رہے ہیں تو کچھ سنا دے یار

سب کے اسرار کرنے پر شہیر نے بھی دلہا ہونے کا فائدہ اٹھاتے فرمائش کی شہیر کی بات رد نہیں کر سکا تھا

گٹار ماہو کا لایا گیا وہ برے برے منہ بنا رہی تھی اسکے مطابق پورے پاکستان میں مجھ سے اچھا گٹارسٹ کوئی نہیں ہے

یہ الگ بات کہ جب وہ لاونج میں بیٹھ کر گٹار بجاتی تو سب اپنے اپنے کمروں میں بھاگ جاتے تھے

اس نے گٹار تقریباً پھینکنے کے سے انداز میں اورنگ کے ہاتھوں میں تھامایا جسے اس نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ وصول کیا تھا

اسکا ارادہ گٹار پکڑا کر اوپر اپنے کمرے میں جانے کا تھا

جیسے ہی واپسی کے لیے قدم بڑھائے ٹھیک اسی وقت اورنگ کہ انگلیوں نے گٹار کے تاروں کو لمس بخشا تھا دھن کے ساتھ اٹھتی سریلی آواز نے ماہکان کے قدم زنجیر کر دیے تھے

ہمممممم

ہمممم آہا

چاند ستارے پھول اور خوشبوووووہوووو

ہو

چاند ستارے پھول اور خوشبو۔

یہ تو سارے پرانے ہیں

تازہ تازہ کلی کھلی ہے

ہم اسکے دیوانے ہیں

ماہو نے اس شعر پر پلٹ کر دیکھا اسی وقت اورنگ کی نظر سب سے ہوتی ہوئی اس پر پڑی اسے دیکھتے ہنستی آنکھوں سے مسکرا دیا

اورنگ کے اسی مسکرانے نے غضب ڈھایا تھا کچی عمر کی کوری آنکھوں والی لڑکی کی آنکھوں کوئی رنگ جھلملایا تھا

ہوا تھوڑی تیز ہوئی اسکے کھلے بال اڑنے لگے تھے

ارے کالی گھٹائیں برکھا ساون

ہوووووو

کالی گھٹائیں برکھا ساون

یہ تو سارے فسانے ہیں

تازہ تازہ کلی کھلی ہے

ہم اس کے دیوانے ہیں

اسکا دل دھڑکنے لگا وہ بھاگتے قدموں عاصمہ بیگم کے پاس جا کر انکی اوٹ، میں چھپ گئی تھی

انداز ہیں اسکے نئے نئے ہوووو

انداز ہیں اسکے نئے نئے

ہے نیا نیا دیوانہ پن

پہنا کر تاج جوانی کا

ہنس کر لوٹ گیا بچپن

گیت غزل سب کل کی باتیں ں ں ہووووو

تازہ تازہ کلی کھلی ہے

ہم اسکے دیوانے ہیں

ہو ہو ہووووو

سب نے دل کھول کر داد دی تھی

پاگل جھلی سی نو عمر لڑکی نے اپنی ماں کی اوٹ سے چہرہ نکال کر سامنے سٹیج کے پاس رکھی ٹیبل پر بیٹھے پہاڑی شہزادے کو دیکھا جو ہنس ہنس کر سب سے داد وصول کر رہا تھا

اچانک پلٹا ماہکان کو خود کی طرف دیکھتا پا کر آنکھ سے اشارہ کیا

جی تو مس ماہو کیسا لگا؟

وہ حیا سے لال ہوتی مسکرا دی تھی

اورنگ دور سے ہی کورنش بجا لایا تھا

ایک ہی دن میں یہ دوسرا وار تھا جو اورنگ خان یوسف زئی نے لاعلمی میں اس معصوم سی لڑکی کے دل پر کیا تھا

ولید حسن نے اورنگ کا جھکنا اور ماہو کا شرمانا بڑی گہری نظر سے دیکھا تھا

سب لوگ گھروں کے جاتے ہی شہیر نے بھی کمرے کی راہ لی سمعیہ بختاور کو پہلے ہی کمرے میں لے گئی تھی

وہ کمرے کی طرف جاتے عجیب سے احساسات کا شکار تھا دل بھاگ بھاگ کر سالوں پہلے گزرے ایسے ہی کسی دن کی یاد میں کھونا چاہتا تھا

دماغ کہتا تھا جو گزر چکا وہ کل ہے جو سامنے ہے وہ آج ہے

کیپٹن شہیر یقین کرو تمہارا آج اور آنیوالا کل گزرے ماضی جیسا شاندار ہونا ہو بہت لیکن

خوبصورت اور مطمئن ضرور ہو گا

شاید دل یا دماغ دونوں میں کوئی ایک فریق دوسرے پر سبقت لے ہی جاتا لیکن کمرے کے

دروازے پر ماہکان کو کسی ماہر چوکیدار کی طرح ہاتھ باندھ کر ترچھی نظروں سے گھورتا پا کر

فوراََ سے پہلے حال میں لوٹا تھا

ماہو بچے اس وقت سب خیر تو ہے نا؟

آپ سوئی نہیں؟

وہ جان بوجھ کر انجان بننے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا

ماہو بچے نے پہلے سے پھیلی آنکھوں کو مزید پھیلا کر اسے دیکھا

جیسے کہتی ہو

زیادہ معصوم بننے کی ضرورت نہیں آپکو نہیں پتا کیوں کھڑی ہوں؟؟

ماہو بولو بیٹا کیا ہوا ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟

شہیر کی اداکاری لاجواب تھی

مسٹر کیپٹن شہیر صاحب اب آپکو ایسی حرکتیں سوٹ نہیں کرتیں

پہلے کی بات اور تھی مگر اب آپ شادی شدہ ہیں

اور ایک شادی شدہ بندے کو غیر ذمہ دارری سوٹ نہیں کرتی

نئے نئے شادی شدہ بندے کو تو بلکل نہیں کرتی

کیا مطلب ایسی حرکتیں

ماہو

بھلا کیسی حرکتیں یار؟

نئے نئے شادی شدہ بندے کو اداکاری ترک کرنی ہی پڑی تھی

ایسی ہی جیسی آپ کر رہے ہیں

شہیر بھائی بس مجھے آپ سے اتنی غیر ذمہ داری کی توقع نہیں تھی؟

کہاں ہماری سمجھدار ذمہ دار سنجیدہ سی بڑے دل والی بخت اور کہاں آپ؟

ہنہ

ہاہاہاہاہا۔۔

شہیر اسکی باتوں پر واقعی کنفیوز ہو گیا تھا لیکن بڑے دل والی پر وہ ساری نوٹنکی کا محرک جان گیا تھا جبھی کھل کر ہنستے ہوئے بولا

ہمم تو یہ بات ہے

مس ماہکان سیف الرحمان صاحبہ تو کیا آپ بتانا پسند کریں گی کہ مجھے اپنے سمجھدار ذمہ دار سنجیدہ اور بڑے دل والا ہونے کا ثبوت دینے کے لیے کیا کرنا ہو گا

مس ماہکان نے چند لمحے سوچنے کی اداکاری کی اور بہت سوچتے ہوئے بولی

بس یہی کوئی ایک لاکھ

اہو آہو آہو

شہیر کو کھانسی نہیں کھانسا آیا تھا

او ہو بات تو پوری سن لیں آپکو تو پہلے ہی دمہ کے اٹیک ہو رہے ہیں

شہیر نے فورا کھانسی کو روکی

جی میڈم مکمل کریں بات کو؟

وہ میں کہہ رہی تھی آپ نے ایک دو تین پانچ لاکھ شادی پر لگا دیے ہیں مجھے بیس ہزار تو دے ہی سکتے ہیں نا؟

آں ں ں ہاں

تو یہ بات ہے

ہاں جی میں نے کونسا مسئلہ کشمیر ڈسکس کرنا تھا بس اتنی سی بات ہے

اوکے تو ایسا ہے ماہو بی بیس ہزار کیا آپ چالیس لے لیں

آخر کو ہمیں ثابت کرنا ہے کہ صرف آپکی بخت ہی نہیں ہم بھی بڑے دل والے ہیں

شہیر کی اس بات پر جہاں ماہکان کی باچھیں کھلیں وہی اندر کمرے میں ساری باتیں سنتی سمعیہ کے ساتھ بیٹھی بختاور کا دل کچھ نئے پن سے دھڑکا تھا

لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میرا پرس اورنگ کے پاس ہے

وہ نیچے سامان سمیٹوا رہا ہے آپ ایسا کرو کسی کو بھیج کر پرس منگوالو

خوشی سے کھلتی باچھیں ایک دم سے سمٹ گئیں

آپکا وہ مسٹر بدرنگ مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتا

اچھا

حالانکہ وہ تمہاری بہت تعریف کرتا ہے

ماہکان کے منہ بسور کر کہنے کے جواب میں شہیر، نے مسکرا کر کہا تھا

شہیر نجانے کس ضمن میں کہہ گیا لیکن اس معمولی سی بات پر ماہکان کی رنگت سرخ پڑ گئی تھی

سمعیہ اندر کمرے سے نکلی شہیر کے ساتھ ساز باز کرنے کے بعد ماہکان کا ہاتھ پکڑتے نیچے اتر گئی

سمی یار اسے چائے بھی بھجوا دینا

شہیر نے پیچھے سے ہانک لگائی انکے جانے کے بعد اس نے دو منٹ دروازے پر کھڑے ہو کر خود کو آنے والے وقت کے لیے تیار کیا پھر دروازے پر دستک دیتا اندر چلا گیا تھا

شہیر کی شادی کو چار ماہ ہو گئے تھے اورنگ شادی کے دوسرے دن صبح ہی واپس چلا آیا تھا

روشانے کی شادی کے انتظامات کرنے تھے

حویلی آنے کے بعد مورے نے اسے شہیر اور بخت کو دعوت پر بلانے کا کہا تھا

اسکے لیے اس سے اچھی بات اور کیا ہوتی جھٹ سے شہیر کو فون کر کے مورے کی خواہش کا اظہار کیا جسے شہیر نے اسوقت تو نہیں لیکن اب روشانے کی شادی کی دعوت کے ساتھ قبول کر لیا تھا

وہ شہر سے رات کو کافی دیر سے لوٹنے کی وجہ سے آج خلاف معمول سو تا رہا تھا

موبائل کی مسلسل ہونے والی بپ پر آنکھ کھلی مندی مندی آنکھوں سے موبائل اٹھا کر دیکھا کسی انجان نمبر سے کال آرہی تھی

اس سے پہلے کہ کال پک کرتا بیل بند ہو گئی

چھ مسڈ کالز

خدا خیر کرے یہ کون ہو سکتا ہے

سوچتے ہوئے اس نے کال بیک کرنے کا سوچا اسی وقت میسج بپ ہوئی

شہیر کا میسج آیا تھا کہ وہ لوگ دوپہر تک پہنچ جائیں گے

او یہ بات میں کیسے بھول گیا جبکہ شہیر بھائی نے رات ہی آج دوپہر تک اپنے آنے کا بتادیا تھا

حالانکہ وہ رات مورے اور روشانے کو انکی آمد کا بتاچکا تھا لیکن چونکہ ساتھ سمعیہ کی فیملی اور ماہو بھی آرہے تھے تو اسے خود سے بھی کچھ انتظامات کرنے تھے

ماہو کا نام ذہن میں آتے آپ ہی آپ اسکا چہرہ کھل اٹھا

وجہ آج کل اسکے تواتر سے آنیوالے فون تھے جس میں ایک ہی فرمائش ہوتی

مسٹر بدرنگ مجھے گٹار سکھادیں

وہ ہر بار کوئی نا کوئی بہانا کرکے بات گول کر جاتا تھا

اسے شہیر نے بتایا تھا کہ ماہو انتہائی بے سری ہے

اگر دنیا میں بے سروں کا کوئی ایوارڈ شو ہو تو ماہو بلا امتیاز جیت جائے گی

اور گٹار تو یوں بجاتی ہے کہ اگر کہیں ویرانے میں بجائے تو روحیں چھوڑ بدروحیں بھی کانوں پر ہاتھ رکھ کر بھاگیں

ہاہاہا شہیر کی باتیں یاد کرتے ہوئے وہ بلاوجہ مسکرا رہا تھا جبھی اسکے ذہن میں کچھ عرصہ پہلے ماہکان سے ہوئی گفتگو کے جملے گونجنے لگے تھے

مس ماہو

آپکی سنگنگ کا تو میں فین ہوں

اور نگ کی بات کے جواب میں ماہکان نے تفاخر سے کہا تھا

ہے ناں

سچی مجھے یقین تھا

یہ جو ہوائی میں میرے گانے یا گٹار بجانے پر سب کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے تھے وہ سب کے سب ناقدرے لوگ تھے

ایک نا ایک دن مجھے فن کی قدر کرنے والے لوگ مل جائیں گے لیکن یہ نہیں پتا تھا کہ میرا اتنا بڑا فین اور سچا قدردان یوں گھر کا ممبر ہو گا

ماہو کے جواب پر اسکے منہ سے بے اختیار نکلا تھا

استغفراللہ

ہاہاہاہاہا

وہ ماہکان عرف ماہو کے بارے سوچتے ہوئے مسکرا رہا تھا گزری بات کو ذہن میں دھراتے

قہقہہ لگا کر ہنستے

مسکراتے فریش ہونے کے لیے اٹھا ہی تھا جب

موبائل ایک بار پھر سے بجنے لگا

وہی انجان نمبر

اس نے جھٹ سے یس کا بٹن پش کرتے فون کان سے لگا لیا

ہے لو

اسلام و علیکم

مسٹر بدرنگ میں ماہو

وہ جو کسی ایمرجنسی کا سوچ کر پریشان ہو رہا تھا

اس رازدرانہ ہیلو پلس سلام پر کھل ہی تو گیا

وااالیکم سلام

جی مس ماہو میں اورنگ

اس نے ماہو ہی کے انداز میں جواب دیا تھا

آپ ایسے کیوں بول رہے ہیں؟

ماہو کا انداز ایسا تھا جیسے کسی سے چھپ کر یا کہیں چھپ کر کال کر رہی ہو

آپ ایسے کیوں بول رہی ہیں؟

وہ جو فریش ہونے جانے والا تھا جسے شہیر کی آمد کے لیے انتظامات کرنے تھے سب کچھ بھول کر بچی کے ساتھ بچہ بن گیا

اوہو

مسٹر بدرنگ کیا ہو گیا پے آپکو میں تو گاڑی میں ہوں جبھی آہستہ بول رہی ہوں

لیکن بچی کو اسکا بچہ بننا ایک آنکھ نا بھایا جبھی اپنی جون میں واپس آتے ہوئے زرا نہیں اچھا خاصا اونچا بولی تھی

میں گھر میں بلکہ اپنے روم میں ہوں جبھی آہستہ بول رہا ہوں

نہیں جی گھر میں بیٹھ کر بندہ اونچا بول سکتا ہے

توبہ دا مینے (افف یہ بچے)

کیا کیا کہا آپ نے ایک بار پھر سے کہیں؟

اسکی بڑبراہٹ اتنی اونچی ضرور تھی کہ دوسری طرف سن لیا گیا

کچھ نہیں ماہکان بی بی میں پوچھ رہا تھا یہ نمبر کس کا ہے اور کال خیر سے کی تھی؟

آپکو کوئی کام تھا کیا؟

ہاں ہاں خیر سے ہی کی تھی

کام

ہاں جی آپ سے مربعے نام کروانے ہیں

پہلا فقرہ اونچی آواز میں کہہ بول دوسرا منہ میں بڑبرایا آواز اتنی نیچی رکھی جو آرام سے سن لی گئی

(اب بندہ تمہاری کس کس بات پر صدقے جائے)

اس بار اورنگ نے کہنے کی بجائے صرف دل میں سوچا تھا

جی وہ جی

مسٹر اورنگ پچھلے کچھ دن سے ایک گزارش کر رہی تھی اسی سلسلے میں فون کیا تھا

اووووووو تو آپ نے اس لیے فون کیا تھا؟؟

دیکھیں مس ماہکان آجکل تو میں بہت بزی

اللہ)

مسٹر بدرنگ آپ کتنے وہ ہونا

مسٹر بدرنگ شرارتی آنکھوں سے مسکرایا تھا

ایں "مطلب دی شہ دی "(کیا مطلب کون ہوں میں)

وہی جو ہوتے ہیں

جو کسی کو کچھ نہیں دیتے آں ں ں ماہو نے انگلی کنپٹی پر بجاتے ہوئے کچھ پل سوچا

مس ماہو شاید آپ کنجوس کہنا چاہتی ہیں

اورنگ نے مسکراہٹ ضبط کرتے ہوئے کہا

ہاں ہاں وہی

اللہ

مسٹر بدرنگ آپ کتنے کنجوس ہیں

ایک تھوڑا سا گٹار بجانا سکھا دو گے تو مر تو نہیں جاو گے نا

ہاں مر تو نہیں جاوں گا

لیکن

لیکن کیاہاں؟

مجھے وہاں آنے کا کوئی شوق نہیں تھا یہ تو شہیر بھائی نے اتنی منتیں کیں اور روشا آپی نے بھی اصرار کیا تو سوچا چلو لگے ہاتھوں آپ سے لیسن لے لوں گی

مگر آپکو کسی کا احساس تھوڑی ہے

آپکا دل کتنا چھوٹا ہے

سس

بات کے اختتام پر لمبی سی سسکاری لی گئی مطلب رونے کا موڈ بن گیا تھا

اوہو

مس ماہو پلیز پوری بات تو سن لیا کریں

میں کہہ رہا تھا آجکل میرے پاس ٹائم نہیں ہوتا لیکن چونکہ اپ یہاں صرف میرے لیے آرہی ہیں تو میں بھی صرف اور صرف تمہارے آپکے لیے تھوڑا وقت نکال لوں گا اور سکھا دوں گا۔۔

دوسری طرف خاموشی چھاگئی ایک پل کو وہ خود بھی چپ ہو گیا

اسے خود نہیں پتا چلا کہ وہ کیا بول گیا ہے یا کیا بول رہا ہے

اووری

کچھ دیر بعد، ماہو نے ہلکا سا پکارا تھا

اورنگ کے منہ سے خود بخود نکلا تھا

جج جی ماہو

آ آپ سیریس بلکل سچ کہہ رہے ہیں؟

جی میں بلکل سیریس بلکل سچ کہہ رہا ہوں

اپنی بات سے پھریں گے تو نہیں نا؟

نہیں میں اپنی بات سے بلکل نہیں پھروں گا

دونوں طرف عام سے لفظوں کی ادائیگی تھی لیکن یہ عام سے لفظ جیسے وہ خود نہیں بول رہے تھے

اووری وعدہ پکا وعدہ نا؟

یقین دھانی چاہی گئی

ہاں ماہو وعدہ بلکل پکا وعدہ

ہائےےےےےےےےےے

مسٹر بدرنگ

وہ ماہو کی آواز پر ایک دم سے چونکا جیسے کسی فسوں کسی سحر سے آزاد ہوا ہو

آپ کتنے اچھے ہیں

آپ مجھ سے بھی بہت اچھی ہیں

اوکے

چلیں دوپہر کو ملتے ہیں

ماہو نے چہکتے ہوئے فون بند کر دیا

جبکہ مسٹر بدرنگ ایک دم سے گم سم سا ہو گیا

وہ مورے کی وجہ سے اب بھی کوئی مناسب سا جواب دینے لگا تھا تا کہ یہاں آنے کے بعد اسکا اور ماہکان کا سامنا کم سے کم ہو لیکن اس کی دھیمی پڑتی آواز پر جانے کیوں اسے اپنا دل بیٹھتا محسوس ہوا تبھی اسے خوش کرنے کے لیے نجانے کن وعدوں کی پاسداری کا یقین دے بیٹھا تھا

یہ سوچے بغیر کہ اسکا پکا وعدہ ان دونوں کی زندگیوں پر کس حد تک اثرات برے چھوڑ جائے گا

اورنگ صبح سے ہی بہت خوش تھا کیونکہ شہیر تو کافی بار حویلی آیا تھا

لیکن اس بار بیوی بچوں کے ساتھ آکر اس نے اورنگ کا مان رکھ کر اسے بہت عزت دی تھی

یونہی بے وجہ پاگلوں کی طرح مسکراتے کام نبٹائے جا رہا تھا

وہ دوپہر سے زرا پہلے جیپ لے کر گاؤں کے داخلی علاقے کی طرف چلا گیا تاکہ شہیر لوگوں کو حویلی تک پہنچنے میں کوئی مسلہ نا ہو

اس نے ابھی گاؤں کی کچی سڑک چھوڑ کر مین روڈ کو ٹچ کیا ہی تھا جب دور سے شہیر کی پجارو آتی ہوئی نظر آئی تو جیپ ایک سائیڈ پر لگا کر باہر نکل آیا

اتنے میں شہیر کی گاڑی اس تک پہنچ کر رک چکی تھی

شہیر سے گلے ملتے بچوں کو پیار کرتے بختاور کو سلام کرتے نجانے کیوں مسکراہٹ اچانک غائب ہو گئی تھی

شہیر بختاور عون اسوہ حیدر سب ہی تھے لیکن ماہو کو انکے ساتھ نا پا کر

اسے صبح سے طاری ساری خوشی ہوا ہوتی ہوئی محسوس ہوئی

اچانک اسکے دل نے عجیب سا سوال کیا

(تو ساری خوشی اس چھوٹی سی لڑکی کے اپنے گھر اپنے علاقے میں آنے کی تھی شہیر اور اسکی فیملی کا نام یونہی لے رہے تھے مجھے پاگل بنا رہے تھے)

دل کے سوال پر پل بھر کو اسکا چہرہ ہر جذبے سے عاری ہوتے سیاہ پڑ گیا

کیا ہوا جناب اورنگ یوسفزئی صاحب

کیا مجھے اور میری فوج کو دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی

شہیر کا لہجہ ہمیشہ کی طرح تروتازہ تھا

بلکہ ماضی کی نسبت بہت زیادہ تروتازہ تھا اورنگ اپنے دل کی باتوں میں الجھا ناہوتا تو بختاور کی ہمسفری کی بدولت ملی شہیر کی مسکراہٹ اسکی شوخی پر ضرور توجہ دیتا

اووررری کیا ہوا

شہیر نے اسکی غائب دماغی کو نوٹ کرتے ہوئے تھوڑی سنجیدگی سے پوچھا

اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتا شہیر کو مطمئن کرتا پجارو کی بیک سیٹ کا کالا شیشہ نیچے ہوا جسمیں سے ایک گلابی روشن چہرہ نمودار ہوا

بڑی بڑی سیاہ آنکھیں جن میں نیند کے خمار کی وجہ سے سرخ ڈورے تیر رہے تھے پلکیں نیند سے بوجھل تھیں

اس وقت وہ لوگ مین سڑک کنارے کھڑے تھے انکے ایک طرف پہاڑ جبکہ دوسری طرف تھوڑا نیچے دریائے پنجکور پورے زور وشور سے بہہ رہا تھا

سورج اپنے جوبن پر ہونے کی وجہ سے سردی میں کافی کمی محسوس ہو رہی تھی جبکہ بہار کا موسم ہونے کے باعث پہاڑوں سے جابجا جنگلی بیلں سڑک پر لٹکی نظر آتی جسکے سفید جامنی پھولوں کی خوشبو پہاڑوں میں رہنے والوں کی طرح دلفریب اور چھاجانے والی تھی

ان سب چیزوں میں جب سرخی مائل سیاہ آنکھوں والی پلکوں کی اٹھتی گرتی چلمن کا نظارہ شامل ہوا تو اورنگ خان یوسفزئی کے چہرے پر کھوئے رنگ نئے سرے سے گہرے ہو کر اترنے لگے تھے

ہونٹوں سے کچھ دیر پہلے غائب ہونے والی مسکراہٹ جاندار ہو کر لوٹی تھی

شہیر بھائی اور کتنا وقت لگے گا آپ کے دوست کا گاوں آنے میں؟

لو بھلا بتاو

بندہ پوچھے اتنی دور گاوں لینے کی کیا ضرورت تھی

مسٹر بدرنگ ناہوں تو

وہ واقعی نیند میں تھی جبھی اورنگ کو دیکھے بغیر اپنی ہانکتے دروازہ کھول نیچے اتر آئی

گاوں لیتے نہیں ہیں مس ماہکان گاوں پہلے سے ہوتا ہے

اورنگ کے چہرے پر اترے رنگ اسکے لہجہ کی چہک نے شہیر کو متوجہ کیا تھا

ہاں ہاں وہی

بندہ پوچھے اتنی دور پہلے سے گاوں بنانے کی کیا ضرورت

جہاں اورنگ کو دیکھ کر اسکی زبان کو بریک لگی وہیں شہیر کی توجہ اورنگ سے ہٹ کر ماہکان کی طرف مبذول ہو گئی تھی

اچانک دریائے پنجگور کے ٹھنڈے پانی کے شور، میں مسٹر بدرنگ اور شہیر کے قہقہوں کی گونج شامل ہو گئی تھی

سمعیہ اور باقی لوگوں کا پروگرام عین وقت پر ہونے والی ایمر جنسی کی وجہ سے بدل گیا تھا

حویلی میں انکا استقبال بہت اچھے سے کیا گیا

زرنگار بیگم باقی سب سے ملنے کے بعد ماہکان کے پاس آئیں تو وہ جھٹ سے

مور جان سلام

کہتے انکے گلے لگی تھی

انداز میں اتنی معصومیت تھی سوائے زرنگار، بیگم کے وہاں کھڑا ہر فرد مسکرا دیا

انہیں سوائے اورنگ کے حویلی کا ہر فرد مورے کہتا تھا

ماہو کا اورنگ ہی کی طرح لاڈ سے سر جھکا کر مور جان کہنا انہیں چونکا گیا تھا

الجھے ذہن کے ساتھ انہوں نے اسے لپٹانا چاہا جب بے اختیار نظر ان سے تھوڑی دور کھڑے اورنگ پر گئی جو ہنستی آنکھوں سے ماہکان ہی کو دیکھ رہا تھا

اسکی انکھوں کی چمک دیکھ کر زرنگار بیگم کے دل میں کسی خدشے نے سر اٹھایا تو عجیب سی ناگواری رگ وپے میں سرایت کر گئی

جو ہاتھ انہوں نے ماہکان کے گرد، حمائل کرنے کے لیے اٹھائے تھے انہی ہاتھوں نے آہستہ سے لوئے شہہ (جیتی رہو) کہتے نا محسوس طریقے سے اسے خود سے دور ہٹایا تھا

دو لوگوں کے علاوہ کسی نے انکی گرم جوشی میں فوراََ سے شامل ہونے والی سرد مہری کو نوٹس نہیں لیا تھا

ان دو لوگوں میں ایک تو ماہکان تھی اور دوسرا؟؟؟؟

رات کھانے کے اور خوش گپیوں کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے تھے

ماہکان کو روشانے کے ساتھ روم شئیر کرنا تھا کمرے میں آنے کے بعد وہ کچھ دیر تو فون ہاتھ میں لیے اورنگ کے فون یا میسج کا انتظار کرتی رہی اسی دوران اس نے گٹار بیگ سے نکال کر اچھے سے تار وغیرہ چیک کر کے دروازے کے ساتھ رکھی لکڑی کی کرسی پر رکھ لیا

صوفہ کی ایک کرسی گھسیٹ کر لکڑی کی کرسی سے تھوڑی دور رکھی روشانے ابٹن کا مساج کرتے ہوئے اسکی تیزیاں دیکھ رہی تھی

لیکن وجہ سمجھنے سے قاصر تھی کچھ دیر بعد وہ اٹھ کر واش روم گئی منہ دھو کر واپس آئی تو ماہکان کو کمرے میں ٹہلتے ہوئے پایا

کیا ہوا ماہو

کوئی پریشانی ہے؟ یہاں آکر اچھا نہیں لگا یا ہمارا گھر اچھا نہیں لگا

روشانے نے جو سمجھا پاس آکر وہی پوچھ بھی لیا؟

ماہکان نے اپنی تیز گام کو بریک لگائی ایک نظر روشانے کے منتظر چہرے پر ڈالی اور

ہی ہی ہی ہی

بے وقت بے وجہ کی ہی ہی پر روشانے کو گمان گزرا اس پر پاگل پن کا دورہ تو نہیں پڑ گیا ہے

ارے نہیں نہیں روشا آپی

یہ جگہ آپ کا گھر گھر والے سب بہت اچھے ہیں مجھے بہت مزہ آرہا ہے انفیکٹ میں تو سوچ رہی تھی پکا پکا یہیں رک جاؤں

اس بار ہنسنے کی باری روشانے کی تھی لیکن اسکے ناراض ہو جانے کے ڈر سے اپنی شدید ہنسی کی خواہش کو دباتے ہوئے پوچھنے لگی

چندا پھر کیا مسئلہ ہے ایسے مارچ کیوں کر رہی ہو

روشا آپی

پتا نہیں جب مجھے ٹینشن ہوتی ہے یا کوئی بہت بڑا مسئلہ درپیش ہو تو میں ایسے ہی کرتی ہوں

اللہ خیرے گڑیا کیا ہو گیا ہے کچھ بتاو تو سہی

روشا نے کسی انہونی کے خوف سے ایک دم سنجیدہ ہو گئ

ماہکان نے کچھ لمحے اسکی طرف دیکھا پھر ناراض سے لہجے میں بولی

وہ آپکے بھائی کہاں ہیں

انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا

اسکے باوجود ابھی تک نا فون کیا نا میسج

بھلا کوئی اس طرح کرتا ہے

اتنی جلدی بھول جاتا ہے؟

اسکی بات پر روشا نے کے چھکے چھوٹ گئے

کک کون کس کی بات کر رہی ہو کیا وعدہ کیا تھا

اوہو

آپکے ایک ہی تو بھائی ہیں

مسٹر بد اورنگ انہی کی بات کر رہی ہوں

شہیر بھائی نے کہا تو انہوں نے مجھے گٹار سکھانے کا وعدہ کیا تھا

ہاہاہاہاہا

چلو جی کھودا پہاڑ نکلا چوہا

ماہو یار تم ہمیشہ یونہی سین کری ایٹ کرتی ہو یا صرف یہاں ہی

توبہ دا مینے (افف یہ بچے)

وہ بے ساختہ ہنسی کے دوران بولی تھی

مجھے لگتا ہے دونوں بہن بھائی کا اوپر والا خانہ خالی ہے پتا نہیں چلتا کب کیا بول کر ہنسنے لگتے ہیں

ماہکان نے سوچتے ہوئے اورنگ کا نمبر ملایا اور فون کان سے لگالیا

اس نصیحت کو بھلائے جو اورنگ نے اسے صبح فون پر کی تھی

(مس ماہکان بس ایک بات کا دھیان رکھیے گا میں ٹائم دیکھ کر خود آپکو فون کروں گا آپ نے خود سے نا مجھے کال کرنی ہے نا میسج)

وہ سارا دن شہیر کے ساتھ رہا تھا ویسے بھی اسوہ اور عون کا فیورٹ چاچو تھا کافی وقت انکے ساتھ ساتھ کھیلتا رہا تھا

اسی لیے کھانا کھاتے گپ شپ لگاتے ہی اسے نیند آنے لگی کچھ گزری رات کا جاگنا کچھ صبح سے بھاگ دوڑ نے اسے بھلا دیا تھا کہ وہ کسی سے کیے گئے وعدے کا پابند ہے

شہیر زبردستی بچوں کو سونے کے لیے لے کر گیا تو اس نے بھی اپنے کمرے کی راہ لی

کمرے میں آتے ہی بستر پر گرا اور پل بھر میں سو گیا

ابھی سوئے کچھ ہی دیر گزری تھی جب موبائل نے چنگھاڑنا شروع کر دیا

ایک کے بعد دوسری پھر تیسری بیل پر اس نے بند آنکھوں سے کال پک کر کے فون کان سے لگایا

جھوٹے

دھوکے باز

انسان

کے تلخی بھرے لفظوں پر اسکی نیند اڑن چھو ہوئی فوراً فون کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا

نمبر دیکھتے ہی اسکے منہ سے نکلا

توبہ یار تم لڑکی نہیں پٹاخہ ہو

وہ جب سے ماہکان عرف ماہو سے ملا تھا یہ اور اس جیسے کئی دوسرے لفظ آپ ہی آپ اسکی شان میں نکلتے تھے

کیاا کیا کہا آپ نے زرا پھر سے بولیں؟

مس ماہکان میں نے کہا اتنی رات کو فون کیا سب خیریت تو ہے

حالانکہ وہ فون کا مقصد جان گیا تھا

لیکن رات کے پہلے پہر کے آخر میں اسکا دل اس پٹاخہ لڑکی کو چھوڑنے کے لیے چاہا تھا

اللہ مسٹر بدرنگ

آپ وہ سب وعدے اتنی جلدی بھول جائیں گے مجھے اندازہ نہیں تھا

آپ نے میرے ساتھ دھوکا کیا ہے آپ دھوکے باز انسان ہیں

ماہکان کے لہجے میں نمی تھی اسے اپنا دل بے چین ہوتا ہوا محسوس ہوا

اوہو بھولا نہیں ہوں بھئی

بس آپ کے ساتھ مزاق کر رہا تھا

ورنہ تو میں خود

آپ اپنی لمٹس میں رہیں آئی سمجھ

مجھے شوخے لوگ پسند نہیں

وہ بے چارہ اپنی بات۔ مکمل کرنے بھی ناپایا جب دوسری طرف سے ڈانٹ دیا گیا

)خود ہی لمٹس کراس کرنے پر مجبور کرتی ہو پھر خود ہی غصہ بھی کرتی ہو (

مس ماہو کیا مطلب آپ کہنا کیا چاہتی ہیں کیسی لمٹس؟

پہلی بات اس نے دل میں سوچی جبکہ دوسری ماہکان سے کہی تھی

یہی کے مذاق کر رہا تھا کیا آپکا میرا مذاق ہے؟

نہیں نا؟

تو پھر مذاق کیوں کیا ہیں بولیں جواب دیں

تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا لڑکی تمہارا اوپر والا خانہ خالی ہے

اوکے سوری مس ماہکان میں آئندہ خیال رکھوں گا میں بس ابھی آیا

دل ہی دل میں اس پاگل لڑکی کے پاگل پن پر افسوس کرتے ہوئے اٹھ کر شرٹ چینج کی اور روشانہ کے کمرے کی طرف چلا گیا

روشانے کے کمرے میں پہنچ کر ان تینوں نے اگلے دن سے رات سات بجے جب سب کھانا کھالیں اسکے بعد کا وقت فائنل کیا

ماہکان پہلے ہی روشانے کو ساری رام لیلا سنا چکی تھی سو اس نے پہلے تو زر نگار بیگم کی میوزک وغیرہ سے سخت نفرت کا نقطہ اٹھایا پھر دبے لفظوں میں اورنگ کو یہ باور کروایا کہ اگر مورے کو پتا چل گیا تو؟

چونکہ وہ تھوڑے پرانے خیالات کی مالک ہیں تو وہ طوفان کھڑا کر سکتی ہیں

روش کی بات سن کر اورنگ کو کچھ عرصہ پہلے والی بات یاد آئی تو اسکے چہرے کا رنگ فق ہو گیا

واقعی وہ اتنی اہم بات کیوں بھول گیا؟

اسے تو ماہو سے دور رہنا چاہیئے تھا اور اب کہاں اسے گٹار کلاسز دینے کا وعدہ بلکہ ٹائم تک ڈیسائیڈ کر بیٹھا ہے؟

اسکے چہرے کو سوچوں میں الجھا دیکھ کر روشانے بولی

میرا خیال ہے حویلی کے پیچھے تھوڑا دور جا کر ہمارا جو کچن گارڈن ہے اسکے ساتھ ڈھلوان پر بنی منڈیر ٹھیک رہے گی کسی کو پتا بھی نہیں چلے گا

اورنگ نے شکر گزار نظروں سے بہن کی طرف دیکھا

واقعی بہن بھائی کا رشتہ دنیا کے سب رشتوں سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے کچھ کھٹا کچھ میٹھا کچھ

پھیکا سا

آں ہاں

روشا آپی میں تو اتنی ٹھنڈ میں باہر نہیں جاوں گی بھئی میں نے اپنی قلفی نہیں جمانی ماہکان میڈم

کے نخرے ایسے تھے جیسے بھاری فیس بھر کر کسی میوزک سکول میں ایڈمیشن لے لیا ہو .

اسکی بات سن کر روشا نے اسے سمجھانے لگی چاندنی رات اور دریا کے کنارے کا لالچ دینے لگی

تو وہ کچھ بہل گئی

طے یہ پایا کہ روشا نے بھی ماہو کے ساتھ رات کھانا کھانے کے بعد پہنچ جایا کرے گی

اور پھر دوسرے ہی دن دریائے پنجگور کے کنارے پہاڑوں کے بیچ و بیچ ٹھنڈی چاندنی راتوں

میں کھلے آسمان تلے دنیا کی پہلی اور سب سے انوکھی میوزک ٹیوشن کلاس کا آغاز ہوا تھا

جسکا انجام دو لوگوں کے درمیان محبت کے شروع ہونے پر ہونا تھا

جس سے وہ تینوں فریق بے خبر تھے

وہ پورے چاند کی رات تھی کلاس کا ساتواں اور آخری دن تھا

اورنگ کے مطابق ماہکان کو گانے کی پریکٹس کرنی چاہیے کیونکہ گٹار وہ بہت اچھا بجاتی ہے جو کمی کوتاہی تھی وہ ان سات دنوں میں دور ہو گئی تھی

آج روشانے انکے ساتھ نہیں آئی تھی کیونکہ شام ہی اسے مایوں بٹھایا گیا تھا

ماہکان اورنگ کے ساتھ اکیلے آنے پر تذبذب کا شکار تھی لیکن روشانے کے کہنے پر چلی آئی اور ویسے بھی آج لاسٹ کلاس تھی

دوسری طرف اورنگ آج ہی اسے ساتھ لانے پر بے چین تھا نجانے کیوں لیکن اسکا دل چاہتا تھا وہ ماہکان کے ساتھ اس چاندنی رات میں دریائے پنجگور میں پاؤں ڈبو کر بیٹھے اور اسکی الٹی سیدھی باتیں جی بھر کر سنے

اس نے براون گرم سوٹ کے ساتھ سیاہ شال لے رکھی تھی

ماہکان سفید اور ڈل گرے کلر کے سمپل سے میکسی سٹائل سوٹ میں بہت پیاری لگ رہی تھی

اپنی متعین کی گئی جگہ پر پہنچ کر اورنگ نے ماہکان کو ٹاسک دیا اور خود تھوڑی دور جا کر اسکی طرف پیٹھ کیے بیٹھ گیا تاکہ سگریٹ پی سکے

اس نے سگریٹ سلگائی ہی تھی جب گٹار کی تاروں پر تھرکتی ماہکان کی انگلیوں نے سُر بکھیرنے شروع کر دیے

وہ حقیقتاً بہت اچھا بجاتی تھی اس نے دل ہی دل میں سراہ کر سگریٹ کا پہلا کش لے کر دھواں ہوا کے سپرد کیا جبھی گٹار کے سروں کے ساتھ بہت سریلی تو نہیں لیکن پیاری سی آواز گونجی تھی

بے چین میرا یہ دل ہے

میرے چین کا یہ قاتل ہے

یہ کیسی عجب ہلچل ہے

ہے یہ کیا!!!!!!

اس نے ایک دم پلٹ کر دیکھا تھوڑی دور ایک بڑے اونچے پتھر پر آنکھیں بند کیے بیٹھی کم عمر سی لڑکی جسکا فراک نیچے کی طرف پھیل کر تقریباً سارے پتھر کو ڈھکے ہوئے تھا

لیکن وہ چاند شہزادی ہر چیز سے فراموش گائے جا رہی تھی

اورنگ خان کے لیے اس ٹھنڈی چاندنی رات میں پنجگور کا راگ جھینگروں کا شور بلکہ ہر آواز جیسے تھم سی گئی

اسکے آس پاس بلکہ ہر طرف صرف دو آوازیں گونجنے لگی تھیں

اس چاند شہزادی کی آواز

خود اورنگ خان کے دھڑ ادھڑ دھڑکتے دل کی آواز

محبت ہےےےے محبت ہےےےےےےے

یہ محبت ہے یہ محبت ہے

لائٹر اسکے ہاتھ سے دور جا گرا وہ دوسرا کش لینا بھول چکا تھا سلگتی ہوئی سگریٹ انگلیوں میں دبی رہ گئی

ہمیں پیار ہوا ہے تم سے

تمہیں پیار ہوا ہے ہم سے

میرے دل کی تیز ہے دھڑکن

اور ہوش بھی ہیں کچھ گم سم سے

اے میت میرے اس من کے

ہم دیوانے ہوئے تیرے بن کے

ہے یہ کیاااا!

محبت ہےےےے محبت ہےےےے

یہ محبت ہے یہ محبت ہےے

آہ ہ اووو جلتی ہوئی سگریٹ نے انگلیوں کو جلایا تو وہ ٹرانس سے باہر نکلا تھا

محبت ہے محبت ہے یہ محبت ہے

ماہکان نے گانا ختم کر کے آنکھیں کھولیں تو پہاڑی شہزادے نے تالیاں بجاتے دل کھول داد دی تھی

کچھ دیر بعد مسکراتے ہوئے بولا تھا

واہ واہ واہ

لگتا ہے شاگرد ٹیوشن لیتے لیتے خود استاد بن گئے ہیں

میں تو سوچنے پر مجبور ہو گیا کیوں نا آپکی شاگردی اختیار کی جائے

مس ماہکان آپکا کیا خیال ہے؟

گہری نیلی آنکھوں والے کا لہجہ دھیما آنچ دیتا سا تھا

کوئی نہیں

اتنا نکمہ شاگرد مجھے بلکل قبول نہیں ہے

ماہکان نے چہک کر جواب دیا چند لمحے خاموشی چھائی رہی

پھر دریائے پنجگور کے یخ بستہ پانی نے ان دونوں کا قہقہہ بڑے شوق سے سنا تھا

ہاں

اورنگ کے دل کی سروں بدلی دھڑکن بس وہی سن پایا تھا

مس ماہکان یہ تو کوئی بات ناہوئی نا

وہ ایویں ہی بات کو طول دے رہا تھا

آپ زیادہ سیانے نابنیں اور میر اگفٹ نکالیں

ایں ں ن کون سا گفٹ بھئی ؟

ماہکان کی ہر بات ہر بار اسے نئے طریقے سے متوجہ کرتی تھی

اوہو مسٹر بدرنگ

آپکو اتنا نہیں پتا جب کوئی سٹوڈنٹ محنت کر کے اچھے مارکس لیتا ہے تو اچھے ٹیچر زا سے جو گفٹ کرتے ہیں اسکی بات کر رہی ہوں

آں ہاں .ہاہااہاہاہا

مس ماہکان آپ ویسے بڑی چلاک ہیں اپنے مطلب کی ساری باتیں یاد رہتی ہیں

لیکن

وہ مجھے پتا ہے پر شاید آپکو نہیں پتا کہ وہ اچھے ٹیچرز اچھا خاصہ چارج کرتے ہیں گفٹ دے سکتے ہیں جبکہ میں نے بلکل فری ٹیوشن دی ہے

مجھے پہلے ہی پتا تھا آپ کنجوس مکھی چوس ہیں ایک زرا سی ٹیوشن کیا دے دی جتلانے لگ گئے

ماہو بی بی نے سوں سوں کرتے ہوئے سات دن ڈیلی دو گھنٹے کی کلاس کو زرا سی کہہ کر بات ہی مکا دی تھی

وہ بات مکمل کر کے اپنی طرف سے حویلی کی سمت جبکہ حقیقت میں مخالف چلنے لگی

اورنگ چادر سنبھالتے اسکے پیچھے لپکا

اوہو بھئی میں مزاق .

اس نے رک کر پلٹ کر وارننگ کے سے انداز میں انگلی دکھائی جیسے کہتی ہو

(لمٹس کراس نا کریں ہمارا مذاق نہیں ہے)

اورنگ اس تنبیہہ کو سمجھ کر بات بدلتے ہوئے بولا

ہاں وہی وہی میں کہہ رہا تھا

میں مذاق نہیں کر رہا تھا میں تو ویسے ہی کہہ رہا تھا بلکہ چولیں مار رہا تھا

میں اکثر چولیں مارتا رہتا ہوں

بلکہ میں تو ہوں ہی چول

مس ماہکان

آپ بتائیں کیا گفٹ چاہیے

ماہکان منہ بنائے پھر سے چلنے لگی

وہ دونوں اس وقت تقریبا دریائے پنجگور کے کنارے چل رہے تھے

یہاں دریائے پنجگور ایک چھوٹی سی آبی گزر گاہ کی صورت دور، کسی پہاڑ کی چوٹی سے دھیمے سروں میں اتر تا تھا

کہیں نا

شہزادی آپکو کیا چاہیے؟

وہ پہاڑوں کا راجا تھا اس وقت پورے چاند کی رات میں اپنی سلطنت کے بیچ و بیچ بنی آبی گزر گاہ کے پاس کھڑے اس سے پوچھ رہا تھا

کیا چاہیے تو یوں کہہ رہے ہیں جیسے ابھی میرے کہنے پر چاند اتار لائیں گے

ماہکان نے پھول کر کپا ہو چکے چہرے کے ساتھ کہا

اس کی پشت پر پانچ فٹ چوڑا پانی کا ذخیرہ تھا جو اوپر کسی پہاڑ سے بہتا ہوا آرہا تھا اور یہاں سے آگے جا کر اپنے چند ہم نفسوں کے ساتھ مل کر دریائے پنجگور بن جاتا تھا

گہری نیلی آنکھوں نے اسکی پشت پر پانی میں چاند کا عکس دیکھا تو بڑے دلنشن لہجے میں بولا

چاند شہزادی

آپ حکم تو کریں

چاند کی کیا مجال جو نیچے نا اترے

پہاڑی شہزادے نے اپنی ساری شان و شوکت چھوڑ کسی غلام کی طرح سر جھکا کر کہا

ایں؟

ماہو نے ہنسی روک کر اسکے سر سے اوپر دور آسمانوں پر چمکتے چودھویں کے چاند کو دیکھا تو حکمیہ لہجے میں بولی

چلیں مسٹر بدرنگ

ابھی کہ ابھی چاند کو زمین پر اتارا جائے یہ ہمارا حکم ہے

شاہی غلام نے ایک ادا ہاتھ سینے پر رکھ کر سر کو جھکایا

"ستا غلام حاضر دی جی"

اسکے ساتھ آکر کھڑا ہوا

اب چاند ان دونوں کے سامنے دور آسمان پر تھا جبکہ اسکا عکس ان کے پیچھے پانی میں پڑ رہا تھا

اورنگ نے دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر گول کیا ایسے جیسے چاند اسکے ہاتھوں میں سما گیا ہو

پھر اس نے ہاتھوں کو زور سے کھینچتے ہوئے پیچھے کی طرف پلٹا تھا جیسے چاند کو آسمان سے نوچ کر پیچھے پھینکا ہو

ماہو اسکی عجیب سی حرکت پر کوئی تاثر نہیں دے پائی

وہ تھوڑا پاس آیا اسکا رخ پھیر کر پاؤں میں دیکھنے کا کہا

چاند کا عکس اسکے پاؤں کے پاس بہتے پانی میں تھا

لیں شہزادی اتر آیا چاند نیچے

اور کوئی حکم

ماہو کی سانسیں تک رک گئی تھیں

لیں چاند شہزادی اتر آیا چاند نیچے

اور کوئی حکم؟

اورنگ بات مکمل کرتا مسکراتے ہوئے واپسی کے لیے پلٹ گیا پیچھے کھڑی ماہو کی سانسیں تک رک گئی تھیں

ویسے تمہیں پتا جب تم چھوٹی تھیں جب بھی ہم ملے تم نے ہمیشہ مجھ سے لڑائی ہی کی

مس ماہکان دس سال کی بڑی ساری لڑکی

ہاہاہا

اورنگ اپنی بات مکمل کرتے اونچا اونچا قہقہے لگانے لگا اس بات سے انجان کے کچھ دیر پہلے چہکنے والی ماہو ایک دم سے چپ کیوں ہو گئی

وہ اپنی دھن میں کہے جا رہا تھا

اور یاد ہے تم نے پوچھا تھا اپکے پاس زیادہ سارے پیسے کب جمع ہو جائیں گے؟

میرے پانچ چھ سال کہنے کے جواب تم نے کہا تھا

جب آپکے پاس بہت سے پیسے جمع ہو جائینگے تو مجھ سے شادی کریں گے

یار ماہو

اس نے بات ادھوری چھوڑ کر پلٹ کر دیکھا تو ایک پل کو سہم گیا زبان گنگ ہو گئی ایک سرد سی لہر اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سرائیت کر گئی تھی

ماہکان سے تھوڑے فاصلے پر اسی کی سیدھ میں (Mountain wolf) سرخ پہاڑی بھیڑیا کھڑا غرا رہا تھا

اسکی آنکھوں کی چمک اور غراہٹ بتاتی تھی کہ وہ کافی دنوں سے بھوکا اپنے ریوڑ سے الگ شکار کرنے نکلا ہے اور کسی بھی پل ماہو پر جھپٹ جاے گا

)سرخ پہاڑی بھیڑیے عام بھیڑیوں سے کافی چھوٹے لیکن ظالم ہوتے ہیں

یہ 15 ممبرز کے گروپ می رہتے ہیں

اگر شکار نا ملے یا کم ہو تو الگ الگ شکار ڈھونڈنے نکلتے ہیں جیسے ہی کسی ممبر کو شکار اسکی بو ملتی ہے یا کوئی خطرہ ہوتا ہے تو وہ مخصوص آواز نکال کر باقی ممبرز کو بی بلا لیتے ہیں (

اورنگ نے ساکت رہتے ہوئے نظر ماہکان کے چہرے کی طرف کی اسکی بند آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے جسم تھر تھر کانپ رہا تھا

ان دونوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہیں تھا لیکن بھیڑیا ماہو سے زیادہ قریب کھڑا تھا

اورنگ کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہوئی

اسے پہاڑی درندوں سے نبٹنے کا تجربہ تھا وہ بھیڑیے سور گیڈر اور بہت سے جانوروں کا شکار کر چکا تھا

لیکن بات ماہو کی تھی اس بار بھیڑیے کا ہدف ماہو تھی

وہ خود کو بے بس اور بھیڑیے کو نا قابل تسخیر محسوس کر رہا تھا

اس سے پہلے کہ اورنگ کچھ سوچتا ماہو نے اسکی خاموشی محسوس کر کے آنکھیں کھولیں جن میں خوف تھا وحشت تھی

اورنگ کو اپنے بلکل سامنے کھڑے خود کو گھورتا پا کر اسکے لبوں سے بے آواز سسکاری کی صورت نکلا تھا

اورری

اورنگ یوسفزئی کو لگا آج تک اسے جو چوٹ درد تکلیف ملی وہ بے معنی بے ضرر تھیں

کیونکہ ماہو کے ہونٹوں سے نکلے "اوری" نے اسکے جسم اور روح دونوں کو مبتلا اذیت کر دیا تھا

اسکا جی چاہا اس چھوٹی سی معصوم لڑکی کو خود اپنے حصار میں لے لے اسکا سارا ڈر خوف وحشت خود میں سمولے لیکن یہ وقت جذباتی ہونے کا نہیں تھا

ماہو نے اسکی طرف بڑھنے کے لیے حرکت کرنی چاہی جبھی اورنگ نے سخت نظروں سے تنبیہہ کرتے سر کو ہلکی جنبش دی

اس نے چادر کے نیچے سے ہی نا محسوس طریقے سے اپنا موبائل نکالا اندازے سے نمبر ملایا نظریں مستقل بھیڑیے پر تھیں کیونکہ زرا سی لاپرواہی ماہو اور خود اسکے لیے خطرناک ثابت ہوتی

چند لمحوں بعد خاموشی کے سکوت کو بھاری مردانہ ہیلو اوری

اوری کہاں ہو تم لوگ

ہیلو

اورنگ نے چادر کندھوں سے ڈھلکاتے اسکا گولا بنانا شروع کر دیا

ٹھیک اسی وقت بھیڑیے نے اپنے ساتھیوں کو بلانے کے لیے منہ اوپر اٹھا کر اپنی مخصوص آواز نکالی ماہو آواز کی دہشت سے چیختے اورنگ کی طرف بھاگی تھی

اسے اپنی جگہ سے بھاگتا دیکھ بھیڑیے نے ایک لمبی جست بھرتے اس پر چھلانگ لگائی

اورنگ کو ایک لمحہ لگا فیصلہ کرتے اسنے بھیڑیے کو جل دینے کے لیے چادر کا گولا اسکی طرف پھینکتے ماہو کی طرف جست لگائی

)فورسز کو ٹریننگ میں لمبی لمبی چھلانگیں لگانا سکھایا جاتا ہے (

اس سے پہلے کے بھیڑیا ماہو تک پہنچ کر اسے نقصان پہنچاتا اورنگ ان دونوں کے درمیان آگیا تھا

ماہو اپنا توازن برقرار رکھ پائی نیچے گر گئی جبکہ اورنگ نے بھیڑیے کو دونوں ہاتھوں سے دور اچھال دیا تھا

بھیڑیے نے اس وار پر ہاما نے بغیر اس بار نیچے گری ماہو کی طرف پیش قدمی کی اورنگ نے اسے زور سے ٹانگ گھما کر مارنی چاہی تھی لیکن بھیڑیا اس بار محتاط ہو چکا تھا اس نے اورنگ کی ٹانگ پر دانت گاڑ دیے تھے

ماہو اسے خود کو ہر طرف سے بچاتا دیکھتی رہی دفعتا فضاء میں دو فائر ہوئے تو وہ تیورا کر گری تھی

ایک بھیڑیے کو لگا تھا جبکہ دوسرا؟؟؟

روشانے کی رسم کے بعد سب اپنے کمروں میں چلے گئے تھے

اورنگ کسی کام کا کہہ کر کچھ دیر کے لیے نیچے وادی میں گیا تو شہیر مردانے میں چلا آیا جہاں کافی سارے لوگ گڑ کی ڈلیوں کے ساتھ پہاڑی قہوہ پی رہے تھے

اسے شروع سے یہ قہوہ اپنے منفرد ٹیسٹ اور بنانے کے انداز کی وجہ سے پسند تھا جبھی اورنگ کے والد کی آفر پر وہیں بیٹھ گیا

سب کو باتیں کرتے وقت کا پتا ہی نہیں چلا دو گھنٹے بعد جب وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جبھی روشانے گھبرائی ہوئی کمرے سے نکلی

کیا ہوا روشا بیٹا؟

وہ ماہو کی طرح روشانے کو بھی بیٹا بلاتا تھا اورنگ کے ماں باپ اسے اپنا بیٹا صرف سمجھتے ہی نہیں تھے بلکہ اسے بیٹوں والا مان بھی دیتے تھے

جبھی وہ لوگ مہمان خانے کی بجائے گھر کے اندر ٹھہرے تھے

وووہ شہیر بھائی پہاڑی سے بھیڑیے اس طرف آ نکلے ہیں

میں نے انکی آواز سنی

روشانے کا لہجہ عجیب سا تھا شہیر سمجھ نہیں پایا

ہاں تو بیٹا میں چوکیدار کو کہہ دیتا ہوں دروازے ٹھیک سے چیک کرے

شہیر اسے تسلی دیتے پلٹا جب روشانے نے جھجکتے ہوئے اصل بات بتائی تھی

وووہ شہیر بھائی ماہو اور اورنگ لالا باہر حویلی کے پیچھے ؟؟

شہیر کو ایک پل میں موقع کی نزاکت کا احساس ہوا اس نے اورنگ کو فون کرنے کے لیے

جیب سے موبائل نکالا جبھی اورنگ کی کال آنے لگی اس نے پک کرتے عجلت میں اورنگ کی

خیریت دریافت کرنی چاہی جبھی موبائل بھیڑیے کے بولنے اور ماہو کی چیخ ایک ساتھ آئی تھی

وہ عجلت مین موبائل پھینکتا حویلی کی پیچھلی طرف بھاگا تھا

وہ جب وہاں پہنچا تو بھیڑیے کا مردہ جسم ٹھنڈا پڑا چکا تھا تھوڑی دور ماہو بے ہوش پڑی تھی

جبکہ اورنگ پاس نڈھال سا بیٹھا تھا

شہیر کا دل ایک دم ڈوب کے ابھرا تھا

اووااووری مم ماہو کو کیا ہوا یار

کچھ نہیں ٹھیک ہیں آپکی ماہو صاحبہ آرام سے بے ہوش ہوئی وی ہیں

شہیر اس سے پہلے کہ اسکے غیر متوقع غیر سنجیدہ جواب پر حیران ہوتا اسکی نظر اورنگ کی خون آلود ٹانگ پر پڑی اس نے جلدی سے گلے میں لپٹا مفلر اسکی ٹانگ پر باندھ دیا تاکہ خون ضائع نا ہو

اسوقت تک روشانے بھی بھاگ کر وہاں آچکی تھی

اس نے آتے ہی اورنگ کی خون آلود ٹانگ دیکھی تو روتے ہوئے اسے لاپرواہی کا طعنہ دیتے شہیر، کو سارا قصہ کہہ سنایا

یار وہ تو بچی ہے

تمہیں کس نے کہا تھا ساتھ بچہ بننے کو؟

شہیر کا لہجہ کڑا تھا

روشانے ماہو کا سر گود میں رکھے اسے ہوش میں لانے کے جتن کر رہی تھی

اورنگ نے ایک نظر روشانے کی گود میں سر رکھے بے ہوش ہوئی (ڈرامہ کرتی) ماہو کو دیکھا اور متبسم لہجے میں بولا

شہیر بھائی آپکی ماہو بی بی خود سے فیصلہ کر کے یہاں آئی تھیں

آپ بتائیں کیا میرے پاس کوئی اور آپشن تھا

شہیر نے اسکی بات کے جواب میں افسردگی سے سر ہلا یا

اچھا دکھاو زخم کتنا گہرا ہے

روشے آپی

مم میں کہاں ہوں

میں حویلی کے پیچھے کیسے پہنچ گئی؟

شہیر اورنگ کا زخم چیک کر رہا تھا جب ماہو کی منمناتی ہوئی آواز گونجی روشانے. شہیر نے اسکی بات پر توجہ نہیں دی تھی

جبکہ اورنگ نے درد کے باوجود اپنا قہقہہ بمشکل روکتے ہوئے سوچا تھا

)افففففف دا نخرو جینئ(

شہیر اور روشانے کے بار بار کہنے پر بھی اورنگ وادی کی ڈسپنسری نہیں گیا تھا

وہ نہیں چاہتا تھا بات کھلے اور مرجان بیگم تک اصل بات پہنچے جبھی اس نے گھر میں اچھے سے ڈریسنگ کر کے ڈسپینسری سے منگوایا ٹیٹنس کا انجیکشن لگالیا تھا

تمام احتیاط کے باوجود روشانے کی رخصتی کی شام اسکی سخت طبعیت خراب ہوگئی اتنی کے اسے پہلے دیر بعد ازاں اسلام آباد لے جانا پڑا تھا

روشانے کی شادی روکھی پھیکی لیکن بخیر و عافیت انجام پائی تھی اور نگ اور گلالئی کا نکاح

اورنگ کی طبعیت خرابی کی وجہ سے ڈیلے ہو گیا تھا

اورنگ کی تاکید پر ماہو کا ذکر گول کرتے سب کو اسکی بھیڑیے سے مدبھیڑ کا بتادیا گیا تھا

ڈاکٹرز کے مطابق زخم صاف نا ہونے کی وجہ سے انفیکشن پھیل گیا ہے

شہیر نے بختاور کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا

اورنگ تقریباً بیس دن ہسپتال میں رہا تھا مرجان بیگم مستقل اسکے پاس رہی تھیں

شہیر اور بختاور دوبارا سے مل کر گئے تھے

ماہو نے اس رات کے بعد اورنگ کا سامنا نہیں کیا تھا

شہیر کے آفر کرنے پر بھی وہ اسے پمز دیکھنے نہیں گئی تھی

اورنگ بیس دن ہسپتال رہ کر گھر ایا تو کافی سے زیادہ کمزور تھا اسکے بلکل ٹھیک ہوتے ڈیڑھ ماہ لگ گیا تھا

وہ ڈیڑھ ماہ بعد حاضری دینے پہنچا تو اگلی چھٹی اسے چھ ماہ بعد ملی تھی

جس وقت گلالئی کے پیپرز ہو رہے تھے

اسطرح ایک بار پھر انکا نکاح ڈیلے ہو گیا تھا

روشانے کی ڈلیوری پیچیدہ ہونے کی وجہ وادی کی لیڈی ڈاکٹر نے اسے کسی بڑے شہر جانے کا کہا تھا

سو مرجان بیگم اسے پمز لے آئیں

اورنگ ان دنوں کسی کورس کے سلسلے میں ملک سے باہر جبکہ ماہو چھٹیوں گزارنے ہوائی گئی ہوئی تھی

بختاور شہیر کی خاص ہدایت پر مرجان بیگم اور روشانے کا ہر ممکن ساتھ دے رہی تھی

شادی کے چودہ ماہ بعد ایک پیاری سی صبح روشانے گول مٹول سے بیٹے کو جنم دیا تھا

قدموں میں جنت انے کا نور روشانے کے انگ انگ سے پھوٹ رہا تھا

مرجان بیگم اور روشانے کے سسرال والوں نے کئ بکرے صدقہ کیے تھے

چونکہ روشانے کو چھٹی لیٹ ملنا تھی جبھی گلالئ اور مرجان بیگم کے علاوہ تمام لوگ رات تک واپس چلے گئے تھے

آنٹی آپ اور گل منصب بھائی (روشانے کا شوہر) کے ساتھ گھر چلی جائیں

آج میں روشانے کے پاس رک جاتی ہوں

بختاور انکا کھانا لے کر آئی تھی اب کھانا کھا کر چاے پیتے ہوئے بولی تھی

مرجان بیگم خود بھی تھوڑاریسٹ کرناچاہ رہی تھیں جبھی انہوں نے اثبات میں. سر ہلادیا

گلالئی نے کچھ کہناچاہا(شاید وہ جانا نہیں چاہتی تھی)لیکن اپنی ازلی شرم اور جھجک میں چپ رہی

منصب چونکہ اسلام آباد میں ہی جاب کرتا تھاسواسی لیے انہیں شہیر کے گھر ڈراپ کرتے اپنے فلیٹ پر چلا گیا تھا

بختاور بڑے دونوں بچوں کو گھر چھوڑ کر آئی تھی صرف حیدر ساتھ تھاجو سکون سے سو رہا تھا

وہ اور روشانے کافی دیر ایک دوسرے سے باتیں کرتی رہیں

وہ کینٹن سے چائے لانے گئی تو روشانے نے تکیے سے سر ٹکا کر آنکھیں موندلیں

چند لمحے ہی گزرے تھے جب دروازہ دھاڑ سے کھول کر کوئی اندر آیا تھا

ہائے اللہ روشا آپی

آپکا بیٹا ہوا ہے؟؟

الٰہی خیر

روشانے آواز پہچان کر مسکراتے ہوئے آنکھیں کھول کر بولی

ماہو تم کب آئیں

بھابھی(بختاور)نے بتایا ہی نہیں

ارے انکو بھی نہیں پتا میں نے سرپرائز دینا تھا لیکن یہاں تو آپ نے اچانک سرپرائز دے دیا۔

بندہ دوستوں کو تو بتا ہی دیتا ہے مگر نا جی

اُفف توبہ

آپ کتنی میسنی ہیں؟؟

اسکی باتوں پر روشانے کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا

وہ سترہ سال کہ ہو چکی تھی لیکن بچپنا ہنوز قائم

بولنے سے پہلے سوچنا اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا

اب اگلی بار سب سے پہلے مجھے بتایئے گا

اوکے تم یہ بتاو تم واپس کیا آئیں ہوائی میں سب کیسے ہیں کوئی فریش نیوز؟

ماہو سے کچھ بھی امید کی جاسکتی تھی جبھی روشانے نے ٹاپک بدل دیا تھا

ہوائی میں سب ٹھیک ہیں

میں، آج شام کو ہی پہنچی ہوں

آپکی اماں جان اور کزن کو مل کر آئی ہوں

گل آپی کتنی پیاری ہیں نا؟

ماہو نے ایک سانس میں روشانے کی تمام باتوں کا جواب دے کر اس سے تصدیق چاہتی کاٹ کی طرف بڑھی

ہاں بہت پیاری ہے اسی لیے تو ہم نے اسے بھابھی بنانے کا سوچا ہے

روشانے کے جواب پر ماہو کے کاٹ کی طرف بڑھتے قدم رک گئے تھے

دوسرے دن شام 5:30

سینٹ تھامس ہسپتال لندن----

اورنگ کو ہوش آگیا ہے شاید کچھ دیر تک اسے چھٹی دے دیں

بختاور ابھی اورنگ کے فلور سے ہو کر آتے شہیر کو اطلاع دی تھی

شہیر نے غائب دماغی سے اسے سنا تھا اسکی ساری توجہ سیف صاحب کی طرف تھی جو ڈاکٹر سے کسی بات پر استفار، کر رہے تھے

شہیر

آں ہاں ہاں بولو؟

وہ کسی سوچ سے نکل کر چونکا تھا؟

میں کہہ رہی ہوں ہو سکتا ہے اورنگ کو تھوڑی دیر میں چھٹی ہو جاے

اچھا ٹھیک ہے اسے کہنا ابھی پاکستان نا جائے

شہیر نے پھر کسی سوچ میں ڈوبتے ہوئے کہا

او کے اور کچھ

بخت اسکا بار بار الجھنا نوٹ کر رہی تھی

میں اب ماہو کو اسکی ساری خوشیاں لوٹاوں گا

اسے جو جو چاہیئے سب لا کر دونگا چاہے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے میں ہر حد سے گزر جاونگا

مجھ سے ماہو کی اذیت سہی نہیں جاتی

شہیر خود کلامی کرتے جیسے خود کو یقین دلا رہا تھا

بختاور اسکے لفظوں کا مفہوم سمجھ کر ایک دم سے چونکی تھی

جج جی کیا کیا کہا آپ نے؟

نہیں کچھ نہیں بس تم اوری سے کہنا۔۔۔

نہیں میں ایسا کرتا ہوں خود بات کرتا ہوں

وہ کس روم میں ٹھہرا ہے

بختاور نے الجھتے ہوئے اسے اورنگ کے روم اور فلور کا بتایا وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہاں سے چلا گیا تھا

)بخت اب میں جینا چاہتی تھی

اب تو زندگی کی تاریک راہوں پر مجھے کسی کی آنکھوں کی روشنی بھلی لگنے لگی تھی (

بختاور کا دل کسی انہونی کے خوف سے رک کر دھڑکا تھا اس نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر شہیر کے پیچھے قدم بڑھا دیے تھے

)وہ آگیا شہیر بھائی نے اسے بلالیا وہ مجھے کسی کا نہیں ہونے دیگا

جیسے ظالم صیاد پرندوں کو قید کر کے بھول جاتے ہیں وہ بھی مجھے اپنی محبت کی بیڑیوں سے آزاد نہیں کرے گا (

نانا نہیں ماہو

میں ظالم صیاد نہیں ہوں

مم میں محبتوں کی آبیاری کرنے والا ہوں

جیسے مالی پودوں کی آبیاری کرتے ہیں انہیں اپنے بچوں کی طرح پروان چڑھاتے ہیں

مم میں نے اتنے سال خود میں تمہاری محبت کی آبیاری کی ہے

اسے پروان چڑھایا ہے تمہاری محبت کی جڑیں میرے وجود کے ایک ایک ریشتے تک جا پہنچی ہیں

بہت تڑپا ہوں تمہارے لیے

اب میں کیسے؟

نہیں میں نہیں چھوڑ سکتا ماہو

تمہارے ہونے سے مجھے سانس آتی ہے

میں سانس لینا کیسے چھوڑ دوں؟؟

اسے رات ہی ہوش آ گیا تھا لیکن آج کا سارا دن ڈاکٹر ز نے اسے انڈر آبزرویشن رکھ کر اینٹی بائیوٹک دی تھیں دوپہر سینئر ڈاکٹر نے اسے شام تک گھر جانے کی اجازت دے دی تھی

لیکن اسکی خود سے جنگ جاری تھی

دو دن پہلے کہی گئی ماہو کی باتیں یاد کرتے اسکا دل

اسی لیے ایک نئے سرے سے خود کو تاویلیں دے رہا تھا

اسکی خود سے چھڑی جنگ کا اختتام دروازہ کھول کر اندر آتے شہیر کو دیکھ کر ہوا تھا

شہیر بھائی

آ آپ

اس سے پہلے کے وہ کچھ کہتا یا اٹھ کر بیٹھتا شہیر نے بھری آنکھوں سے اسکے سامنے ہاتھ جوڑ دیے تھے

اوری

میں آج تمہارا کولیگ یا دوست بن کر نہیں آیا

شہیر بھائی یہ آپ کیا؟

پلیز ایسا نا کریں؟

اورنگ کو لگا شہیر اس سے معافی مانگ رہا

میں ایک بھائی ایک باپ بن کر آیا ہوں جسکی معصوم بیٹیوں جیسی بہن کو نا کردہ گناہوں کی سزا ملی

جسے خوشیوں کے نام پر دھوکے اور بہتان ملے

شہیر بھائی پلیز

ایسی باتیں نا کریں

اورنگ نا صرف اٹھ کر بیٹھ گیا تھا بلکہ اس نے شہیر کے بندھے ہاتھ بھی پکڑ لیے تھے

میری ماہو کو زندگی میں اب تک کوئی خوشی نہیں ملی

اسکی ساری خوشیاں تمہارا ہونے میں ہے

اوری

میں تم سے اسکی خوشیوں کی بھیک مانگتا ہوں

اسے اپنا لو

اوری

اورنگ کے ہاتھ ایک دم نیچے گرے

دروازے میں کھڑی بخت کا منہ صدمے سے اختیار کھل گیا تھا

اسے لگا انہونی ہو گئی ہے

اسکے ذہن میں ماہو کی آواز گونجنے لگی تھی

((بخت وہ جب ہنستے ہوئے میری طرف دیکھتے ہیں

نا

مجھے سارے دکھ سارے درد بھولنے لگتے ہیں ((

اندر اورنگ شہیر سے کہہ رہا تھا

شہیر بھائی پلیز ایسا نا کریں مجھے میری ہی نظروں میں نا گرائیں

((مجھے لگنے لگا تھا میرے جو زخم ناسور بن چکے ہیں انکا مسیحاء آن پہنچا ہے ((

اسکی انکھیں بے آواز بہنے لگی تھیں

شہیر نے ملتجی نظروں سے اورنگ کی طرف دیکھا تو وہ فوراً سے بولا

یار اگر میں چاہوں بھی تو شاید ایسا نا ہو کیونکہ ماہو کہہ رہی ؟؟

ماہو بچی ہے

اسے لگا میں نے تمہیں بلوایا ہے

وہ سب کچھ غصے میں کہہ رہی تھی

شہیر نے اورنگ کو بات کے درمیان ٹوک کر کہا کیونکہ وہ ہر بات سے انجان تھا

وہ اپنی طرف سے ماہو کے خود کو دیے کوسنوں کی صفائی دے رہا تھا

لیکن شہیر بھائی

اورنگ نے دوبارہ کچھ کہنا چاہا

))لیکن

ہاہاہا

بخت

لیکن پتا ہے کیا؟؟

وہ کہتے ہیں میں مسیحاء نہیں محبت ہوں

وہ کہتے ہیں

مس ماہ اپنے دیس کا کوئی شاہ بہت عرصے سے آپکی گلیوں میں گدا بن کر پھرتا ہے ((

لیکن ویکن کچھ نہیں اوری خان

تم نے اگر آج تک کبھی مجھے بھائی سمجھا ہے تو اب منہ سے ایک لفظ نکالنا

ٹھیک ہے میں تیار ہوں

اورنگ نے ہر خدشے کو جھٹک کر جواب دیا تھا

خدا تم لوگوں کو سلامت رکھے

شہیر، نے مسکراتے ہوئے اسے خود میں بھینچ لیا تھا

ایک بات یاد رکھنا

اوری خان

اس بار پیچھے ہٹے تو تمہارا شہیر بھائی ماہو کا دکھ سہہ نہیں پائے گا مر جائے گا

خدانا کرے شہیر بھائی کیسی باتیں کر رہے ہیں؟

میں کبھی پیچھے نہیں ہوں گا

میں اسے ساری خوشیاں دونگا

میں اسے اپناوں گا

اورنگ نے بھی اسے خود میں بھینچ لیا تھا

دروازے میں کھڑی بختاور نے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی چیخوں کا گلہ گھونٹا تھا

اسکا دل ماہو کی کم نصیبی پر اس ان دیکھے مسیحاء، محبت، شاہ، گدا کے دکھ پر تڑپ تڑپ کر رونے کا چاہا تھا

اسکا دل چاہا سب کو جا کر بتائے کہ

(محبتیں محرم ہو یا نا محرم ان پر کسی جادو گر کا سایہ نہیں ہوتا

محبت پر کسی دوسری شدید محبت کا سایہ ہوتا ہے

جبھی وہ توڑ نہیں چڑھتیں)

ماہو نے ٹھیک کہا تھا اسکی محبت پر شہیر کا نہیں لیکن شہیر کی اسے سے شدید محبت کا سایہ ضرور تھا

وہ دل کی خواہش پر عمل کر ہی ڈالتی لیکن اسکا موبائل وائبریٹ ہونے تھا

عاصمہ بیگم کال کر رہی تھیں

اس نے ایک ہاتھ سے آنسو خشک کرتے دوسرے سے کال پک کر کے فون کان سے لگایا

بخت

بخت کہاں ہو تم لوگ

عاصمہ بیگم کی آواز گھبرائی ہوئی تھی

بھابھی کیا ہوا آپ اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہیں؟

بختاور نے انکا سوال نظر انداز کرتے ہموار لہجے میں پوچھا

بخت ماہو کی طبعیت بگڑ گئی ہے

یہ لوگ اسے آئی۔ سی۔ یو لے جا رہے ہیں

کیا؟؟؟

بختاور کی چیخ نکل گئی تھی

میری آپی چلی گئی میری ماہو جارہی ہے بخت اسے روک لو بخت میری ماہو

عاصمہ بیگم بری طرح رو رہی تھیں

وہ کپکپاتے ہاتھوں سے فون پکڑے (آئی سی یو) کیطرف بھاگی تھی

شہیر اور اورنگ بھی بختاور کی چیخ سن چکے تھے وہ لوگ جلدی سے دروازے میں پہنچے تو اسے کوریڈور کے دوسرے سرے پر تقریباً بھاگتے دیکھ کر وی بھی جلدی جلدی اسکے پیچھے بھاگے تھے

اسکے چاروں طرف اندھیروں کا سکوت تھا

سکوت کو کسی کی آواز نے توڑا تھا لیں

چاند شہزادی اترا یا چاند نیچے اور کوئی حکم

اسے لگا اندھیرے روشنیوں میں بدل گئے ہیں

ابھی وہ خوش بھی نہیں ہونے پائی تھی جب کسی کی زنانہ آواز گونجی

ارے یہ بچی شیچی نہیں ہے

عمر کی کم لیکن گنوں کی پوری ہے

غضب خدا کا ابھی زمین سے نکلی نہیں سارے جہان کے جوان بوڑھے مرد اپنے پیچھے لگا لیے

نا کوئی روک ماٹوک پتا نہیں کیسے غیرے مند باپ بھائی ہیں

اتنی خوفناک آوازیں سنتے اسکا دل خوف سے بند ہونے لگا

اسکے آس پاس افرا تفری مچی ہوئی تھی

ڈاکٹرز پتا نہیں کس زبان میں ایک دوسرے سے اونچی اونچی بول رہے تھے

ان خوفناک آوازوں کو خوبصورت سی میٹھے سازِوں جیسی آواز نے چھپا دیا

)محبت من محرم ہوتی ہے ماہ بی بی

اور آپ سے یہ کس نے کہہ دیا کہ میں محبت کا قائل ہوں؟

میں تو محبت میں نکاح کا قائل ہوں

اسکے دہلتے دل کو سکون آنے لگا تھا

)اگر آپکی اجازت ہو تو آج شام ہی بارآت میں سارا لندن اکھٹا کر لاؤں؟ (

اسکا دل سکون پا رہا تھا جب ایک اور آواز گونجی

ويی زاار دادی پکی کمی وو

)صدقے جاؤں بس اسی کی کمی تھی(

اسکا پر سکون ہوتا دل اچانک بند ہونے لگا سانسیں اٹکنے لگیں جسم کو جھٹکے لگنے لگے

ڈاکٹرز اسے فورا "آئی سی یو" کی طرف لے گئے تھے

کسی پبلک پلیس پر چند شر پسند گوروں نے فائرنگ کی تھی اتفاقاً سینٹ تھامس ہسپتال کے پاس تھا جبھی پورے ہسپتال میں ایمر جنسی نافذ کر دی گئی تھی

ماہکان کو جس "آئی سی یو" میں لے جایا گیا

وہاں کوئی اور بھی موجود تھا جسکا 72 گھنٹوں پہلے آپریشن ہوا تھا جو زندگی موت کی جنگ لڑ رہا تھا جس کی زندگی کے لیے ڈاکٹرز بلکل بھی پر امید نہیں تھے

ماہکان کو اسی کے ساتھ والے بیڈ پر شفٹ کیا گیا تھا

اچانک ایک عجیب سی بات ہوئی

ماہکان کو جیسے ہی وہاں شفٹ کیا گیا اسکے جسم کو جھٹکے لگنے بند ہو گئے تھے

دھڑکن سٹیبل ہوئی سانس ٹھیک چلنے لگی تھی

ڈاکٹرز نے اسکا آکسیجن ماسک اتار دیا

ٹھیک اسی وقت ساتھ بیڈ کے پیشنٹ کا آکسیجن لیول کم ہونے لگا

مونیٹر خطرہ بلنک کرنے لگا تھا

ڈیوٹی سٹاف نے بوکھلاتے ہوئے ماہکان کا اتارا ماسک اسے لگا دیا تھا

پیشنٹ فوراً سٹیبل ہونے لگا تھا

)سانس میں تیری

سانس ملی تو

مجھے سانس آئی

مجھے سانس آئی(

ہاں بہت پیاری ہے اسی لیے تو ہم نے اسے بھابھی بنانے کا سوچا ہے

روشانے کے جواب پر ماہو کے کاٹ کی طرف بڑھتے قدم رک گئے تھے

بلکہ سوچا کیا ہے ہماری تو شروع سے خواہش تھی انفیکٹ میرا رشتہ ہونے سے بہت پہلے ہی

ہمارا ذہن گلالئی کی طرف تھا

جب اماں (ساس) منصب خان کا رشتہ لائیں تو مورے نے ان سے پہلے اپنی خواہش کا اظہار کر دیا تھا

منصب کو اور اماں کو وٹہ سٹہ پر کچھ تحفظات تھے لیکن مورے کی محبت اور چاہ سے کیے سوال پر منع نہیں کر سکے

روشانے اسکا چپ ہونا بات مکمل کرنے کے بعد نوٹ کیا تھا

ارے ماہو تمہیں کیا ہوا

کک کچھ نہیں

اس نے اٹکتے ہوئے جواب دیا

ارے ایسے کیسے کچھ نہیں ابھی تو چہک رہی تھیں بتاو کیا ہوا ہے؟

میرا بیٹا پیارا نہیں ہے کیا؟

روشانے نے بات کے آخر تک لہجہ شرارتی بناتے ہوئے پوچھا۔۔

نہیں نہیں روشانے آپی

یہ تو اتنا پیارا سوبا مونا سا گڈا ہے

میں تو اسکے ماموں کے بارے سوچ رہی تھی انفیکٹ پیچھلے چھ ماہ سے انہی کے بارے سوچ رہی ہوں

اسکی بات و انداز پر جہاں روشانے کے کان کھڑے ہوئے وہیں بھانجے کو دیکھنے کی چاہ میں جو ائیر پورٹ سے سیدھا ہسپتال آیا تھا ٹھٹھک کر رک گیا

کیا مطلب کیا سوچ رہی ہو اسکے ماموں کے بارے؟

روشانے نے تجسس سے پوچھا

آپ اس بیچاری اتنی پیاری لڑکی کہ شادی مسٹر اورنگ سے کیوں کر رہے ہیں

تو پھر کس سے کریں؟

ہاں ہاں بتائیں کس سے کریں

روشانے نے با آواز پوچھا تو دروازے کے پاس کھڑے اورنگ نے سوچا تھا

جس سے بھی کریں لیکن گلالئی سے نہیں

ہائے وہ کتنی پیاری ہے آپکے بھائی اور انکا بلکل جوڑ نہیں بنتا

آپکے دماغ کی کھچڑی تک پہنچنا کم از کم کسی سمجھدار انسان کے بس میں بلکل نہیں ہے

روشانے شاک میں تھی چونکہ اورنگ اس سے اچھی طرح واقف تھا اسی لیے اس فرمان پر

بس کر اہ ہی سکا

آپکو کیسے سمجھاوں؟

روشا گلالئی جیتی جاگتی انسان ہیں جبکہ آپکے بھائی اب وولورائن ہیں

شٹ اپ شٹ اپ

اورنگ بنا آواز بڑبڑایا تھا

پی یہ کیا کہہ رہی ہوماہورو شانے کی زبان گنگ تھی

میں بلکل ٹھیک کہہ رہی ہوں آپکو شاید پتا نہیں

اس رات کیا ہوا تھا

وہ کسی قصہ گو کی طرح شروع ہوئی تو اورنگ روشانے دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا

کیا ہوا تھا؟

اس رات میں سچی مچی کی نہیں جھوٹی موٹی کی بے ہوش ہوئی تھی تا کہ بھیڑیا مجھے مرا ہوا سمجھ کر کاٹ نا لے

ڈرامے باز کہیں کی

حیران و پریشان ہونے کے باجود دونوں بہن بھائی کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کی صورت نکلا تھا

لیکن مسٹر اورنگ کو بھیڑیے ناکاٹ لیا تھا

میں نے کہیں پڑھا تھا مووی میں بھی دیکھا تھا وولف جس انسان کو کاٹ لے اسکے اثر سے وہ انسان وولورائن بن جاتا ہے

مینز آدھا بھیڑیا آدھا انسان

لو جی کھودا پہاڑ نکلا چوہا

اورنگ بڑبڑاتے ہوئے آگے بڑھا جبکہ روشانے اب تک ماہو کی بونگی سمجھنے کی کوشش کررہی تھی اسکی بیک پر اورنگ کو اندر آتے دیکھ کر کچھ کہنے لگی لیکن اورنگ نے منہ پر ہاتھ رکھ کر منع کر دیا تھا

آپکو نہیں روشانے

وولورائن کتنے خطرناک ظالم بدتمیز سنکی جھگڑالو بے ہدایتے ہوتے ہیں

روشانے اسکیگل افشانیوں پر بے ہوش ہونے کے قریب تھی

اورنگ پیچھے سے اسکے کان کے بلکل قریب جھکا تھا

تو اسکا مطلب آپ کو پتا ہے

میں کتنا بدتمیز خطرناک سنکی جھگڑالو اور بے ہدایتا ہوں؟

ایک لمحہ ہر طرف خاموشی چھائی رہی اسکے بعد پرائیویٹ ہسپتال کے اس کمرے میں ماہکان سیف کی بے ساختہ چیخیں تو روشانے اور اورنگ کے بے لاگ قہقہے گونجنے لگے تھے

وہ شروع سے ہی آزاد نہ طبعیت کا مالک تھا

پھر جب اعلیٰ تعلیم کے لیے باہر گیا تو رہی سہی کسر پوری ہو گئی

ہر وہ برائی جس میں کسی پسماندہ ملک کا شہری یورپ جا کر مبتلا ہو سکتا اس نے ان تمام برائیوں کو کھلے دل سے اپنایا تھا

وہ ولید حسن تھا کچھ اسکی پرسنالٹی کا اثر تھا کچھ اسے خود کو سنوارنا آتا تھا۔

مادر پادر آزاد لڑکیاں اسکی مردانہ وجاہت کی کشش پر قربت کے لیے کھینچی چلی آتی تھیں جنہیں وہ کھلے دل سے ویلکم کہتا بعض اوقات ون نائیٹ سٹینڈ ہفتے تو کبھی کبھار مہینے تک چلتا لیکن اس نے وفاداری سیکھی نا کسی سے کی

کم عمر سی وکٹوریہ اسکی کلاس میٹ سوزین کی چھوٹی بہن تھی جو عمر میں اس سے کافی چھوٹی تھی وہ اسکی طرف متوجہ نا بھی ہوتا لیکن وہ وکٹوریہ کے حواسوں پر چھا گیا تھا

کنواں جب خود چل کر آئے تو پیاسا کیا کر سکتا ہے؟

لیکن کنوئے اور اسکی پیاس کے درمیان سوزین آگئی کیونکہ وہ ولید حسن (بلڈی پاکی راسکل) کو اچھی طرح نا صرف اسے اچھی طرح جانتی تھی بلکہ اسکا شکار بھی ہو چکی تھی

وکٹوریہ پر سوزین کے بار بار سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہوا تھا ادھر ولید اسکا نوخیز حسن دل کو لبھاتی ادائیں دیکھ کر باولا ہو چکا تھا

مختصر یہ کے اسے حاصل کرنے کے کیے ولید حسن نے شادی کا جو اتک کھیل لیا جسکا انجام جلد ہی ہو گیا کیونکہ ان دونوں کے جذبے چھ ماہ میں ہی ٹھنڈے پر گئے تھے

اپنی بے اختیاری پر اسے حد درجہ افسوس ہوا تھا جسکا خمیازہ اسے اپنی ساری جمع پونجی وکٹوریہ کو دے کر بھگتنا پڑا تھا

آس پاس کی کمیونٹی میں شہرت پہلے بھی کوئی اچھی نہیں تھی طلاق کے معاملات کے بعد لوگ مزید کھنچے کھنچے رہنے لگے

ماں باپ فوت ہو چکے تھے سو بہن کے بار بار اسرار پر پاکستان چلا آیا

یہاں آ کر بختاور کا سوگوار حسن دیکھتے اسکے اندر کا ہوس پرست مرد بیدار ہو گیا تھا

لیکن اس بار وہ کوئی غلطی نہیں کرنا چاہتا تھا جبھی اپنی بہن (شہیر کی ماں) پر اسے شادی کا ارادہ ظاہر کر دیا

لیکن اس بار قسمت اس پر بلکل مہربان نہیں تھی کیونکہ بختاور کا نصیب آسمانوں پر ہی شہیر کے نام لگ چکا تھا

اس نے اس سب کو ماہو کا کیا دھرا جانا تھا

وہ بدنیت بد خصلت انسان تھا اسکی گندی نظریں 15 سالہ ماہو پر شروع سے تھیں لیکن شہیر کی شادی کے بعد اس نے انتقاماً اس پر نا صرف توجہ دینی شروع کی بلکہ اسکی کم عمری کا فائدہ اٹھانے کا پلان بنانے لگا

دو سال کی لگاتار کوششوں کے باوجود اسے اپنے گندے عزائم کی تکمیل کو کوءی موقعہ نہیں ملا

تھا سب سے بری وجہ شہیر دوسری وجہ بختاور تھی

لیکن دو سال بعد اسے بھرپور موقع مل گیا تھا

جب شہیر اور بختاور بچوں کے ساتھ ایک ہفتے کے لیے کراچی گئے تھے

شہیر کے دوست کی بہن جسے شہیر اپنی بہن مانتا تھا کے بیٹے کی سالگرہ تھی

شہیر کی غیر موجودگی میں اسکی ماں نے ولید سے ماہو کو ساتھ نے جانے کو کہا تھا

دو سالوں میں اس نے ماہو کے ساتھ اچھا خاصا بے تکلف تعلق بنا لیا تھا

لیکن ماہو کے لیے وہ ولید ماموں ہی تھا

جبھی کسی کو بھی اعتراض نا ہوا ماہو نے سالگرہ کے لیے بلجی بھر کر تیاری کی تھی

وہ دونوں کافی دیر تک ہنستے رہتے جبکہ ماہو نے انہیں دیکھ کر برے برے منہ بناتے دوبار میں

سچ کہہ رہی ہوں

اپنی بات کا کوئی اثر نا دیکھتے جب کچھ نا بن پڑا تو آنکھیں پانی سے بھرتے رخ پھیر گئی

اورنگ کو نجانے کیوں اسکا دکھی ہونا تیر کی طرح چبھا تھا

روشانے کو آنکھیں دکھاتے اسکی طرف بڑھا

مس ماہ

ہم جانتے ہیں کہ آپ سچ کہہ رہی ہیں بے شک ایسا ہی ہوتا ہے لیکن

اسکی لیکن پر روشانے اور ماہو دونوں نے اسکی طرف دیکھا تھا

روشانے اپنے بھائی کی آنکھوں کی چمک اسکے لہجے کی نرمی دیکھ کر ٹھٹھکی تھی

میرے معاملے میں ایسا ہونا ناممکن تھا

پتا ہے کیوں؟

ان دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا تھا

اورنگ نے روشانے کی متجسس کچھ کھوجتی ہوئی کیوں کو نوٹس نہیں کیا تھا وہ مکمل طور پر ماہو کی سرخی مائل آنکھوں کے ٹرانس میں تھا

کیونکہ میں پہلے سے کسی کے زیر اثر ہوں اب اثیر بندے پر بھلا کسی اور کا کیا اثر ہو گا؟

ماہو اسکی بات بلکل نہیں سمجھی تھی لیکن اسکا لہجہ آنکھوں کی چمک نے اسے اورنگ کی بات پر ایمان لانے کا کہا تھا

وہ ایمان لے بھی آئی یہ دیکھے بغیر کے اورنگ نے بات مکمل کرتے ہوئے اس پرست نظریں ہٹا کر ہاتھ میں پہنی انگوٹھی پر مرکوز کر لی تھیں

روشانے کا تجسس ہوا ہوگیا تھا کیونکہ اورنگ کے ہاتھ میں گلالئی اور اسکی منگنی کی انگوٹھی تھی

بظاہر سادہ سی مگر گہری بات کو دونوں لڑکیوں نے الگ الگ لیا تھا

اب اصل بات کیا اور کس کے کیے تھی یہ شاید اورنگ خود بھی نہیں جانتا تھا

ماہو کچھ دیر مزید وہاں رکی تھی لیکن جتنی بھی دیر رکی اسکی پلکیں لرزتی ہاتھ کپکپاتے رہے تھے

جنکو کسی نے نہیں دیکھا تھا

لیکن دو نفوس تھے جو کھڑکی سے باہر ہاتھوں میں محبتوں کی فائل تھامے اداس آنکھوں سے مسکراتے ہوئے سب دیکھتے اڑ گئے تھے

ہسپتال سے آنے کے بعد انکی ملاقات کافی عرصے تک نہیں ہوئی تھی

ہاں لیکن ماہو نامحسوس سے انداز میں اورنگ کی طرف متوجہ ہونے لگی تھی

وہ اسے ہر دوسرے تیسرے دن وقت بے وقت فون میسج کرکے اونگی بونگی باتیں کرتی تو کبھی فرمائشیں کرنے لگتی

اورنگ بھی جانے انجانے میں ڈیوٹی آورز کے بعد انیوالی اسکی تمام ہی کالز میسجز کا جواب دیتا

اسکی ہر الٹی سیدھی بات پر جی بھر کر قہقہے لگاتا

کبھی چونکتا کبھی صدقے جاتا

وہ دونوں اپنے جذبوں سے انجان تھے آس پاس کے لوگ ان سے انجان تھے لیکن جن کے ذمہ محبتوں کا حساب کتاب لکھنا تھا وہ سب جان کر بھی ایسا ہونے دے رہے تھے

کیونکہ شاید انکی تقدیر میں ایسا لکھا تھا

ہسپتال میں ہوئی ملاقات کے بعد انکی پراپر ملاقات بعد روشانے اور منصب کے بیٹے کی سالگرہ پر ہوئی تھی

جس نے انکی زندگیوں میں سب کچھ بدل دیا تھا

وہ تقریبا سال بعد اس سے ملنے والی تھی جسے ایک سال مسلسل چپکے چپکے سوچا تھا

اور نگ یوسفزئی اسکے نوعمر کچے ذہن پر کسی خواب کی صورت اترا تو دل نئی نئی محبت کا اظہار سننے و کرنے کو بے چین ہونے لگا

جبھی آج اس نے خود پر جی بھر کر تیاری کی تھی

روشانے شاہ زین کی ہیدائش کے فورا بعد نصب کے ساتھ اسلام آباد شفٹ ہو گئی تھی

سالگرہ کا فنکشن اسلام اباد سے تھوڑا دور مضافات میں منصب کے فارم ہاوس پر رکھا گیا تھا

وہ تقریبا 6:30 بجے تیار ہو کر باہر نکلی تو ولید جو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا تھا

اسے دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا

گول گلے والی ہلکے اور تیز پیچ کلر کی میکسی پر بنا دوپٹے بال ایک سائیڈ پر ڈالے کانوں میں بڑی بڑی گول بالیاں پہننے وہ اپنی عمر سے بہت زیادہ بڑہ لگ رہی تھی

ولید انکل چلیں؟

اسکے پاس آکر متوجہ کرتے ولید کی آنکھوں میں حیرانگی کی جگہ خباثت نے لے لی تھی

ہہ ہاں ہاں چلو

یور آر لکنگ سو بیوٹیفل ولید نے مسکراتے ہوئے اسکے لیے فرنٹ ڈور کھول

وہ بنا کچھ سمجھے الجھے ہوئے لہجے میں تھینک یو کہتے بیٹھی گئ

ماہو اپنا گفٹ ساتھ لائی تھی ولید نے گفٹ کا بہانا بنا کر مارکیٹ میں گھومتے تھوڑا وقت ضائع کیا جب اندھیرا اچھی طرح پھیل گیا تو اس نے گاڑی کا رخ مارگلہ کی پہاڑیوں کی طرف کیا تھا

وہ گاڑی معمول سے کافی سلو چلا رہا تھا

ماہو کچھ دیر تو برداشت کرتی رہی لیکن جب ولید نے 8 بجنے پر بھی رفتار نا بڑھائی تو وہ جھنجھلا گئی تھی

ولید انکل پلیز جلدی چلیں ہمیں 8:30 پہنچنا ہے

ولید بظاہر سنجیدہ چہرہ بنائے دل ہی دل میں اپنے پلان پر عملی جامہ پہنانے کا سوچ رہا تھا

ماہو نے اسکی خاموشی سے تپ کر دوبارہ کہا تھا

ولید انکل میں آپ سے بات کر رہی ہوں

اسوقت انکی گاڑی منال کو جاتی ذیلی سڑک کراس کر چکی تھی

جہاں اسوقت آمد و رفت نا ہونے کے برابر تھی

یار ماہو گاڑی میں مسئلہ ہے مجھے پہلے اندازہ نہیں ہوا اب اسی لیے آہستہ آہستہ چلا رہا ہوں کہ آرام سے پہنچ جائیں ایسا نا ہو کہیں راستے میں ہی بند ہو جائے

ولید نے بات کے دوران نا محسوس طریقے سے روٹ بدل لیا تھا

ماہو ولید کی بات پر پریشان بھی نا ہو پائی تھی جب اس نے مین سڑک سے تقریبا دو کلو میٹر دور گھپ اندھیرے میں گاڑی جھٹکے سے رک گئی تھی

ولید انکل کیا ہوا

اس نے اس پاس اندھیرہ دیکھ کر ڈرتے ہوئے پوچھا تھا

ماہو وہی ہوا جسکا ڈر تھا

لل لیکن

یہاں یہاں تو کچھ نظر ہی نہیں آ رہا بہت اندھیرا ہے مجھے ڈر، لگا رہا ہے

اسکی ڈری سہمی آواز سن کر ولید قریب ہوتے شیطانی لہجے میں بولا

ماہو ڈرنے کی کوئی بات نہیں میں ہوں نا

ولید اسکے بلکل قریب سے بولو تو وہ تقریباً چیخ پڑی تھی

ولید نے اسکے منہ پر ہاتھ رکھا

شش پاگل ہوئی ہو کیا تمہاری چیخ سے جنگلی چیتے متوجہ ہو جائیں گے اور ہم گھر پہنچنے کی بجائے انکا ڈنر بن جائینگے

اندھیرا جنگل خراب گاڑی جانوروں کا ڈر ولید کا بدلا ہوا لہجہ اور منہ پر اس کے ہاتھوں کی پل پل بڑھتی سختی ماہو کی آنکھیں خوف سے پھٹنے گی تھیں

دوسری طرف انتہائی مدہم روشنی ماہو کا نوخیز سراپا اسکے زنانہ پرفیوم کی دھیمی سی خوشبو ولید کے اندر، کا جانور نے پوری طرح جاگ گیا تھا

ولید نے ہاتھ اسکے منہ سے ہٹا کر پیش قدمی کرنی چاہی

ماہو نے دبی دبی چیخ سے اسے پرے دھکیلا تھا

ولید انکل یہ کیا بیہودگی ہے؟

ہاہاہا ارے ہم کریں تو بیہودگی شہیر اور اسکا دوست، کرے تو

چٹاخ

ولید کا لہجہ وہ لفظ اتنی خباثت لیے ہوئے تھے کہ اسکی بات کے درمیان ہی ماہو کا ہاتھ بے ساختہ اسکے گال پر نشان چھوڑ گیا تھا

آپ کتنے گھٹیا اور غلیظ نسان ہیں

ولید اسکی جرات پر متحیر تھا لیکن اگلی بات نے اس پر دوبارہ جنون سنوار کر دیا تھا

تمہاری تو،،،،، گالی،،،،، گھٹیا اور غلاظت تو میں ابھی بتاتا ہوں

اس نے ماہو کی کلائی پکڑ کر ہاتھ مروڑ دیا تھا

،ماہو دلخراش چیخ مارگلہ کے پہاڑوں میں گونجی اس نے سسکتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے ولید کا منہ نوچ لیا تھا

ولید اس کے لیے تیار نہیں تھا جبھی اسے گالی دیتا ہیچھے ہوا اسکے لیے اتنی مہلت کافی تھی

اگلے لمحے وہ جنگلی جانوروں کا خوف بھلائے اس انسانی شکل میں نظر انیوالے جانور سے بچنے کے کیے دروازہ کھول کر باہر بھاگی تھی

،،ولید غصہ میں تلملا گیا تھا اسے اونچی آواز میں گالیوں سے نوازتا دوسری طرف کا دروازہ کھول کر باہر نکلا اتنے میں ماہو کافی دور جا چکی تھی

رک جاو میں کہتا ہوں رکو

بھاگتا ہوا چیخ رہا تھا

ماہو تھوڑی دور جا کر رک گئی تھی کیونکہ وہ کھائی کے دھانے پر تھی

ولید نے جن اسے رکتے دیکھا تو کمینگی سے مسکرا دیا

مس ماہو پندرہ سال کی بڑہ ساری لڑکی

ولید نے اتنی خباثت سے کہا تھا کہ ماہو کے دھیان میں ایسے ہی جملے مسکرا کر لیکن احترام سے کہتا شخص جھلملا

اوری

اسکی آنکھیں بے اختیار بہنے لگی تھیں

تمہارے پاس دو راستے ہیں یا اس کھائی مین گر کر مر جاو اگر نا بھی مریں تو جنگلی جانور تمہین نوچ نوچ کر کھا جائیں گے صبح تک تمہارا نام. و نشان بھی نہیں رہے گا

دوسرا چپ چاپ گاڑی میں چلو میری ڈیمانڈ پوری کرو اسکے بعد پارٹی میں جائینگے جہاں تمہارا دوسرا،،، گالی،،، ہو گا جسکے لیے تم یوں سج بن کر جا رہی تھیں

اس سے مل۔ لینا تمہاری تیاری رائیگاں نہیں جائے گی

وہ بات کرتے ہوئے آرام آرام سے اسکی طرف بڑھ رہا تھا

ولید انکل آپکو خدا کا واسطہ ہے ایسی باتیں نا کریں

ماہو نے اسکے سامنے روتے ہوئے ہاتھ باندھ دیئے تھے

ایں ولید انکل؟

کونسا انکل کیسا انکل؟ اوا وہاہاہا

جیسے سب کے سامنے شہیر بھائی. ویسے میں

ہمم گڈ گڈ بہت سمجھدار ہو بے بی

ولید کی باتوں سے پھوٹتی غلاظت سے اسے گھن آئی تھی

مجھے پتا ہے تم ابھی مرنا نہین چاہتیں تمہین مرنے سے ڈر لگتا ہے تو ایسا ہے ماہو بی بی

ابھی میرے ساتھ چلو ہم،

ماہو نے اسکی بات مکمل ہونے سے پہلے پتھر اٹھا کر اسے مارا تھا

آج تو شیطان بھی آپ شرما گیا ہو گا

آپ پر خدا کا قہر ٹوٹے ٹوٹے گا نا جیے گے نا مریں گے دیکھ لیجے گا

میری بدعا ہے

ماہو اسے بدعائیں دے رہی تھی

ولید کچھ دیر پتھر کی چوٹ بھلائے اسکی بدعائیں سنتا رہا پھر کھکھلا کر ہنسنے لگا تھا

میں کسی خدا کو نہیں مانتا پھر اسکے قہر سے کیسے ڈروں؟

چلومان بھی لیا تمہاری ساری بد عائیں مجھے لگیں گی تو بے بی اس سے پہلے مجھے بد عاوں کا اہل تو بناو زرا پاس تو آو

ولید اسکی طرف تیز قدموں سے بڑھا لیکن دوسرے ہی قدم پر اسے رکنا پڑا تھا کیونکہ ماہو نے کھائی میں چھلانگ لگا دی تھی

وہ منصب کے بار بار اسرار پر آج اسکے بیٹے کی سالگرہ ہر جا رہا تھا

وہ تھوڑی دیر پہلے لاہور سے اسلام اباد پہنچا تھا سو بنا ریسٹ کیے چینج کرتے پارٹی کے لیے نکل آیا شاہ زین کے لیے گفٹ لیتے اسے تھوڑی دیر ہو گئی تھی وہ سارے دن کا تھکا ہوا تھا جبھی اس۔نے ڈرائیور کو جلدی چلنے کا کہہ کر سیٹ سے سر ٹکا کر انکھیں موند لیں

ابھی وہ منال کراس کر کے تھوڑا ہی آگے گئے تھے جب ایک دلسوز نسوانی چیخ نے اسکے ساتھ ساتھ ڈرائیور کو بھی چونکا دیا تھا

اس کے منہ سے بے اختیار نکال فیاض گاڑی روکو

ڈرائیور نے فوراسے بریک دبا دی تھی

تم نے یہ آواز سنی

حالانکہ وہ جانتا تھا یہ چیخ اسکا وہم بلکل بھی نہیں ہے لیکن اس نے فیاض (ڈرائیور) سے تصدیق کرنا چاہی

جج جی سر جی

اسکی توقع سے ہٹ کر فیاض کا لہجہ سہما سہما تھا

ارے تمہیں کیا ہوا

اس نے فیاج سے پوچھتے ہوئے بیک سیٹ سے ٹارچ اٹھائی-

سر جی یہ سنسان جگہ ہے انسان تو دور جانور بھی آس پاس نہیں ہیں اہسے میں کسی عورت کی چیخ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ عورت تو بلکل نہیں ہو سکتی

ایں؟ گھامڑ انسان عورت کی چیخ سنی ہے تو وہ عورت کیسے نہیں ہو سکتی؟

تم لوگوں کے ہاں بکریاں عورتوں جیسی چیخیں مارتی ہیں کیا؟

اس نے ہنستے ہوئے ٹارچ آن کر کے ادھر ادھر مارنی شروع کر دی

س سر جی یہ کوئی ڈائن ہے

فیاض کا لہجہ پر اسرا تھا

وہ ایک پل کو اسکے آگے بڑھتے قدم رکا پھر کچھ سوچ کر پیچھے پلٹا

فیاض صاحب واقعی مجھے یہ احساس کیوں نا ہوا

اس نے بھی ڈر کر گاڑی کی طرف بڑھتے ہوئے کہا

بس سر جی کبھی کبھی یہ باہری چیزیں اجنبیوں لوگوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب کر لیتی ہیں

ہو سکتا ہے اس ڈائن نے آپکو اپنے وش میں کر لیا ہو

اور مجھ پر اسکا زور نا چلا ہو

او جی میں نے پہاڑی والے بابا جی کا تعویز پہنا ہوا ہے فیاض نے ڈرامائی فقروں کی ادائیگی کے بعد مڑ کر اسے دیکھا جو گاڑی سے پسٹل نکال چکا تھا

سو

جناب واقعی اس نے مجھے اپنے وش میں کر کیا ہے میں اسکا دیدار کرنے جا رہا ہوں تم اپنے پہاڑہ والے بابا جی کے تعویز کے ساتھ یہی بیٹھو اگر وہ ڈائن اس طرف آ نکلے ؟؟

اس نے وقفہ دے کر اسکے چہرے کی طرف دیکھا جو پیلا پڑنے لگا تھا

تمہیں تو اس تعویز کی وجہ سے کچھ کہہ نہیں سکے گی اسے میرے پیچھے بھیج دینا

وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھ گیا تھا

فیاض ایک لمحہ اسکی باتیں سمجھتا رہا دوسرے لمحے سر جی سر جی کہتا اسکے پیچھے بھاگا تھا

انہوں نے آس پاس کی کافی جگہ دیکھ لی تھی کوئی نہین ملا تھا ناہی چیخ دوبارہ سنائی دی تھی

سو وہ فیاض کو سچا مانتے (دراصل اپنا وہم سمجھ کر) گاڑی میں آ بیٹھا

ابھی گاڑی نے رفتار بھی نہیں پکڑی تھی جب اچانک سے انکی گاڑی کے عین سامنے سڑک پر اوپر سے کوئی لڑکھڑ تا ہوا آیا تھا

فیاض نے فورا بریک لگاتے اچھا ڈرائیور ہونے کا ثبوت دیا تو وہ بھاگ کر گاڑی سے نکلا تھا

اس نے گاڑی کی ہیڈ لائٹس میں اسے پلٹا وہ کوئی لڑکی تھی لباس کچھ جگہوں سے پھٹا ہوا تھا لیکن ایسا نہیں کہا سے بے پردہ کرتا

کپڑے خون آلود نہین تھے لیکن ہلکے ہلکے ہو رہے تھے یعنی وہ لڑکی ابھی ابھی گری تھی

اتنے میں فیاض بھاگتا ہوا ٹارچ لے ایا اس لڑکی کے چہرے پر روشنی پڑتے ہی وہ چونک گیا تھا

اووواوو

بی بی یہ تو منصب کی کزن ہے

ایک سال بعد،،،

بات سنیں

اس نے دوسری مرتبہ اورنگ کو پکارا

اس وقت وہ دونوں اسلام اباد ائیر بیس کے ٹریک پر کھڑے تھے

اس نے ابھی ابھی معمول کی پرواز سے ٹیک آف کیا تھا

جبھی انجان بنتے ہوئے سنی ان سنی کر رہا تھا

اورنگ بات سنیں نا پلیز

اس بار وہ روہانسی ہوئی تو اسے اپنا پلان فوراً سے چوپٹ کرتے ہوئے بولنا پڑا

حکم کریں ماہو بی بی

ویسے بھی آجکل صبح دوپہر شام کے بعد انیوالی رات سے پھر صبح تک صرف اور صرف آپ ہی کو تو سنتا ہوں

اور اپنے باس سے جی بھر بھر کر صلواتیں کھاتا ہوں

اسکا لہجہ عام سا ہوتے ہوئے بھی نجانے کیوں ماہکان کا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا گیا تھا

وہ وہ

آپ نے اب تک میرے سوال کا جواب نہیں دیا تو میں نے سوچا خود ہی پوچھ آؤں

ماہکان نے لرزتے لہجے میں جیسے تیسے بات مکمل کی تھی۔۔۔

آں ہاں

توماہکان بی بی سوچتی بھی ہیں ؟؟

لیکن انہوں نے یہ کیوں ناسوچا کہ اب تک (یعنی کب تک) فلائیٹ سے دس منٹ پہلے پوچھے گئے سوال کا جواب زمین پر واپس آکر ہی دینا تھانا؟

یا میزائل پر لکھ کر مارگلہ کے بنگلہ نمبر 320 پر داغ دیتا؟

اس نے ابھی ٹیک آف کیا ہی تھا

جب ماہکان عرف ماہو جین کُرتے کے ساتھ جوگر پہنے ٹریک تک بھاگی آئی تھی

اورنگ نے سنجیدہ لہجے میں مزاق اڑنا چاہا مگر اسکی گھوریاں دیکھ کر اصل بات کی طرف پلٹا

اصل میں

بات یہ ہے ماہو کہ؟؟

کہ آپ کو میں پاگل لگتی ہوں ہیں

ایں(

تمہیں کس نے بتایا)

اورنگ نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا تھا

حد ہوگئی آپ سے صرف آپ ہی کو تو مانگا ہے کون سا بنگلے گاڑیوں کا کہہ دیا

ماہو نے اپنی عادت کے مطابق آدھی بات کو پورے معنی پہنائے اور شروع ہو گئی

وہ جی بھر کر بدمزہ ہوا تھا

کونسا یہ جنگی جہاز مانگ لیا ہے

ہیں

اس نے ایف سولہ طیارے کی طرف اشارہ کیا

(یہ جنگی جہاز اللہ اللہ) اس بار بھی وہ صرف سوچ سکا

تھوڑی دور جونئیر پائیلٹس کھڑے مسکرا رہے تھے

اور نگ نے انہیں گھور کر دیکھا تو بوکھلا کر اندر بھاگے

پھر وہ ماہکان کی طرف متوجہ ہوا جو اپنی ہانکے جا رہی تھی

اے ہش ہشش

چپ ایک دم چپ.

پھر اسکا ہاتھ پکڑ کر جہاز کی اوٹ میں ہو گیا

ایک تو تم ٹین ایجرز بھی نا

وہ کچھ سخت کہنا چاہتا تھا

لیکن رونی آنکھوں کو دیکھتے اسکے منہ سے سخت لفظوں کی بجائے گزرے وقتوں میں رٹ رٹ کر یاد کیے محبت کے صحیفے نکلنے لگے تھے

"""اگر یہ کہہ دو بغیر میرے نہیں گزارہ، تو میں تمہارا

یا اس پہ مبنی کوئی تاثر کوئی اشارا، تو میں تمہارا

غرور پرور، انا کا مالک، کچھ اس طرح کے ہیں نام میرے

مگر قسم سے جو تم نے اک نام بھی پکارا، تو میں تمہارا"

ماہکان خود سے کچھ دور کھڑے پاک فضائیہ کے اس گولڈ میڈ لسٹ پائیلٹ کا یہ رنگ دیکھ حیرت سے مرنے والی ہوئی جا رہی تھی

"تم اپنی شرطوں پہ کھیل کھیلو، میں جیسے چاہے لگاؤں بازی

اگر میں جیتا تو تم ہو میرے، اگر میں ہارا، تو میں تمہارا

تمہارا عاشق، تمہارا مخلص، تمہارا ساتھی، تمہارا اپنا

رہا نہ ان میں سے کوئی دنیا میں جب تمہارا، تو میں تمہارا"""

اورنگ زیب یوسفزئی کے ان لفظوں پر اسے جی بھر کر حیا آئی تھی

"تمہارا ہونے کے فیصلے کو میں اپنی قسمت پہ چھوڑ تا ہوں

اگر مقدر کا کوئی ٹوٹا کبھی ستارا تو میں تمہارا

یہ کس پہ تعویز کر رہے ہو؟ یہ کس کو پانے کے ہیں وظیفے؟

تمام چھوڑو بس ایک کرلو جو استخارہ، تو میں تمہارا"""

)آخری جملے پر ماہکان کے ماتھے پر پسینہ چمکا تو ہاتھ دل پر آیا تھا

انہیں کیسے پتا کہ میں فیاض (منصب کے ڈرائیور) کے ساتھ جا کر پہاڑی پار دو گھنٹوں میں محبوب آپکے قدموں میں والے بابا جی سے تعویز لائی تھی) کہیں انکے پاس بھی بابا جی کی طرح موکل نہیں؟؟؟؟

اس سوچ کے آتے ہی اسکے چہرے پر خوف نے ڈیرے جمائے تھے

ہائے نہیں امی جیی

اور زور چیخ کر گردن نا میں ہلاتے واپس بھاگی تھی

وہ حیران پریشان اسکی آندھی کی طرح آنیاں اور پھر طوفان کی طرح جانیاں دیکھتا رہا

چند لمحوں بعد اسکے چہرے پر بڑی قاتلانہ سی مسکراہٹ نے احاطہ کیا

جبکہ ہونٹوں سے بے ساختہ نکلا تھا

"""لیونئے"" پاگل شیدائی

اظہار کرنے کے بعد وہ آس پاس کی فضاء کو کھلا کھلا سا محسوس کرتے مسکراتے ہوئے کمرے میں ایا تھا

دل نے انجانی سی کسک چھیڑی تو اس نے ہونٹوں کو سیٹی کی طرح گول کرتے کوئی دھن بجانی چاہی ٹھیک اسی وقت بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑا اوقت موبائل بج اٹھا تھا

ماہو تم کسی بھی مرد کی اولین چاہ ہو سکتی ہو وہ سوچتے ہوئے مسکرا رہا تھا

بیل دوبارہ ہوئی

ایک تو یہ اللہ کی بندی نا خود سکون لیتی ہے نا کسہ کو لینے دیتی ہے

اس نے ماہکان کی کال سمجھ کر مسکراتے لوئے فون اٹھایا

سکرین ن پر مورجان کالنگ جگمگاتا دیکھ کر ایک پل میں اسکی مسکراہٹ سمٹی ساری خوشی ہوا ہوئی

دوسرے پل کال پک کرکے فون کان سے لگالیا

مورجان سلام

لو شئے شا بچے

کیسے ہو گھر کب آ رہے ہو

مرجان بیگم نے اسے دعا دیتے ہوئے استفسار کیا

میں بلکل ٹھیک مور جان اس ماہ تو مشکل ہے اگلے ماہ ان شاء اللہ

وہ مرجان بیگم کا بار بار گھر بلانے کا مقصد جانتا تھا جبھی پیچھلے دو ماہ سے بار بار ٹال رہا تھا

اگلے نہیں اسی ماہ

میں نے شہیر سے کہہ کر تمہاری دو ماہ کی چھٹی منظور کروالی ہے

اور اگلے ماہ کی بیس کو تمہارے اور گلالئی کے نکاح کی تاریخ ٹھہرائی ہے

مرجان بیگم کی بات پر ایک تیز رفتار ٹرین اسکے وجود پر سے گزری تھی

)سانس میں تیری سانس ملی تو

مجھے سانس آئی مجھے سانس آئی

مجھے سانس آئی (

اسکا دل بند ہونے لگا تھا

ڈاکٹرز اسے افر تفری میں (ICU) لے کر گئے تھے (ICU) کا دروازہ پار کرتے ہی اسے اپنا دل پر سکون ہوتا ہو محسوس ہوا

میں مسیحاء نہیں محبت ہوں

مس ماہ

قدیم صحیفوں میں لکھا ہے

م۔۔سے محبت

ہر دکھ ہر درد کی دوا ہوتی ہے اور میرے پاس صرف محبت نہیں

بے بہا محبت ہے بے حساب محبت ہے

اس نے جان لیا تھا وہ مسیحاء نہیں محبت

کہیں آس پاس موجود ہے

بے ہوشی کی حالت میں وہ اس بات پر ایمان لے آئی تھی جسکا وہ شاید باہوش و حواس کبھی اقرار نا کرتی کہ

(قدیم صحیفوں میں لکھا ہے

م،،سے محبت ہر درد میں دوا ہے)

کیونکہ صرف محبت نہیں بے حساب محبت لیے شخص کے بے سدھ وجود سے پھوٹتی لپٹوں نے اسکے سارے درد چن لیے تھے

آج اس شخص نے شاید لاعلمی میں ہی سہی لیکن اسکے سارے زخموں کی مسیحائی کی تھی

ہاں انہی زخموں کی جنہیں مسیحائی سے ضد تھی

اسکی حالت بلکل خطرے سے باہر ہوگئی تھی ڈاکٹرز نے اسے روم مین شفٹ کرنے کے بعد صبح تک ہوش میں آنے کا کہا تھا

شام کو اسے ہوش آنے پر سب نے خدا کا شکر ادا کیا تھا

ہر ایک کے چہرے پر بے پایاں خوشی اور رب کی شکر گزاری تھی

ماہو ہر چہرے میں بس ایک چہرہ تلاش رہی تھی

)میری سوچوں میرے قدموں تک کا حساب رکھتے ہیں ایسا کیسے ہو سکتا ہے انہین پتا نا ہو؟

ایسا کیسے ہو سکتا میری تکلیف نے انہیں غافل کر دیا ہو؟(

بظاہر سب سے مسکرا کر پیار لیتے اسکا دل بس ایک شخص کو دیکھنے کی تمنا کرتے تاویلیں بھی گھڑ رہا تھا

ہر کوئی اسکی جبیں چومتے آنکھوں میں شکر گزاری کے آنسوؤں لیے مسکرا رہا تھا

واحد بختاور تھی ماہکان کی پیشانی چومتے اسکی سسکاری تو آنکھوں سے درد کے انسو بہہ نکلے تھے

اسکے نصیبوں کے ہیر پھیر پر اسکی پیشانی کی سیاہی پر کیونکہ

ماہکان سیف الرحمان جسکے بخت کا ستارہ ہمیشہ جگمگایا تھا جسکے بخت نے اسے بخت لگایا تھا

اپنی زندگی کے اتنے اہم فیصلے پر وہ بختاور نہیں رہی تھی

وہ ایک رات اور دن میں تمام توانائیاں خرچ کر تمام معلومات لے چکی تھی

ماہو کا بخت (وہ بندہ مینز پروفیسر عارش) اسے چھوڑ کر کہیں چلا گیا تھا گم ہو گیا تھا

اسکے پاس کوئی ٹھوس وجہ یا ثبوت تک نہیں تھی جسکی بنا پر کوئی بات کرتی نا وہ اسے جانتی تھی

ماہکان کے روم میں شفٹ ہوتے ہی شہیر نے تمام بڑوں کے سامنے اپنا فیصلہ رکھا تھا

ان سب کو ماہکان کی خوشی اسکی مسکراہٹ واپس چاہیے تھی جبھی شہیر کے فیصلے کو بنا کسی تردد کے مان لیا تھا

مرجان بیگم سے رابطہ کیا گیا جو اب بیٹے کو خوش دیکھنے لیے کسی بھی حد تک جانے کو تیار تھیں

انہوں نے پہلی فرصت میں لندن پہنچ کر ماہکان بلکل ٹھیک ہو جانے کے فوراً بعد شادی کی ڈیٹ لینے کی خواہش کی تو سب نے اس پر رضامندی کا اِظہار کیا تھا

سب اسے مل کر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے تو اسکی نظر شہیر پر پڑی تھی جو اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا

اس نے بنا کوئی تاثر دیے رخ پھیر کر آنکھیں بند کر لیں

اسوقت وہ اسکا دل و دماغ صرف اور صرف ایک ہی شخص کی چاہ کررہے تھے

جبھی اسکا دھیان شہیر کے پیچھے چھپ کر کھڑے شخص پر نہیں گیا ناہی اس نے عاصمہ بیگم کا

وڈیو کال پر کسی سے ہنس کر بات کرنا نوٹ کیا تھا

شہیر ماہو کے نظریں پھیرنے کو ناراضگی سمجھا جب تمہیں حقیقت پتا چلے گی تو تمہارے

سارے گلے شکوے مٹ جائنگے بیٹا جی

اس نے دل میں سوچتے سیف صاحب اور عاصمہ بیگم کی طرف دیکھا جو مرجان بیگم سے وڈیو

کال پر نات کررہی تھیں

)ارے بھئی رشتہ طے ہو گیا ہے دونوں بچوں کے لیے دعائے خیر تو کریں (

مرجان بیگم کے کہنے پر سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے سوائے اسکے جسکا رشتہ طے ہوا تھا

کیونکہ وہ کسی کی صورت نظر نا آنے پر سب کو نظر انداز کیے آنکھیں موندے لیٹی تھی

)خدا تمہیں غارت کرے

ساری زندگی خوشی کو ترسو

تم پر سانسیں تنگ ہو جائیں(

جب سب نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے آمین کہا

بختاور کے دل سے بے ساختہ کسی کے لیے بد دعا نکلی تھی

کس کے لیے؟

ماہو کے بخت کے لیے جو اسے اذیتوں کے گڑھوں سے نکال کر دکھوں کی وادیوں کنارے چھوڑ گیا تھا

جو اسے اپنی سنگت کے خواب دکھا کر تعبیر دینے سے پہلے ہی منہ موڑ گیا تھا

اس نے دعا کے درمیان نظر ،ماہو کی طرف ڈالی جو نجانے بند آنکھوں سے کیسے اسرار پاتے مسکرائے جا رہی تھی

یہ جانے بغیر کے ماہو کا وہ بدنصیب بخت اسی ہسپتال میں انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں زندگی موت کی جنگ لڑ رہا ہے اس نے دکھتے دل سے آخری بدعادی تھی

)تم جہاں بھی ہو

اللہ کرے تم مر جاو (

اس نے آسمان کی طرف دیکھ کر آمین کہا

اسی وقت

سینٹ تھامسن ہسپتال کے (ICU) میں انتہائی خطرے کی حالت میں موجود مریض کی حالت پھر سے بھگڑنے لگی اسکی سانسیں پھر سے اٹلنے لگی تھی

ڈاکٹرز کی پوری ٹیم بوکھلاتے اسے جھٹکے لگتے وجود کو سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھی

دوسری طرف اچانک ہی رش لگے (VVIP) روم میں آنکھیں موند کر بڑی الوہی سی ہنسی ہستی لڑکی کی مسکراہٹ تھم کر بین میں ڈھل گئی تھی

وہ آنکھیں موندے لیٹی مسکراتے اسے سوچے جارہی تھی

جو مسیحا نہیں محبت تھا جسکے پاس اسکے لیے صرف محبت نہیں بے بہا محبت تھی

لیکن وہ آئے کیوں نہیں؟

اتنا پر سکون و خوش ہوتے ہوئے بھی ذہن بار بار یہ سوال دہرا رہا تھا

(چلیں جائیں آپ جس نگری کے شاہ ہیں واپس چلے جائیں)

اپنی آخری کہی بات یاد آئی تو اسکی مسکراہٹ پھیکی پڑی تھی

(اس سے پہلے کہ کوئی آپکی محبت میں حنوط شدہ لاش بن جائے اسکی محبت کو بامراد کرنے کا اسکی پناہوں میں آکر محبتوں چاہتوں اور شدتوں کے رنگوں سے مزین بھرپور زندگی جینے کے بارے سوچئیے گا

بس

ایک بار میرا ہونے کے بارے سوچئیے گا)

پھیکی پڑی مسکراہٹ غائب ہوئی اسکے بائیں پہلو میں اچانک درد کی لہر اٹھی تھی

یہ وہی وقت تھا جب آئی سی یو میں عارش کی طبعیت خراب ہونی شروع ہوئی تھی

نہیں اب نہیں

میرے حنوط شدہ وجود میں آپکی آنکھوں کی محبتی چمک نے پہلی ہی بار دراڑ ڈال دی تھی

پھر آپکے لفظوں نے وار کیے

آپکے ہونٹوں کا لمس میرے ہاتھ پر بھی قائم ہے

لیکن ہر بار میں خوشیوں کو خوشیاں مجھے جل دیتی آئی ہیں

اس بار نہیں بلکل نہیں

(لیکن وہ آئے کیوں نہیں)

ایک بار پھر اس سوچ کے آتے ہی درد کی تیز لہر اٹھی

(دوسری طرف آئی سی یو میں ڈاکٹر کی دوڑیں لگ رہی تھی جب وہاں مونیٹر پر لائن سٹریٹ چلنے لگی)

درد کی شدت کو برداشت کرتے Vvip روم میں بمشکل ہنستے درد کو برداشت کرتی لڑکی کی ہنسی بین کی صورت میں ڈھلی تو منہ دے دلخراش چیخ نکلی تھی

بابا!!!!!

اسکی طرف کوئی بھی متوجہ نہیں تھا سب آنیوالے اچھے وقت کے بارے مسکراتے ہوئے باتیں کر رہے تھے

جب اسکی دلخراش چیخ نے سب کو ہولا دیا تھا

بابا!!!!!!!

جی بابا کی جان

سیف صاحب فوراً اسکی طرف بڑھے شہیر اور سمیع ڈاکٹر کو بلانے بھاگے تھے

آج کئی سالوں بعد اس نے سیف صاحب کو یوں مخاطب کیا تھا انکے ہاتھ اور زبان کپکپا رہے تھے

بختاور اسے سنبھالتی ہوئی بے آواز روتے مسلسل عارش کو بد دعائیں دیے جا رہی تھی

نہیں اتنی آسانی سے نہیں بلکہ تڑپ تڑپ کر مرو گے

ایک تیز رفتار ٹرین سے اسکے وجود کے پرخچے اڑا دیے تھے

ابھی اس نے محبت کا اظہار تو ماہو سے کیا تھا لیکن خوبصورت زندگی کی نوید خود کو دی تھی

افففف خدا پاک

مم میں کیا کروں ایسا کیسے ہو گیا مجھے ماہو سے یہ سب نہیں کہنا چاہیے تھا

مم میں روشانے اور مورے سے کیا وعدہ کیسے بھول گیا؟

اس اب احساس ہو رہا تھا ماہو کی طرف اٹھتے قدموں نے اسے بہت کچھ فراموش کروا دیا تھا

میں نے گلالئی کے بارے کیوں نا سوچا جو اب تک میرے نام پر بیٹھی ہے؟

اب میں پیچھے ہٹتا ہوں تو ماہو کا کیا ہو گا؟

وہ دکھتے سر کے ساتھ یہ سب سوال سوچے جا رہا تھا

جنکا جواب پانے کے لیے اسکا ذہن اچانک دو سال پہلے زین کی سالگرہ کی رات تک جا پہنچا

دو سال پہلے ---

وہ تمام ارینجمنٹ چیک کرنے کے بعد چینج کر کے باہر آیا تو شہیر کی کال آنے لگی اس نے پک کر کے فون کان سے لگا لیا

اسلام و علیکم شہیی

وہ اب اکثر شہیر کو بختاور اور ماہو کی طرح مخاطب کرتا تھا اسے چڑانا مقصود ہوتا تھا

وعلیکم سلام مسٹر چولیں نا مارو اور یہ بتاو ماہو پہنچ گئی؟

شہیر کا لہجہ سنجیدہ تھا وہ محسوس نہیں کر پایا

آئے ہائے کافی دیر بعد ہی ہنی مون پر کیا گئے

اب ہم چول ہو گئے؟

سچی بات ہے جب بیوی آتی

اوری

اور نگ فل مذاق کے موڈ میں تھا لیکن شہیر کے اوری کہنے پر اسے سنجیدہ ہونا پڑا

او ہی ہی سوری یار مذاق کر رہا

اوری ماہو پہنچ گئی؟

شہیر نے اسے دوبارہ ٹوک کر وہی سوال دہرایا

اسے شہیر کی سنجیدگی فوراً محسوس ہوئی تھی

نہیں ماہو تو ابھی نہیں آئی

تم نے اس سے فون کر کے آنے کے بارے پوچھا تھا؟

نہیں شہیر بھائی مجھے لگا آپ نہیں ہیں تو وہ بھی شائد نا

شہیر بھائی کے بچے تمہیں یا کم از کم روشانے کو کال کر کے پوچھنا چاہے تھا

کیا تم اسکی بیو قوفی سے واقف نہیں ہو؟

وہ روشانے اور تمہیں سرپرائز دینے کے لیے ڈھائی گھنٹے پہلے ولید حسن کے ساتھ تمہاری طرف آنے کے لیے نکلی تھی

شہیر نے اسے دوبارہ ٹوکتے ہوئے تقریباً چیختے ہوئے کہا تو اسے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تھا

)کچھ عرصہ پہلے شہیر کو ولید حسن کے تمام کارناموں کی تفصیلات ملی تھیں کچھ باتیں بختاور نے بتائیں پاکستان میں اسکی سرگرمیوں کے بارے اور نگ نے اسے بتایا تھا

شہیر نے گھر والوں سے تو سب چھپا لیا تھا لیکن اس نے ولید سے کسی بھی قسم کی بات چیت بند کر دی تھی وہ مسلسل کوششوں میں تھا کہ ولید جلد از جلد انکا گھر بلکہ ملک چھوڑ کر واپس چلا جائے (

شہیر بھائی آپ پریشان نا ہوں

مم میں پتا کرتا ہوں اسکی زبان کسی خدشے کے تحت لڑکھڑا گئی تھی کیونکہ یہ فارم ہاوس شہیر کے گھر سے زیادہ سے زیادہ 50/60 منٹ کی ڈرائیو پر تھا اور وہ ولید کی اصلیت بارے شہیر سے بہت زیادہ کیونکہ اس نے شہیر کو آدھی باتیں بتائی تھی

اگلی دو چار باتوں میں اسے مزید تسلی دے کر فون بند کرتے وہ بھاگتے قدموں باہر گیا تھا

اسکے بار بار کوشش کرنے پر بھی ولید یا ماہو کا نمبر نہیں مل رہا تھا

جبھی وہ منصب کو بتا کر باہر نکل آیا گاڑی فارم ہاوس سے تقریباً ایک کلو میٹر دور پارک تھی

وہ تیز تیز چلتے گاڑی تک آتے بھی کئی بار ان دونوں کا نمبر ملا چکا تھا

اس نے گاڑی کے پاس پہنچ کر لاک میں چابی لگائی تھی جب سیاہ لینڈ کروزر وہاں آکر رکی

شاید کوئی مہمان ہو یہ سوچتے وہ پلٹ کر گاڑی کیطرف متوجہ ہوا ڈرائیونگ سیٹ سے فیاض اترا

اسے دیکھتے ہی سلام کیا

یہ گاڑی منصب کی تھی اور فیاض اسکے کسی مہمان کو لینے گیا تھا

اورنگ نے اسکے سلام کا جواب سر ہلا کر دیتے گاڑی

ان لاک کر کے دروازہ کھولا جب فیاض نے اسکے پاس آ کر سر گوشی میں کہا

اورنگ صاحب ہمیں راستے میں ایک لڑکی بے ہوش ملی صاحب نے کہا آپکے جاننے والی ہے

ہم یہاں لے آئے

اورنگ کا دل کسی سوچ کے تحت لرز گیا

کک کہاں ہے وہ

پیچھے سیٹ پر صاحب پاس

اورنگ اسکی بات سنے بغیر بھاگ کر گیا

پیچھلا دروازہ کھولا

اسکے بدترین خدشے کی تصدیق ہو گئی تھی

اس اجنبی کی گود میں سر رکھے خون آلود لباس پہنے ہوش و خرد سے بیگانی وہ ماہو ہی تھی

ماہو ماہو بچے

گڑیا آنکھیں کھولو

اورنگ کے ہاتھ ءپیر پھول گئے بنا اس بندے پر توجہ دیے ماہو کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا

انہیں ہسپتال لے جانا پڑے گا میں لے جاتا لیکن پھر سوچا شاید آپکی کوئی خاندانی ہو اور ان کے لیے مزید پریشانی نا کھڑی ہو جائے

ساتھ بیٹھے اجنبی کی بات پر اورنگ اسکی طرف متوجہ ہوا تھا

تین انچ داڑھی گھنی مونچھیں گلاسز لگی ذہین آنکھوں والا وہ خوبرو سا بندہ تھا جسکا لہجہ دھیما لیکن پر وقار تاثر لیے ہوئے تھا

اورنگ اسکی شخصیت کے رعب سے بس دیکھتا رہ گیا

اب آپ انہیں کسی ہسپتال لے جائیں

وہ اپنی بارعب شخصیت کے سحر سے واقف تھا جبھی مسکرا کر بولا

اورنگ نے سر ہلانے پر اکتفا کیا فیاض کو دوسری طرف بیٹھنے کا کہا اور خود گاڑی چلانے لگا

ماہو جسے کھائی سمجھ کر کودی تھی وہ دراصل 80/100 فٹ کی اترائی کے بعد پختہ سڑک ہی تھی

ڈاکٹرز کے مطابق اسے چند میجر خراشوں اور بازو کے زرا سے فریکچر کے علاوہ کوئی سیریس چوٹ نہیں لگی تھی

جبکہ بے ہوشی خوف کی وجہ سے تھی

اورنگ نے منصب کو سب بتا کر معاملہ سنبھالنے اور کسی کو بھی بتانے سے منع کر دیا تھا

منصب کا دوست انہیں ہسپتال کی پارکنگ میں ہی چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا

شہیر کی بار بار کالز پر اورنگ نے اسے ماہو کی گاڑی کے حادثے کا بتا کر ماہو کے بلکل صحیح سلامت ہونے کا بتایا تھا

ولید حسن کا ذکر وہ گول کر گیا تھا کیونکہ جب تک ماہو ہوش میں نا آجاتی کوئی بھی بات کرنا فضول تھا

رات دو بجے شہیر کی کال آئی اسے بہت کوشش کے بعد بھی کل دوپہر بارہ بجے کی ٹکٹس ملی تھیں

اٹس اوکے شہیر بھائی آپ بلکل پریشان نا ہوں

اور نگ کی بار بار تسلی پر بھی شہیر اور بختاور بار بار کال کرتے رہے تھے

آخر صبح چار بجے اس نے بیٹری ڈیڈ ہونے کا جھوٹ بول کر موبائل بند کر دیا تھا

اس نے موبائل آف کر کے قمیض کی جیب میں ڈالا جبھی نرس نے ماہو کے کمرے سے نکلتے اسکے ہوش میں آنے کا بتایا

وہ جلدی سے اندر داخل ہوا جہاں ماہو بیڈ سے ٹیک لگائے اونچا اونچا رو رہی تھی

مم ماہو کیا ہوا ہے آپ رو کیوں رہی ہیں

اسکا لہجہ پسپا تھا

ماہو نے اسی آواز پر رخ پھیرا اسے اپنے بلکل قریب کھڑے دیکھ اسکی بازو سے لپٹ گئی

اوری

اوری

جی ماہو بولیں کیا ہوا ہے

وہ اسکا سر تھپتھپاتے ہوئے بہت پیار سے بولا تھا

ووہ ولید انکل

اور نگ کو لگا اسے اگلی بات نہیں سننی چاہئے

اس کم عمر سی بچی پر گزری قیامت وہ سننا بھی نہیں چاہتا تھا

انکل ولید بہت برے ہیں

وہ میرے ساتھ بد تمیزی کر رہے تھے

مس ماہو

اور نگ اسے آگے بولنے سے روکنا چاہتا تھا

لیکن ماہکان جیسے کسی اپنے کو دیکھ کر مکمل حواسوں میں لوٹ آئی تھی

میں نے انہیں زور کا تھپڑ مارا مکا مارا

اور کھائی۔ میں کود گئی

(شکر اللہ الحمد اللہ)

اور نگ کے منہ سے نکلا کہ اسکے خدشے کے مطابق ماہو کو کوئی نقصان نہیں ہوا تھا

وہ مجھے کوئی عام لڑکی سمجھے تھے۔ میں نے انکا قتل کر دینا تھا، میں ماہو ہوں

اتنی سخت صورت حال میں بھی اسکے چہرے پر دھیمی سی مسکان در آئی تھی

آخر میں کیوں بھول گیا کہ یہ کوئی عام لڑکی نہیں ماہکان سیف الرحمان ہیں

دروازے پر دستک ہوئی ماہو ٹھیک سے ہو کر بیٹھ اورنگ اٹینڈنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا

نرس ڈاکٹر کو بلا کر لائی تھی

ڈاکٹر نے ماہو سے طبعیت کا پوچھا چند ادھر ادھر کی باتیں کیں اور آرام کرنے کو بول کر واپس چلی گئ

اورنگ سمجھ رہا تھا وہ کسی ٹرانس یا صدمے میں ہو گی لیکن وہ ماہو ہی کیا جو کسی بھی حادثے کو خود پر سوار کرلے

ڈاکٹر کے جاتے ہی اسکی باتیں شروع ہوئیں

اورنگ کا سر اور جسم پیچھلے کچھ گھنٹوں میں ہونے والی ذہنی و جسمانی مشقت کی وجہ سے دکھ رہا تھا لیکن اسکی دل آزاری کے ڈر سے سنتا رہا

صبح سات بجے نرس ماہو کو دوا دینے آئی تو اسے کرسی پر آڑھا ترچھا اور ماہو کو اپنے بیڈ پر بے سدھ سوتے ہوئے پایا

ماہو کو انجیکشن دیتے مسکرا کر لولی اینڈ پرفیکٹ کپل کہتے باہر نکل گئ

نو بجے کا وقت تھا جب ماہو کی آنکھ کھلی اور نگ کمرے میں نہیں تھا

اٹھ کر سہارے سے بیٹھتے اسے دائیں سائیڈ سفید گلابوں کا خوبصورت سا بکے نظر آیا

ذہن پر چھایا دوا اور نیند کا غلبہ ایک دم چھٹا تھا

ایک ہاتھ میں پٹی لگی تھی جبھی بکے اٹھا نہین سکتی تھی

اس نے بیٹھے بیٹھے تازہ گلابوں کی مہک کو سونگھا

بکے میں گلابوں کی خوشبو سے زیادہ کسی کے لبادے کی خوشبو تھی

اسکا دل عجیب سے انداز میں دھڑکا تھا

دل کو سنبھالتے ذہن بٹانے کو بکے پر لگا کارڈ اتار کر کھول

)اس چھوٹی سی لڑکی کے لیے

جسے رات نے خوفزدہ کیا ہے

مجھے اسے بتانا ہے

پیاری لڑکی رات چاہے جتنی بھی تاریک ہو اسکا اختتام خوبصورت پرنور صبح پر ہوتا ہے)

:::تمھیں میری ذات سے رغبت نہیں معلوم ہے

فرض کرو بیٹھے بٹھائے پیار ہو جائے تو؟؟؟؟

اس نے ذہن بٹانے کے لیے کارڈ کھولا تھا لیکن اس تو پر اسکی اب تک کی گئی ساری احتیاطیں دھری کی دھری رہ گئی تھیں

وہ جو اب تک اپنی تربیت اور شعور کے تحت اورنگ کی ہر ڈھکی چھپی بات کو بہت چاہنے دل کے نا ماننے کے باوجود اگنور کر دیتی تھی

اس "تو" نے اسے سب کچھ بھلا دیا اور وہ خود ہی سفر محبت کی مسافر بن گئی تھی

دوسری طرف اورنگ کے سالگرہ چھوڑ کر جانے پر روشانے اور مرجان بیگم نے ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا

منسب نے روشانے کو امجھا بجھا کر کیک کٹوایا پھر مہمانوں کے درمیاں انہیں بات کرنے کا موقع نا ملا

صبح وہ لوگ لیٹ اٹھے تھے

روشانے ناشتہ کمرے میں ہی لے آئی جہاں منصب نے اسے ساری تفصیل بتائی تو وہ بھی ماہو کے لیے پریشان ہو گئی

مرجان بیگم سے ایک بار پھر سب باتیں چھپا لی گئی تھیں

دوپہر میں شہیر اور وہ دونوں میاں بیوی ایک ساتھ ہسپتال پہنچے جہاں اورنگ ماہو کی کسی بات پر قہقہے لگا رہا تھا

روشانے نے عجیب سی نظروں سے منصب کی طرف دیکھا جس نے لاعلمی سے کندھے اچکا دیے

اسی وقت شہیر بھی بختاور اور بچوں کو گھر بھیجتا ائیر پورٹ سے ہی وہاں آگیا تو روشانے نے کوئی بھی بات کرنا مناسب نہیں سمجھا

ماہو دو دن مزید ہسپتال رل کر گھر چلی گئی تھی

شہیر نے ولید کو ہر جگہ تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ملی تھی

شہیر نے ماں کو ولید کے ایمر جنسی واپس جانے کا کہہ کر مطمئن کر دیا تھا

جبکہ ماہو کے بارے سب کو فارم ہاوس پر پھسلنے کا جھوٹ بولا گیا تھا

دن اپنی مخصوص رفتار سے گزرنے لگے تھے ماہو جسکی ہر بات شہیر بھائی اور بخت پھپھو سے مکمل ہوتی تھی اب اس دائرے میں اورنگ شامل ہو گیا تھا

اورنگ ہر سب جان کر انجان بنتے اپنی زمہ داریوں سے آنکھیں بچا کر ماہو کی زرا سی آواز پر لبیک کہتا

وقت اور ماہو کی معصوم سی خواہشوں میں بہتا چلا گیا

دودن بعد ماہو کی 18 سالگرہ تھی اور اورنگ سے اظہار محبت کروانا چاہتی تھی

اور اب بھی رات کے دو بجے فون پر یہی کہہ رہی تھی

مسٹر بدرنگ

مجھے نہیں پتا

آپ نے پرسوں میری بات کا جواب دینا ہے

بس

ارے ماہو بی بی کہنے سے کیا ہوتا ہے؟

اصل بات تو ظاہر کرنا ہوتی ہے احساس دلانا ہوتی ہے

لفظ جزبوں کے محتاج نہیں ہوتے

وہ ہر بار دانشمندی کا ثبوت دیتے نات گول کر جاتا تھا

وجہ صرف اور صرف ماہو کو چڑانا

مجھے احساس نا دلایا کریں نا ظاہر کیا کریں بھئی میری محبت لفظوں کی محتاج ہے تو ہے

آپکو اپنے لفظ خرچ کرنے ہونگے

ماہو کی سوئی گھوم پھر کر وہیں اٹکی تھی

اچھابی بی اچھاپرسوں تو آنے دو

اورنگ نے جان چھڑانے والے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا

پیچھے وہ خوشی سے پاگل ہوتے بیڈ پر گرگئی تھی

اس حادثے کے بعد انکی ساری باتیں فون پر ہی ہوئیں بضابطہ طور پر ملاقات نہین ہوئی تھی

کبھی کسی جگہ سامنا ہوتا تو ماہو اپنی اداکاری کرتے شرمانا لجانا شروع ہو جاتیں بات کرنے کا ٹائم ہی نہیں ملتا تھا

صبح کے شاید چھ بجے تھے جب اسکا کمرہ زور زور سے بجایا گیا

اس نے مندی مندی . آنکھوں سے ٹائم دیکھا اس وقت کونسی مصیبت آگئی

مصیبت نے پھر سے دروازہ بجانا شروع کر دیا

شکیلہ بد تمیز اگر ایک بار اور دروازہ بجایا تو تمہاری جان نکال لونگی دفعہ ہو جاو 8 بجے سے پہلے مت آنا

اس نے لیٹے لیتے ہی تقریبا دھاڑتے ہوئے کل وقتی ملازمہ کو جھڑکا تھا

وہ باجی جی آپکا" گی فٹ" آیا ہے

ایں" گی فٹ" آج اسکی سالگرہ تھی رات ہی سب گھر والوں اور اورنگ نے وش کیا تھا جبکہ گفٹ سب نے آج دینے تھے

اتنی صبح صبح گفٹ؟

)آپ نے برتھ ڈے پر مجھے سرپرائز دینا ہے بس (

دو دن پہلے اورنگ سے کہی بات یاد آئی تو آنکھیں پوری کی پوری کھل گئیں

اواو

باجی جی لینا ہے یا میں بختاور باجی کے کمرے مین لے جاوں؟

اس نے شکیلہ کو بطور خاص کسی خاص گفٹ، کے لیے ہدایات دی تھیں وہ جبھی بہاو کھا رہی تھی

شکیلہ واپس پلٹنے لگی جب ماہو دھاڑ سے دروازہ کھول کر باہر نکلی

ارے ایسے کیسے کے جاوں

)جو تین سوٹ دو سینڈلز اور میک اپ کا سامان ڈکارا ہے اسکا کیا (

ہیں؟

اس نے شکیلہ کے ہاتھ میں پکڑا ڈارک ریڈ پھولوں کا بکے اور گفٹ پیک الٹ پلٹ کر دیکھتے اسے لتاڑا

اللہ جھوٹ نا بلاوے باجی ان گھسے ہوئے سوٹوں سے اچھے تو میرے اپنے کپڑے ہیں

سینڈلوں کے سارے موتی اترے ہوئے اور سرخ ختم پالش (نیل پالش) بھی سوکھی ہوئی

ہے آپ جی وہ سب شاہکار اپنے پاس ہی رکھو

شکیلہ نے اسکی دریادلی (دراصل کنجوسی اور کمینگی اسکے منہ ہر ماری تھی)

زیادہ بک بک نا کرو اسے میرے بیڈ پر رکھو اور جا کر چائے بنا کر لاو

وہ بکے اور گفٹ کو دیکھتے شاید کچھ زیادہ ہی ایکسائٹڈ تھی جبھی شکیلہ کی باتوں پر زیادہ غور نہیں کر پائی

شکیلہ نے برے برے منہ بناتے سامان بیڈ پر رکھا اور باہر نکل گئی

ماہو نے دروازہ بند کر کے پہلے گفٹ کھولا

اففف اوجو ہر بار کی طرح ملکی غیر ملکی ڈھیر ساری چاکلیٹس تھیں

مسٹر بدرنگ اب تک مجھے بچہ ہی سمجھتے ہیں جو دو سال سے ہر گفٹ چاکلیٹس کا بھجتے ہیں ق

ہنہ

)اورنگ نے اسے پہلا گفٹ ہسپتال میں دیا تھا دوسرا گھر آنے پر تیسرا دو ماہ پہلے اور اب یہ

چوتھا گفٹ تھا

جو ہر بار بکے چاکلیٹس اور کارڈ پر لکھی پیاری سے تحریر پر ہوتا وہ لاکھ برے منہ بناتی لیکن اسے یہ گفٹ اپنی جان سے زیادہ تھے

اس نے تمام گفٹ سنبھال کر رکھے ہوئے تھے)

اس. نے سنیکرز کا بائٹ، لیتے بکے کے ساتھ لگا کارڈ کھولا

اس چھوٹی سی لڑکی کے نام

(فٹے منہ اب تو 18 کی ہو چکی ہوں)اس نے پہلی لائن پڑھ کر سوچا، لیکن اگلی لائن نے اسکی پیشانی کو بھگو دیا تھا

جواب بلکل بھی چھوٹی نہیں رہی

جواب دل کو اسکی چاہ کو اسکی مانگ کو سمجھنے لگی ہے

میرے دل کی چاہ

میرے دل کی مانگ

اسی پیاری سی لڑکی کے نام

ذرا دیکھ کے چال ستاروں کی

کوئی زائچہ کھینچ قلندر سا

کوئی ایسا جنتر, منتر پڑھ

جو کر دے بخت, سکندر سا

کوئی ایسا چلّا، کاٹ!! کہ پھر

کوئی کاٹ,نہ اس کی کر پائے

کوئی ایسا دے, تعویذ مجھے

وہ عاشق، مجھ پہ ہو جائے

کوئی فال نکال!! کرشمہ کر

میری راہ میں پھول گلاب آئیں

کوئی پانی پھونک کے دے ایسا

وہ پیئے تو میرے خواب آئیں!..

کوئی ایسا,کالا جادو کر

جو, جگمگ کر دے میرے دن

وہ کہے کہ مجھ سے جلدی آ

اب جیا نہ جائے تیرے بن

کوئی ایسی راہ پہ ڈال مجھے

جس، راہ سے وہ دلدار ملے

کوئی تسبیح، دم، درود، بتا

جسے پڑھوں تو میرا یار ملے

کوئی قابو کر !! بے قابو جن

کوئی سانپ نکال پٹاری سے

کوئی دھاگا، کھینچ پراندے کا

کوئی منکا,اکشادھاری سے

کوئی ایسا بول سکھا دے ناں

وہ سمجھے,خوش گفتار ہوں میں

کوئی ایسا عمل کرا دے ناں

وہ جانے، جاں نثار ہوں میں

کوئی ڈھونڈ کے وہ کستوری لا

اسے لگے !میں چاند کے جیسا ہوں

جو مرضی میرے یار کی ہے

اسے لگے میں بالکل ویسا ہوں

کوئی ایسا اسمِ اعظم پڑھ

جو اشک بہا دے سجدوں میں

اور جیسے تیرا دعوٰی ہے

محبوب ہو میرے قدموں میں

پر عامل رک !!اک بات کہوں

یہ قدموں والی,بات ہے کیا

محبوب تو ہے سر آنکھوں پر

مجھ !!پتھر کی,اوقات ہے کیا..؟؟؟

اور عامل سن !!یہ کام بدل

یہ کام ! بہت نقصان کا ہے

سب دھاگے، اس کے ہاتھ میں ہیں

جو مالک کل جہان کا ہے!!.....

اتنا پیارا اور مکمل اظہار پڑھ کر وہ پور پور بھیگ گئی پاس رکھی چائے جو شکیلہ اسے کارڈ میں گم دیکھ کر نجانے کب کی پاس رکھ گئی تھی تھنڈی ہو کر سیاہی مائل ہو گئی تھی

وہ ہکا بکا کارڈ پر اترے موتیوں جیسے لفظ دیکھتی رہی کچھ دیر بعد سکتے سے نکل کر اچانک چہک کر بولی

ہائے اللہ مسٹر بدرنگ

آپ کتنے رومانٹک ہیں

لیکن فیس ٹو فیس تو آپکو اظہار کرنا ہی ہو گا

میں آرہی ہوں بس ویٹ کریں

کچھ دیر بعد وہ بلو جینز اور وائٹ کرتا پہنے ائیر بیس جانے کے لیے تیار کھڑی تھی

جہاں جا کر اسے اورنگ کے منہ سے اظہار سننا تھا

اورنگ نے اسکی خواہش کا احترام کرتے بہت خوبصورت لفظوں میں اظہار کیا تھا

لیکن

وہ اظہار اسکی لکھی تحریروں کے ہم پلہ بلکل نہیں تھا

وہ پوری رات جاگ کر سوچتا رہا تھا

ماہو کی طرف جھکتا تو مورے اور روشانے کے ساتھ گلالئی کا چہرہ دوسرے پلڑے کو جھکا دیتا

انکی طرف جھکتا تو صرف ماہو اکیلی ان اب پر بھاری ہونے لگی کیونکہ اسکا دل بھی اسی طرف جھکتا تھا

سخت ندامت اور ذہنی کشمکش میں مبتلا ہوتے صبح تک اسے سخت بخار نے آن گھیرا تھا

شہیر دوپہر تک اس سے رابطہ نا ہونے پر ہاسٹل چلا آیا جہاں وہ بخار مین پھنک رہا تھا

چھٹی اسکی منظور ہو چکی تھی جبھی شہیر بختاور کو بتا کر اسے ڈاکٹر سے چیک کرواتے گاوں کے لیے نکل ایا کیونکہ مرجان بیگم نے اسے اسپیشلی بذات خود اور نگ کے ساتھ بلوایا تھا

ماہو کو فوری طور پر ICU شفٹ کیا گیا تھا

ڈاکٹرز کے مطابق اسے انجائنا کا اٹیک ہوا تھا وجہ فلحال وہ جاننے سے قاصر تھے

دو گھنٹے کے پر اذیت انتظار کے بعد اسکی حالت سنبھل گئی تھی

اسکی اچانک گری سنبھلتی حالت نے شہیر بختاور کے ساتھ سیف صاحب کی پوری فیملی کو اور بھی زیادہ ڈرا دیا تھا

دو دن بعد اسے دوبارہ روم میں شفٹ کر دیا گیا

اگلا ایک ہفتہ اسے زیادہ وقت مسکن دواؤں کے زیر اثر رکھا جاتا رہا جتنا وقت جاگتی سیف صاحب عاصمہ بیگم بختاور کبھی کوئی بھائی بھابھی اسے الجھائے رکھتے

عون اسوہ حیدر میں تو ویسے ہی اسکی جان تھی انکے ساتھ بھائیوں کے بچے روز پہنچ جاتے اور ایسی دھما چوکڑی مچاتے کہ اسے دردوں کے ساتھ اپنا مسیحاء بھی بھول جاتا

لیکن سب ہوتے ہوئے بھی دل کا کونا خالی تھا جہاں کی دیواروں سے ہمہ وقت ایک کی بازگشت سنائی دیتی

وہ آئے کیوں نہیں؟

انکو آنا چاہئے تھا نا؟

یونہی ہنستے مسکراتے خالی دل کے ساتھ وہ پندرہ دن ہسپتال رہی تھی پوری فیملی نے اسکا جی بھر کر خیال رکھا تھا

شہیر سے اسکے سارے گلے شکوے ختم ہو گئے تھے

کیونکہ اسے احساس ہو گیا تھا کہ اگر شہیر نے ہی اسے بلایا ہے تو وجہ اسی کی بھلائی اسکے مستقبل کے بارے کوئی حتمی فیصلہ ہو گا

وہ پندرہ دن خود کو یقین دلاتی رہی تھی

ہاں اب کوئی حتمی فیصلہ ہو جانا چاہے

لیکن ان ہندرہ دونوں مین ہر بار بلکہ بار بار دل سوال کرتا (کس برتے پر کس کی آس پر؟

وہ تو آئے نہیں

وہ آئے کیوں نہیں؟

انکو آنا چاہئے تھانا؟

وہ دونوں رات گئے گاوں پہنچے تھے

اورنگ سب سے ملنے کے بعد آرام کرنے کا کہہ کر کمرے میں گیا تو شہیر کو مرجان بیگم نے اپنے پاس روک لیا تھا

جی مورے بتائیں آپکو کیا پریشانی ہے؟

شہیر نے فون پر بھی اور اب یہاں آکر بھی انکے لہجے میں بے چینی نوٹ کرلی تھی جبھی سب کے جاتے تسلی سے پوچھ رہا تھا

شہیر بچے ہم کو لگتا اورنگ اس شادی سے خوش نہیں اس نے شہر میں کسی کو پسند تو نہیں کر رکھا؟؟

مرجان بیگم نے ہوا میں تیر چھوڑا تھا

ہاہاہا

مورے بس اتنی سی بات مجھے لگا نجانے کیا پریشانی ہو گی

ارے نہیں ایسا کچھ نہیں ہے

لیکن بچے مجھے لگتا وہ تمہارا سالی ماہ کان سے لگا ور کھتا ہے کیا خبر اس نے کچھ کہا ہو

مرجان بیگم نے یونہی ساخدشہ ظاہر کیا

شہیر کے ہنستے لب ایک پل کو سمٹ گئے چہرے پر غصہ جھلکنے لگا تھا

لیکن پھر بھی خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولا

ارے نہیں نہیں مورے ایسی کوئی بات نہیں

ماہو تو بہت پیاری بچی ہے

اورنگ کو میری طرح بھائیوں جیسا مان دیتی ہے

اور اورنگ بھی اسے بچوں ہی کی طرح ٹریٹ کرتا ہے

مگر حقیقت میں وہ تمہاری بہن ہے نا اورنگ کی اور نا ہی وہ بچی ہے

شہیر کے اتنا نارمل جواب پر مرجان بیگم نے اپنی بدگمان عادت کے مطابق بغیر لگی لپٹی

اسے جتلانے کی کوشش کی

پلیز مورے ماہو میرے لیے میری اسوہ کی طرح ہے اور مجھے پورا یقین ہے اورنگ بھی اسے روشانے کی طرح سمجھتا ہے

رہ گئی ماہو تو اسے ان سب چیزوں کا نہیں پتا وہ بہت معصوم ہے

شدت ضبط سے اسکا سانس پھولنے لگا تھا

تم ناراض نا ہو بچے

ماں ہوں نا تو بس اپنے بچوں کی بھلائی کا سوچ رہی تھی

جیسے اورنگ میرا بیٹا ہے تم بھی میرے بیٹے ہو اسلیے اپنے دل کا خدشہ کہہ دیا

شادی بیاہ زندگی بھر کا معاملہ ہوتی ہے بیٹا

زور زبردستی نہیں چلتی اسلیے میں نے دل کی تسلی کو تم سے پوچھ لیا ورنہ

یقین کرو بچے میرا مقصد کسی کو برا بنانا نہیں تھا

مرجان بیگم نے ندامت بھرے لہجے میں شہیر کا دل صاف کرنا چاہا تمہید البتہ چہرے پر ایسے آثار دور دور تک نہیں تھے

شہیر انکی حد سے زیادہ عزت کرتا تھا جبھی فوراً انکی بات پر ٹھنڈا پڑ گیا

ارے نہیں نہیں مورے

مجھے غلط فہمی ہو رہی تھی لیکن اب سمجھ گیا ہوں آپ ماں ہیں اپنی اولاد کے بارے ہر طرح سے سوچنا آپکا حق ہے

باقی جیسا آپ کو گماں گزرا ایسا کچھ بھی نہیں ہے

اور نگ طبعیت خرابی کی وجہ سے چپ چپ ہے ورنہ وہ شادی سے بہت خوش ہے

رہ گئی ماہو ہی ہی ہی

اسکا تو بس نہیں چل رہا اور نگ کو ابھی سہرہ باندھ دے شام سے بختاور سے چار بار کال کروا کر شادی کی ڈیٹ کا پوچھ چکی ہے

تا کہ ہر فنکشن کے حساب سے کپڑے بنوا سکے

(شہیر خود کو ماہو کا بھائی اسکا باپ کہتا تھا

بے ضرر جھوٹ سے اس نے اپنی بہن بیٹی کا بھرم اسکا پندار سلامت رکھا تھا)

مرجان بیگم پر سوچ سے انداز میں بس سر ہلا کر رہ گئی تھیں

اس سے پہلے کہ ولید اپنے مکر و مقاصد میں کامیاب ہوتا ماہو نے کھائی میں چھلانگ لگا دی تھی

وہ بھاگ کر پہاڑی کے کنارے تک آیا اسکا دماغ سائیں سائیں کر رہا تھا

اس نے تو سوچا تھا کہ پہلے ماہو سے مزاح کے موڈ میں تھوڑی بہت چھیڑ چھاڑ کرے گا اگر اس نے کچھ نا کہا تو مکمل پلان پر عمل کرے گا ورنہ اسے برتھ ڈے پارٹی پر لے جائے گا

لیکن پہلے ہی مرحلہ پر ماہو کی پرزور مزاحمت نے اس میں چھپے ہوس پرست مرد کو جگا دیا اور سارا پلان چوپٹ ہو گیا تھا

اسکا دماغ اسوقت کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا

جبھی اسے نیچے کھائی میں مدھم سی روشنی ہوتی دکھائی دی جو پل پل قریب آتے تیز ہو رہی تھی

وہ کسی گاڑی کی ہیڈلائٹس یا شاید کوئی سرچ لاٰئٹ تھی جسکی بدولت اس پر واضح ہوا کہ جسے وہ کھائی سمجھ رہا تھا وہ کھائی ہرگز نہیں تھی

یعنی ماہو کچھ نیچے سڑک پر کودی ہے؟؟

اس سوچ پر اس میں پھر سے حیوانت سر اٹھانے لگی

جب وہ گاڑی میں بیٹھ کر مطلوبہ جگہ پہنچا تو اسے ایک لینڈ کروزر دور جاتی نظر آرہی تھی

اسکے شیطانی دماغ نے پل بھر میں ساری جمع تفریق کر لی تھی

جبھی اس نے گاڑی میں بیٹھ کر ایک نمبر پر کال ملائی کچھ دیر بات کرنے کے بعد اس نے مسکراتے ہوئے فون بند کیا اور گاڑی واپس موڑ لی

بہو اپنے بھائی بھابھی سے کہو اب اس لڑکی کو واپس بلوا لیں

بختاور کافی عرصے (تقریباً ڈیڑھ دو سال) سے نوٹ کر رہی تھی اسکی ساس (شہیر کی ماں) کا

رویہ پچھلے کافی عرصے سے ماہو کے ساتھ روکھا پھیکا سا ہوتا جا رہا ہے

اب نا تو وہ ماہو کو پیار کرتیں نا ہی کسی کام کے لیے بلاتی تھیں

اگر ماہو خود سے پہلے کی طرح لپٹنے چپکنے کی کوشش کرتی تو پچکارنے کی بجاے نا محسوس لیکن

دھتکار کے سے انداز میں دور کر دیتیں

وجہ جو بھی تھی لیکن یہ سب اسکے لیے نا قابل برداشت تھا

ماہو اپنی نا سمجھی میں انکا حد درجہ گریز سمجھ نہیں پا رہی تھی

اس نے کئی بار کوشش کی شہیر سے اس معاملے میں بات کرے لیکن ہر بار کوئی ٹھوس ثبوت

نا ہونے کی وجہ سے ہمت جواب دے جاتی تھی

کچھ دن بعد ماہو کی 18 سالگرہ تھی جسے لے کر وہ خود تو بہت ایکسائٹڈ تھی ہی مگر اس نے باقی

سب کا سکون بھی گول کیا ہوا تھا

جبکہ اسکی ساس ماہو کے ہر عمل ہر بات پر منہ کچھ نا کچھ بڑبڑا کر رہ جاتیں

آج بچوں کے سکول میں پیرنٹس ٹیچر مٹنگ تھی

شہیر آجکل کسی کورس میں ماہو دو دن بعد ہونے والی اپنی برتھ ڈے پارٹی کی تیاریوں میں بزی تھی جبھی اسے اکیلے جانا پڑا

وہ تین گھنٹوں کی خواری کے بعد ابھی ابھی واپس آئی تھی جبکہ انہوں نے نیا شوشا چھوڑ کر اسے اچھا خاصہ چونکایا بلکہ تپایا تھا

کافی عرصے سے انکا ماہو کے ساتھ انتہائی روکھا برتاؤ دیکھنے کی کھولن کی وجہ سے وہ کہنا چاہتی تھی

میرے بھائی بھابھی آپکی بیٹی کے ساس سسر اور شوہر کے بہن بہنوئی بھی ہیں

لیکن مروت میں صرف جی ہی کہہ سکی

کیا جی

تین سال ہونے والے ہیں

پہلے کی بات اور تھی لیکن اب میں جوان لڑکی کی ذمہ داری قبول نہیں کر سکتی جسکے لچھن بھی اچھے نا ہوں

بختاور کے تو سر میں لگی تلووں ہر بجھی تھی

اس سے پہلے کو اتنے عرصے میں پہلی بار ان سے بد تمیزی کرتی

حیدر کے رونے کی آواز پر باہر کی طرف چلی گئ

دو دن اسے ساس صاحبہ سے بات کرنے کا وقت ہی نہیں ملا جبکہ تیسرے دن وہ اپنے بھائی ولید حسن کے پاس کراچی چلی گئی تھیں

دوسرے دن صبح ناشتے کی ٹیبل پر اورنگ کے شادی سے انکار نے ہر طرف سکوت طاری کر دیا

صد شکر کہ شہیر علی الصبح اسلام آباد کے لیے نکل گیا تھا

سب بنا کچھ بولے ایک ایک کر کے ناشتہ کر کے اٹھ گئے

ٹیبل پر صرف اورنگ رہ گیا تھا

جب مرجان بیگم نے بس اتنا پوچھا کیوں؟

کوئی ٹھوس وجہ؟

اورنگ اپنے اندر چھڑی جنگ سے تھک گیا تھا یا بھاگ رہا تھا

مرجان بیگم کی گہری نظروں سے دیکھنے پر پہلو بدل کر بولا

کوئی خاص وجہ نہیں بس مجھے ابھی شادی نہیں کرنی

شادی نہیں کرنی گا لئی سے نہیں کرنی؟

مرجان بیگم نے خود ہر کمال ضبط کرتے پوچھا تھا

ابھی شادی نہیں کرنی

ماہکان سہف الرحمن سے بھی نہیں کرنی

ان کے لہجے میں ایسی چبھن تھی کہ اورنگ فورا انکی طرف پلٹا تھا

مورجان یہاں ماہو کا کیا ذکر؟

اسی کے تو سب ذکر ہیں اورنگ خان

کیا سمجھے ہو

تم لوگ سب کی آنکھوں میں دھول جھونک لوگے

وہ کچھ سخت بولنا چاہتا تھا لیکن مورے ایسا کچھ نہیں ہے بول کر نظریں جھکا گیا

اگر ایسا کچھ نہیں ہے تو نظر اٹھا کر بات کیوں نہیں کر رہے ہے؟

مورجان میں نے آپ سے ہمیشہ نظریں جھکا کر ہی بات کی ہے ایک چھوٹی سی بات آپکو سمجھ کیوں نہیں آرہی کے میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا

آپ بلاوجہ ماہو کو ہمارے گھر کے معاملے میں ناگھسیٹیں میرے اس فیصلے میں اسکا کوئی عمل دخل نہیں ہے

اورنگ اونچی آواز میں اپنی بات مکمل کرتا باہر چلا گیا تھا

مرجان بیگم اسکے جارحانہ لہجے پر ایک پل کو توسکتے میں آگئیں دوسرے لمحے انہوں نے حویلی میں طوفان برپا کر دیا تھا

مرجان بیگم نے ماہو سے بلاوجہ کا بیر باندھ لیا تھا

شہیر سے رابطہ ناہونے پر اسکی ماں کو کراچی فون کر دیا جو پہلی فرصت میں کراچی سے واپس آگئی تھیں

ایک ہفتہ گھر کے ہر چھوٹے بڑے فرد کے سمجھانے پر بھی اورنگ کی ناہاں میں نہیں بدلی تھی

شہیر سمیت اس نے سب کو ایک ہی جواب دیا تھا

(میں یوں اچانک شادی نہیں کرنا چاہتا

مجھے تھوڑاوقت چاہیئے)

ایک ہفتہ اس نے اپنی طرف سے سب لوگوں سے ناراض ہو کر الگ تھلگ گزارہ تھا البتہ ماہو کے ساتھ اسکی باتیں گھنٹوں کے حساب سے جوں کی توں جاری وساری تھیں

شہیر کے دل میں مرجان بیگم کی باتوں سے وہم پیدا ہو گیا تھا

جو دن بدن یقین میں بدلتا جا رہا تھا کیونکہ ماہو کالج سے واپسی ہر سارا دن کمرے میں بند گزارتی کھانا بمشکل کھاتی پڑھائی کا بہانا بنا کر فوراً واپسی کی راہ لیتی

پھر اس دن مرجان بیگم کی بات پر حقیقت کی مہر لگ گئی جب اس نے لان میں موبائل پر بات کرتی ماہو کی بے لاگ ہنسی سنی تھی

وہ اسوقت ٹیرس پر بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا

جب نیچے سے ماہو کی کھلکھلاتی آواز سنائی تھی

مسٹر اوری

یہ بازی عشق کی بازی ہے

یہ بازی تم ہی ہارو گے

شہیر پر لمحہ بھر میں ادارک ہوا ماہو اب بلکل بچی نہیں رہی تھی

دوسری طرف سے کچھ کہا گیا تو ماہو پھر سے ہنستے ہوئے بولی

ہاں جی جناب لیکن بارات لمبی چوڑی لانی ہے

نانا

بلکل ٹینشن نا لیں میرے باپ بھائی کی بلا سے آپ سارا شہر اکٹھا کر کے لے آئیں

ماہو اور بھی کچھ کہہ رہی تھی لیکن شہیر سے سنا نہیں گیا

وہ اخبار پٹختا اندر آیا

بختاور حیدر کو تیار کر رہی تھی

شہیر بابا

حیدر اسے دیکھ کر منہ بسورنے لگا

)اس نے جب سے بولنا شروع کیا تھا شہیر کو شہی ہی کہتا تھا پانچ سالوں میں بختاور نے بس اتنا کیا کہ شہی کے ساتھ بابا لگوا دیا (

ناچاہتے ہوئے بھی اس نے نیچے جاتے قدم حیدر کی طرف موڑ لیے

کیا ہوا بابا کے بچے

بختاور شہیر کے روکھے سے انداز پر چونکی اسکا لہجہ نرمی لیے ہوئے تھا لیکن چہرہ سپاٹ تھا ہر بار کی طرح اس پر مسکراہٹ نہیں تھی

میرے ٹمی میں بہت پین ہے

حیدر جب سے سکول جانا شروع ہوا یہ واحد بہانا سیکھ پایا تھا

اوکے پھر ہم ڈاکٹر کے پاس جائیں گے وہ آپکو انجیکشن لگائے گا کڑوی میڈ دے گا

شہیر ہر بار حیدر کے یوں بہانا بنانے پر اسے مسکراتے ہوئے گلے لگاتا اور سکول سے چھٹی کروا لیتا تھا

لیکن

آج جہاں حیدر رونے والا ہو گیا وہیں بختاور کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹنے کو تھیں

اس سے پہلے ان میں سے کوئی بھی کچھ کہتا شکیلہ دروازہ بجا کر اندر آئی تھی

باجی وہ اوری صاحب کی ماں جی آئی ہیں

کیا؟

کیوں؟

وہ دونوں ایک ساتھ چونکے تھے اس نے لاعلمی سے کندھے اچکائے

اچھا تم انہیں بٹھاو اور تازہ ناشتہ ریڈی کرو ہم آتے

بختاور کی بات پوری ہونے سے پہلے شہیر چلا گیا تھا

وہ کالج جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھی جبھی دروازہ کھلا اور سفید پجارو اندر داخل ہوئی

اسکے ہونٹوں پر ایک خوبصورت سی مسکان نے احاطہ کیا تھا

مسٹر بدرنگ

بڑی کوئیک سروس ہے آپکی تو

وہ منہ میں بڑبڑاتے دروازہ کھول کر باہر نکل آئی کیونکہ دوسری طرف مرجان بیگم اپنی بڑی بیٹی دل جاناں کے ساتھ پجارو سے اتر رہی تھیں

مور جان سلام

انکے پاس آتے ہی اس نے سلام کرکے پیار لینے کے لیے سر جھکایا

مرجان بیگم اسکے سلام اور جھکے سر کو نظر انداز کرتے آگے بڑھ گئی تھیں

اسے مرجان بیگم کا رویہ عجیب تو سدا سے لگتا تھا لیکن انہوں نے ایسا برتاو بھی کبھی نہیں کیا تھا

جبھی حیران ہوتے دل جاناں کے گلے لگ کر بولی

ارے دل جاناں آپی یہ آج مورے کو کیا ہوا

حیرت شدید شرمندگی میں بدلی جب دل جاناں اسے خود سے لپٹانے کے بجائے دور، کرتے مرجان بیگم کے پیچھے اندر کی طرف بڑھ گئی

اوری یہکیا بات ہوئی بھلا؟

نا مٹھائی نا فروٹ نا پھول کلیاں دور

سلام دعا تک نہیں اور آپکی مورے دل جاناں آپی کے ساتھ رشتہ لینے چلی آئیں

حد ہے ویسے

اس نے شرمندگی دور کرنے کے لیے اورنگ کو میسج کر دیا

)ویسے اورنگ کی منگنی گل سے ہوئی تھی

ہو سکتا ہے انہوں نے وہاں شادی سے انکار کر کے مور جان کو زبردستی یہاں بھیجا ہو گا

جبھی انکا موڈ آف ہے (

کالج جانے کا ارادہ پہلے ہی ترک کر چکی تھی

سو

اورنگ کو میسج کر کے خود مر جان بیگم اور دل جاناں کے رویے کی بھونڈی سے توجیح پیش کرتے واپس اندر چلی گئی تاکہ اپنی ہونے والی ساس پلس نند کی خدمت کر سکے

ماہو سیدھا کچن میں آئی تھی

چونکہ ناشتہ کا وقت تھا جبھی شکیلہ (نوکرانی) کے ساتھ مل کر تازہ ناشتے کی ٹرالی سیٹ کرنے لگی

اے لڑکی ادھر آؤ زرا

وہ جب زرینہ کی مدد سے ٹرالی لیے ڈائننگ حال میں پہنچی تو مرجان بیگم

تند و تیز لہجے میں اسے ڈائننگ سے متصل لاونج میں بلایا تھا

بختاور شہیر دل جاناں بھی اسکی طرف متوجہ ہوئے

وہ زرینہ کو ناشتہ ٹیبل پر لگانے کا کہتے خود لاونج میں آگئی

جی مورجان؟

بلکہ جو بھی بات ہے وہ بعد میں کرینگے پہلے ناشتہ کرلیں کیونکہ مجھے پتا آپکو ناشتہ لیٹ کرنے پر آپکا شوگر لیول لو ہوجاتا ہے

وہ اب بھی انکے تلخ رویے کو اورنگ کی من مانی سے جوڑ کر بہت میٹھے لہجے میں بول ہی تھی

مرجان بیگم نے شہیر اور بختاور کو معنی خیز نظروں دیکھتے ہوئے کہا

دیکھا تم لوگوں کی معصوم سی ماہو کو ہمارے گھر کی اتنی پرسنل باتیں بھی پتاہیں

شہیر کے پاس جواب نہیں تھا جبھی سر جھکا گیا جبکہ بختاور اب بھی چہرے پر عجیب سے تاثرات سجائے ہوئے تھی

آنٹی اتنے عرصے سے آپکے اور ہمارے گھروں کے درمیان اچھے تعلقات ہیں ایک دوسرے کے بارے ایسی باتیں پتاہونا کوئی بڑی بات نہیں

کم از کم اتنی بڑی تو بلکل نہیں جسکی بدولت آپ یوں بلکہ سیدھا سیدھا بہتان لگا رہی ہیں

صاف لگتا تھا بختاور شہیر کی موجودگی اور مرجان بیگم کی عمر کا لحاظ، کر رہی تھی

بخت بی بی میں بہتان نہیں لگا رہی بلکل سچ کہہ رہی ہوں

تمہیں بلاوجہ مرچیں لگ رہی ہیں

ہاں بھئی بھی تم کیوں ناحمایت کروگی

یہ تمہارے ہی تو نقش قدم پر چل رہی ہے

مرجان بیگم نے بختاور پر کاری وار کیا تھا جسکی شدت سے وہ ساکت کر رہ گئی

روتے دل سے یکلخت سدا نکلی

اللہ جی اب اور نہیں پلیز

اسکے دل سے ہا نکلی تھی

خدا کو یاد کرتے اس نے شہیر کی طرف دیکھا جو خود حیران تھا

مرجان بیگم جس ماضی کا حوالہ دے رہی تھیں وہ انکو کیسے پتا چلا وہ تو کب انکی زندگیوں سے دور جا چکا تھا

مورجان آپ ہمارے لیے قابل احترام ہیں لیکن اب زیادتی کررہی ہیں آپکو ہمارے گھر کے بارے کوئی بھی بات کرنے کا حق نہیں ہے

آپ اصل مدعے پر آئیں تو بہتر ہوگا

بختاور کی نظروں نے اسے اندر تک کاٹ دیا تھا جبھی اس نے مرجان بیگم سے صاف صاف بات کرنا چاہی

شہیر بھائی ہمیں بھی کوئی شوق نہیں کسی کے گھریلو معاملات میں دخل دینے کا لیکن یہاں ہمارے اکلوتے بھائی کی زندگی کا معاملہ ہے

جس میں آپکی یہ معصوم رشتے دار مرکزی کردار ہے

دل جاناں بھی بحث میں کودی

مرکزی کردار میں ہوں تو بات مجھ سے کی جائے شہیر بھائی یا بخت کے بارے آپ لوگوں کو کچھ بھی کہنے کا حق نہیں ہے

ماہو پر ساری صورتحال واضح ہوگئی تھی اس نے خود پر اٹھی انگلی تو نظر انداز کردی لیکن مرجان بیگم کے بختاور کو کہے الفاظ اسے سلگا گئے تھے

دیکھا دیکھا کیسی گز بھر کی زبان ہے

اارے صرف عمر کی چھوٹی ہے

شکل کی معصوم ہے باقی اس میں گن پورے ہیں

مجھے بتایا تھا تمہاری ماں نے

توبہ توبہ کیسی لڑکی ہے بہن کے مرنے کے. بعد بہنوئی کو قابو کر لیا

اس سے دل نا بھرا تو باپ جتنی عمر کے ولید حسن کو پھانس لیا

شہیر کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا ماہو نے کھڑے رہنے کے لیے صوفے کا سہارا لیا تھا

مسز خان

بختاور کا ضبط جواب دے گیا تھا

وہ دھاڑتے ہوئے بولی آپ یہاں سے جاتی ہیں یا میں گارڈز کو بلواوں؟

بہو تم کون ہوتی ہو انہیں گھر نکالنے والی؟؟

اس سے پہلے مرجان بیگم یا دل جاناں کچھ کہتیں شہیر کی مدر کی آواز گونجی

شہیر اور ماہو کے سوا باقی تینوں نے پلٹ کر کی طرف دیکھا وہ سرد تاثرات لیے سبھج سبھج کر
چلتی آ کر مرجان بیگم اور دل جاناں سے ملی تھیں

مرجان بہن کو میں نے بلایا ہے

یہ میری مہمان ہیں

امی آپکو نہیں پتا یہ کیسی الزام تراشی کر رہی ہیں

یہ کہہ ؟

بختاور نے انہیں حقیقت بتانی چاہی لیکن وہ کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھیں

ہاں ہاں پتا ہے مجھے اس چھٹانک بھر کی لڑکی کے کرتوت بتا رہی ہونگی

غضب خدا کا میں نے یہ سوچے بغیر کہ آزاد ماحول کی پلی بڑھی ہے جہاں رشتے ناتے کوئی معنی نہیں رکھتے گھر کی بچی سمجھ کر یہاں رہنے کی اجازت دی

اس نے سب سے پہلے میرے ہی بیٹے اپنے بہنوئی کو پھنسالیا؟

اپنی ماں سے خود کے لیے ایسے الفاظ سن کر شہیر کے وجود سے تیز رفتار ٹرین گزر گئی تھی

اور تم بختاور بی بی مجھے پہلے پتا ہو تا کہ تمہاری اس اداس معصوم صورت، کے پیچھے اتنی مکاری چھپی ہے تو کبھی بھی اپنے بیٹے کی زندگی برباد نا کرتی

غضب خدا کا پہلے ادائیں دکھا کر میرے بھائی کو پیچھے لگایا پھر جب شہیر جیسے ہونہار نوجوان کا آپشن ملا تو اس کی طرف آ گئیں

لیکن نہیں تم نے یہاں بھی بس نہیں کی بلکہ یہ سوچا کہ ایک کے لیے دوسرے کو کیوں چھوڑا جائے

جبھی اس چھٹکی کو اسکے پیچھے لگا دیا

واہ واہ بھئی سلام کرنے کو دل چاہتا ہے تم پھپھی بھتیجی کی پلاننگ کو بلکہ اس (ماہو) کو تو اکیس توپوں کی سلامی دینے کا دل چاہتا ہے

اللہ رے

صرف پندرہ سال کی عمر میں اس ادھیڑ عمر بندے کو کہاں پیچھے لگا لیا جواب تک پاگل ہوا پھرتا ہے

امی ایسا کچھ نہیں ہے آپ سے کسی نے جھوٹ بولا ہے

بختاور شہیر کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر ہمت کرتے ہوئے بولی

تمہاری ساس بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے بی بی

یقین نہیں آتا تو پوچھو اپنی اس معصوم ماہو سے کہ زین کی سالگرہ والی رات ولید کو سنسان لمبے راستے سے جانے کا کیوں بولا تھا؟

ماہو نے سہارے کے لیے صوفے کو پکڑا

پوچھو زرا اس نے بیچ راستے گاڑی رکوا کر ایسی کونسی فرمائش کی تھی جو وہ مرد بے قابو ہو کر کچھ اسکی زیادہ اپنی خواہش پوری کرنے کو دستدرازی پر اتر آیا؟

شہیر کو زوردار چکر آیا بختاور نے چیخ روکنے کے لیے بے اختیار منہ پر ہاتھ رکھا

کیونکہ اورنگ نے انہیں ایسا کچھ نہیں بتایا تھا

جبکہ ماہوصوفے کے ساتھ لگے زمین پر بیٹھتی چلی گئی

یہ بھی پوچھو کہ ولید سے جان چھڑانے کے چکر میں کس کی گاڑی میں بیٹھی تھی؟

جو دو گھنٹے بعد اسے آدھ مویا ہسپتال کے گیٹ پر پھینک گئے تھے

میری اطلاع کے مطابق وہ کسی وڈیرے کی لینڈ کروزر تھی

اس کے بعد آنیوالی رات اور اگلا دن اس نے میرے بیٹے کے ساتھ گزارہ تھا

مرجان بیگم ظلم و جبر کی ہر حد پار کر گئی تھیں

یہ تو شکر مجھے تمہاری ساس نے سب بتایا انکو ولید حسن نے اسی رات حقیقت سے واق کر دیا تھا

شہیر نے دکھ و اذیت سے پر نظر، ماں پر ڈالی

مرجان بہن ٹھیک کہہ رہی ہیں بیٹا تمہارے ماموا سی رات ملک چھوڑنے والے تھے لیکن

میرے رونے اور واسطے دینے پر صرف شہر بدر ہوا

وہ بات مکمل کرتے کوئے شہیر تک آئیں اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے اس نے بری طرح

جھڑک دیا تھا

مرجان بیگم کو نجانے کیوں شہیر کی حالت پر ترس آیا سب کچھ برباد کر کے انکا دل پسیج گیا تھا

شہیر بچے معاف کرنا

لیکن تمہاری ماں کو سچائی بہت پہلے پتا چل گئی تھی اب تک صرف تمہارا گھر بچانے کو چپ رہیں

آج بھی اگر تمہاری بیوی یوں زبان نا چلاتی تو میں کبھی اس راز سے پردہ نا اٹھاتی

شہیر سے رسمی سی معافی مانگ کر وہ ماہو کی طرف پلٹیں جو بے جان ہونے کے قریب تھی

اے لڑکی میری بات کان کھول کر سن لو میرے بیٹے پر نظریں نا جماو اس سے دور رہو وہ

پٹھان کا بچہ ہے کچھ بھی ہو جائے شادی اپنے خاندان میں کرے گا

تمہارے ساتھ دل لگی یا ٹائم پاس تو کر سکتا ہے جسکا اختتام زیادہ سے زیادہ اسکے بستر

چٹاخ

بختاور کے زوردار تھپڑ نے مرجان بیگم کی بات بیچ میں ہی ادھوری چھوڑ دی تھی

آپ کتنی گھٹیا اور بیچ ذہنیت کی مالک ہیں

آپکو دو بیٹیوں کی ماں ہو کر کسی کی بیٹی کو یوں رسوا کرتے زرا ترس یا خدا کا خوف نا آیا؟

اے اے تمہاری یہ ہمت

چٹاخ

ماں کو پڑنے والے تھپڑ پر دل جاناں آگے بڑھی جن بختاور نے دوسرا تھپڑ اسے مارا تھا

تم یہاں اپنی ماں کے ساتھ کسی کے کرادر کو داغدار کرنے پہنچ گئیں

یہ جانتے ہوئے بھی کہ محبت ہو یا بدکاری اکیلے نہیں ہوتی

دونوں فریق برابر کے حصے دار ہوتے ہیں

جیسے تم اپنے مقاصد بد میں کامیاب نہیں ہوئی تھیں

دل جاناں نے سہمی ہوئی نظر بختاور پر ڈالی تھوڑی التجاء کرتی ہوئی

مرجان بیگم آپ کو دوسروں کی تربیت پر انگلی اٹھانے سے پہلے کسی معصوم پر بہتان لگانے سے پہلے اپنی اس پیاری بیٹی سے پوچھ لینا چاہیے تھا

کہ جب بھی شہیر وادی جاتے تھے یہ اندھیری راتوں میں مہمان خانے کا دروازہ کیوں کھٹکھٹاتی تھی

اے لڑکی یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟

تم جانتی نہیں کہ ہمارے ہاں ایسی باتوں پر قتل ہو جایا کرتے ہیں

مرجان بیگم کے پٹھانی خون نے جوش مارا تھا

ہی ہی ہی

بختاور کے چہرے پر دکھ آمیز مسکراہٹ پھیل گئ

پھر تو سلسلہ یہیں. آپ اور آپکی بیٹی سے شروع کرنا چاہیے

یا یوں کرتے ہیں آپکے غیرت مند بیٹے ارے نہیں بلکہ داماد کو بتائے دیتی ہوں کہ اسکی بیوی اندھیرا ہوتے ہی طلب کا پیالہ لیے میرے شوہر کے دروازے پر پہنچ جایا کرتی تھی

اور ہر بار نامرادہی لوٹی کیونکہ میرا شوہر آپکے بیٹے جیسا غیرت مند نہیں تھا جو دوست کے گھر ڈاکا ڈالتا

مرجان بیگم کے چہرے کا سارا خون نچڑنے لگا تھا

بختاور نے ایک ہی وار میں بازی پلٹ کر مرجان بیگم کو چاروں شانے چت کر دیا تھا

ایک بات کان کھول کر سن لیں ماہکان ہماری بیٹی ہے اور بیٹی ہی رہے گی

اگر میرا شوہر بدنیت ہوتے تو آپ ہی کی حویلی کے مہمان خانے میں شب ڈھلتے ہی آپکی عزت پر شب خون مارتے ایک بار نہین بار بار یا کم از کم اتنی بار تو لازمی جتنی بار دل جاناں خود سے انکے پاس گئی تھی

لاونج میں مکمل سناتا تھا

بختاور نے وفادار بیوی محبت کرنے والی پھپھی کا حق ادا کر دیا تھا

لل لیکن شہیر کی ماں نے کچھ کہنا چاہا تو بختاور نے ہاتھ اوٹھا کر روک دیا

امی اس وقت کوئی بات نہیں پلیز ہمارے گھر کا معاملہ باہر والوں کو نبٹانے کے بعد حل کریں گے

شکیلہ شکیلہ

ساس کو دبنگ لہجے مین ٹوکتے اس نے شکیلہ کو آوز دی تھی

جی باجی شکیلہ بوتل کے جن کی طرح حاضر ہوئی

انہیں بہت عزت واحترام سے باہر تک چھوڑ کر آو

اور چوکیدار سے کہنا انکے باہر جاتے ہی اندر سے دروازہ لاک کر لے

اگر آئندہ کے بعد اورنگ یوسفزئی یا اسکے گھر کا کوئی فرد مجھے یہاں دکھائی دیا تو اسکے ساتھ تم سب بھی کہیں اور نوکری تلاش کر لینا

جج جی بی بی جی

شکیلہ اسکے سرد لہجے سے گھبراتے بت بنی ماں بیٹی کو گھسیٹتے باہر کی طرف لے گئی تھی

کہانی ختم

کمرے میں آتی بختاور پھوپھو کو دیکھ کر دادو نے کہانی ادھوری چھوڑی تھی

ایں ں ں

ایسے کیسے ختم؟؟

دادو لیکن آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ خوشبجنت کو پریستان کی ملکہ نے کیا کہا تھا؟

جب وہ پریستان سے لوٹی تو اتنی چپ چاپ کیوں تھی؟

پھر اس نے شہزادے کو کیوں چھوڑا؟؟

بھئی کہانی مکمل تو نہیں ہوئی نا؟؟

ایک 8 سال کی بچی اپنی سمجھ کے مطابق دادی سے سوال کر رہی تھی

وہ آکر لاتعلق سی اپنے کام میں مگن تھیں

لڑکی دس بار کہا ہے چپ کر کے کہانی سن کر سو جایا کرو زیادہ بی اماں مت بنا کرو

دادی نے جواں سالہ اجڑی بیٹی کی پیٹھ سے نظریں بچاتے آزردہ سے لہجے میں کہا تھا

مگر دادو وہ شہزادے کی اماں نے کہا کیا تھا؟؟

بچی کا دماغ ایک ہی جگہ اٹکا تھا؟؟

ماہو اب پٹو گی

اس نے کہا تھا حرام محبتوں پر کالی پری کا سایا ہوتا ہے جو کبھی توڑ (کامیاب) نہیں چڑھتیں

نام بختاور ہونے سے انسان بخت آور نہیں ہوتا

کچے گھڑوں کو توڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے کیوں کہ وہ بیچ منجدھار میں دھوکا دیتے ہیں

اور؟؟؟؟

بختاور پھوپھو ایک سانس میں تینوں سوالوں کے جواب دیتیں آخری بات کو راز رکھتے باہر نکل گئیں جبکہ دادی آنکھوں پر ڈوپٹہ رکھے سونے کہ تیاری کرنے لگی تھیں

شہزادے کی اماں نے جو کہا وہ 8 سالہ ماہو سمجھی تھی یا نہیں لیکن اس 18 سالہ ماہکان بلکل سمجھ گئی تھی

جب مرجان بیگم اور دل جاناں کے جانے کے بعد بختاور شہیر اور اسکی ماں وک لاونج میں چھوڑ کر اسے کمرے میں لائی تھی

تو اس نے روتے تڑپتے ہوئے پوچھا تھا

بخت کیا محبت کرنا جرم ہے؟

کیا دنیا کا سب سے بڑا گناہ محبت ہی ہے؟

نہیں بچے ایسا کچھ نہیں

بختاور نے اسے پچکارتے سائیڈ ٹیبل پر دھرا پانی کا گلاس اٹھایا اور درواز سے ڈھونڈ کر نیند کی گولی نکالی

محبت کرنا بلکل بھی جرم یا گناہ ہیں اگر محبت کے راستے چور راستے ناہوں تو

ماہو نے ہانی کے گھونٹ کے ساتھ گولی کھا کر نا سمجھی سے اسے دیکھا

بختاور اسے ٹھیک سے لٹا کر اسکے سر میں ہاتھ چلانے لگی

ماہو بیٹا

نا محرم محبتیں جاڑے میں شام کے وقت چھا جانے والے سیاہ اندھیروں جیسی ہوتیں ہیں

گرمیوں کی چلچلاتی جھلساتی دھوپ جیسی ہوتی ہیں

یہ دونوں ہی صورتیں قابل قبول نہیں ہوتیں پتا ہے کیوں؟

ماہو نے بند ہوتی آنکھوں سے پوچھا کیوں؟

کیونکہ پہلے پہل ہم ڈرتے جھجکتے ہیں پھر انکے عادی ہونے لگتے ہیں کسی بھی نا محرم کی محبت میں گرفتار انسان گھور اندھیرے میں یا چلچلاتی دھوپ چلتا چلا جاتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہوتا کہ اس سفر رائیگاں میں اسکا جسم جسے محرم لمس سے کندن بننا تھا وہ سرمئی شاموں کی آس لیے مٹی ہوگیا

محرم محبتیں گرمیوں کی صبحوں سے پہلے چھائے سرمئی اندھیرے جیسی ہوتی ہیں جس میں ایک نیا دن نئی زندگی شروع ہونے کی نوید چھپی ہوتی ہے

جاڑے کی نرم دھوپ جیسی ہوتی ہیں دل کو گرماتی محرم لمس کی حدت سے جسم کو سرشار کرتی روح کو کندن کرتی ہوئی

اس بات مکمل کر کے ماہو کی طرف دیکھا جو ہوش و خرد سے بیگانہ ہو چکی تھی

بختاور اور ماہو کے جاتے ہی شہیر صوفے پر ڈھے گیا تھا

شیئیر بیٹا

مم نے سب کچھ تمہارے، اپنے گھر کی بھلائی کے لیے کیا

اسکی ماں آگے بڑھیں لیکن اس نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا

امی

کسی کا گھر اجاڑنا

کسی معصوم پر الزام لگانا آپکو بھلائی لگتا ہے؟

شہیر کے لہجے میں ٹوٹے کانچ جیسی چبھن تھی جو انہیں اپنے کلیجے میں چبھتی محسوس ہوئی

تت تم نہیں جانتے مجھے ولید نے بتایا کہ یہ بختاور

بس امی بس

میں اپنی بیوی کے بارے ایک لفظ نہیں سنو گا

ولید یہ ولید وہ

آپکو ولید حسن کی بات پر یقین ہے

اپنے بیٹے پر نہیں؟

جو کچھ بھی آپکو ولید نے بتایا وہ سب جھوٹ تھا

سچ تو یہ ہے کہ وہ ایک بدنیت بدکردار انسان ہے

منشیات و جسم فروشی کے دھندے میں ملوث ہے جسکی وجہ سے اسے انگلینڈ سے ملک بدر کر دیا گیا تھا

یہاں آکر انہوں نے اپنا دھندہ دوبارہ شروع کرنا چاہا اور انکا پہلا شکار ماہو تھی

شش شہیر تم یہ کیا کہہ رہے ہو

انکی زبان لڑکھڑا گئی

سچ کہہ رہا ہوں

انہون نے ہی اس رات ماہو سے زبردستی کی کوشش کی تھی

ماہو کو اورنگ نے بچایا تھا

ہسپتال میں رات بھر صرف اورنگ نہیں میں اور بخت بھی انکے ساتھ رہے تھے

شہیر جانتا تھاوہ جھوٹ بول رہا ہے لیکن ماہو کے کردار پر لگا داغ اسے کسی صورت منظور نہیں تھا

لیکن ولید

اسکی ماں نے کچھ کہنا چاہا

ولید حسن کے پیچھے کافی عرصے سے ملکی اور غیر ملکی ایجنسیز لگی ہوئی ہیں

جلد یا بدیر آپ اسکا انجام دیکھ لیں گی

نہیں شہیر ایسا کیسے ہو سکتا ہے

وہ تمہارا اماموہے میں نے اسے اپنے ہاتھوں سے پالا ہے

افسوس امی

آپکو اپنے ہاتھوں پالا ہوا گناہگار ہو کر بھی بے گناہ لگتا ہے

جبکہ اپنی کوک سے جنے کو بے گناہ ہوتے ہوئے بھی آپ نے گناہگار بنادیا

شہیریہ تم ؟وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں

امی میں بلکل ٹھیک کہہ رہا ہوں

بابا کے بعد ہمیں آپکے کسی رشتے دار نے حوصلہ تک نا دیا سوائے سیف انکل اور عاصمہ آنٹی کے میری تعلیم کا خرچہ ہمارے گھر کے اخراجات تک انہوں نے اٹھائے

آپ اتنی جلدی سب بھول گئیں؟

لیکن میں کچھ نہیں بھولا

ماہو میری بڑی بیٹی ہے اور ہمیشہ رہے گی

وہ تقریبا رونے لگا تھا

باقی ایک بات کا مجھے یقین آگیا

یہ جو لوگ کہتے ہیں ماں یہ ماں وہ

ماں ایسے ماں ویسے

وہ سب جھوٹ اور بکواس کرتے ہیں۔

کیونکہ ماں بھی ایک عورت ہی ہوتی ہے

جو بعض اوقات ماں بننے کی بجائے کسی کی بہن کسی کی محبوبہ تو کسی کی بیٹی بننے کو ترجیح دیتی ہے

شہیر؟؟

ماں کی صدا پر اسکا خود پر کیا ضبط ٹوٹ گیا وہ بچوں کی طرح بلکنے لگا تھا

ایسی ماں نما عورتوں کی اولاد جیتے مر جاتی ہے

شہیر میرے بچے معاف کر دو اپنی ماں کو پلیز

وہ بھی روتے ہوئے اسکے پاس بیٹھ گئیں

"جیسے آج آپ نے مجھے جیتے جی مار دیا

امی

آپ نے مجھے جیتے جی مار دیا"

دوسری صبح شہیر ڈپارٹمنٹ سے ارجنٹ لیو لے کر ماہو اور بختاور کو بچوں سمیت ہوائی لے گیا تھا

وہ دو دن پہلے مرجان بیگم اور دل جاناں کو روشانے کی طرف اسلام آباد لایا تھا

وجہ وہ جانتا تھا لیکن دانستہ چپ ہی رہا کیونکہ اپنی تیئں وہ شادی سے صاف ستھرا انکار کر چکا تھا

رات دیر تک ماہو سے بات کرتے ہوئے وقت کا پتا نہیں چلا اسی لیے کافی لیٹ سویا تھا

اب بھی آنکھ مسلسل بجنے والے موبائل کی وجہ سے کھلی تھی

مندی مندی انکھوں سے سکرین دیکھی تو چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ در آئی

افف ماہو بی بی

کیا ہو گا تمہارا؟ اوو مینز کیا ہو گا ہمارا

ہاہاہا خود سے بڑبڑتے اسے نے کھلا کر فون پک کر کے کان سے لگایا

اوے آپ ابھی تک سو رہے ہیں؟

ماہو کی آواز ہمیشہ کی طرح زندگی کا پتا دیتی ہوئی تھی

نہیں کرکٹ کھیل رہا ہوں

ماہو کی آواز سنتے اس کا موڈ صبح صبح ہی فریش ہو گیا تھا

مذاق کر رہے ہیں نا؟

بھلا اتنی صبح کون کرکٹ کھیلتا ہے

ماہو اسکی شرارت سمجھ گئی تھی

اچھا

مذاق کر رہا ہوں یعنی میں؟

ساری رات تہجد تک اونگی بونگی باتیں کر کے جگائے رکھتی ہو

پھر صبح 6 بجے کال کر کے بھجن سن رہی ہیں نا؟

اوکے آئندہ کے بعد میں آپکو کال نہیں کرونگی

اسکی توقع کے عین مطابق وہ تپ گئی تھی

کوئی مسلہ ہی نہیں ماہو بی بی

میں کر لیا کرونگا

اور نگ تو آجکل نجانے کیوں اسکی ہر بات پر نثار ہوا جاتا تھا

میں پک ہی نہیں کرونگی

تو میں آپکے گھر آجاونگا

ایں؟

کیوں کس خوشی میں آئینگے یہاں کوئی شادی ہو رہی ہے؟

شادی ہی تو ہوگی

جب شادی ہوگی تو خوشی بھی ہوگی

چونکہ شادی میری ہوگی تو میرا آنا بنتا ہے

ہے کے نہیں؟

دوسری طرف ماہو کھکھلا کر ہنسی تھی

مسٹر بدرنگ آپ اچھے خاصے انسان تھے یہ پاگلوں والی باتیں کہاں سے سیکھ لیں

(تم سے)

عشق ماہو بی بی اسے عشق کہتے ہیں

پہلی بات دل میں سوچ کر دوسری جواب کی صورت کہی

ہی ہی ہی

یہ بازی عشق کی بازی ہے

یہ بازی تم ہی ہاروگے

ماہو نے اتنا بھونڈا شعر کہا کہ اورنگ اش اش، کرتے پوچھا

میز آپ راضی ہیں شادی کے لیے؟

بارات لے آؤں؟

ہاں جی جناب لیکن بارات لمبی چوڑی لانی ہے

دوسری طرف ماہو تھی جسکی ہر بات نئ ونرالی ہوتی تھی

لمبی چوڑی؟

ماہو بی بی میں تو سارا شہر لے آؤں گا مسلہ تمہارے گھر والوں کا ہے

نانا

بلکل ٹینشن نالیں میرے باپ بھائی کی بلا سے آپ سارا شہر اکٹھا کر کے لے آئیں

وہ کوئی جواب سوچ رہا تھا جب ماہو دوبارہ بولی

اچھا اب او کے مجھے لیٹ ہو رہی ہے میں کالج کے لیے نکلنے لگی ہوں

ایک تو آپ کو کوئی کام نا ہو تو فون کر کے باتوں میں لگا لیتے ہیں

اللہ حافظ

ماہو نے کچھ سنے یا اسے کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر فون بند کر دیا تھا

وہ فون بند کر کے کچھ دیر یونہی آنکھیں بند کیے مسکراتے ہوئے آنے والے وقت کے بارے سوچتا رہا تھا

تمہاری آنیوالی زندگی بہت خوبصورت ہو گی

اورنگ خان

دل سے صدا نکلی تھی

بے شک

جس پر یقین کرتے وہ اٹھ کر واش روم چلا گیا

آپکی تو بڑی کوئیک سروس ہے

مست بدرنگ

نیچے لاونج میں ناشتہ کرنے جاتے سڑھیوں سے اترتے موبائل چیک کیا دس منٹ پہلے کا میسج آیا ہوا تھا

ہاہا

تمہیں سکون نہیں ہے ماہو

تم سے تو گن گن کر بدلے لونگا

خیالوں خیالوں میں ماہو سے مخاطب ہوتے ٹیبل پر آیا تو چونک گیا

روشانے اکیلی بیٹھی تھی

لیکن اسکے چونکنے کی روشانے کا چپ چاپ رونا تھا

وہ بے چین ہو کر اسکی طرف بڑھا

روشے بیٹا کیا ہوا ہے

کک کچھ نہیں لالا

روشانے اسکی آواز سن کر فورا سنبھل گئی

روشا سچ سچ بتاو کیا مسئلہ ہے

منصب نے کچھ کہا کیا؟

نہیں لالا وہ تو ابھی ناشتہ کرکے نکلے ہیں

روشانے نے اسکی غلط فہمی دور کرنی چاہی

اچھا تو پھر کیا مسئلہ ہے بولو

اور یہ دل جاناں اور مور جان کہاں ہیں

مور جان اور دل جاناں کے نام ہر روشانے کی آنکھیں دوبارہ بھر آئیں تو اسے کچھ کھٹکا تو سنجیدہ تاثرات کے ساتھ بولا

روشانے مور جان اور دل جاناں کہاں ہیں؟

روشانے کا ضبط اتنا ہی تھا

لالا وہ شہیر بھائی کے گھر بقول مورے ماہو کی اصلیت بتانے گئی ہیں

لالا ماہو تو معصوم ہے اسکی ہر بات میں بچپنا ہوتا ہے

میں نے مورے کو سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن

روشانے روتے ہوئے بتارہی تھی

لیکن اورنگ اسکی بات پوری ہونے سے قبل ہی اٹھ کر باہر بھاگ گیا تھا

وہ بہت سے زیادہ ریش ڈرائیونگ کر کے محظ بیس منٹ میں شہیر کے گھر پہنچا تھا

چوکیدار نے اسے دیکھتے دروازہ کھولا مگر وہ گاڑی دروازے سے باہر ہی پارک کرتے بھاگتے قدموں اندر کی طرف بڑھا

انٹرنس تک آکر اسے رکنا پڑا تھا

کیونکہ اندر مرجان بیگم ماہو کی ذات کے پرخچے ادھیڑنے میں لگی ہوئی تھیں

وہ سنتا گیا اور سناٹے میں آتا گیا

ولید کی کمینگی کا سن کر اسے اپنے اندر اشتعال اٹھتا محسوس ہوا لیکن مرجان بیگم کی اگلی بات نے اسے پھر سے ڈھادیا تھا

ماہو اور شہیر کے بارے سننا اسکے بس میں نہیں تھا جبھی چپ چاپ جیسے آیا ویسے ہی واپس چلا گیا

سارادن غائب دماغی ڈوبتے دل کے ساتھ اسلام آباد کی سڑکوں پر گاڑی دوڑا کر جب آدھی رات کو گھر پہنچا تو اس نے گلائی سے شادی پر رضامندی دے دی تھی

اس شرط پر کے شادی اسی ہفتے میں ہو گی

اپنے گم حواسوں میں وہ سب کی خوشی نوٹ نہیں کر پایا تھا وہیں مرجان بیگم کا نچڑا چہرہ دل جاناں کی بہتی آنکھیں بھی اسے نظر نہیں آئی تھیں

ایک ہفتے بعد گلالئی بہت دھوم دھام سے اورنگ کے سنگ بیاہ کر حویلی آئی تھی

ساری حویلی میں مسکراہٹیں اور روشنیاں پھیلی تھیں

صرف مرجان بیگم دل جاناں اور اورنگ تھے

جنکی آنکھوں اور وجود میں سناٹے تھے

مسکراتے چہرے پر گہری مہیب خاموشی تھی

شہیر دس دن بعد بختاور بچوں اور ماہو کو ہوائی چھوڑ کر واپس آیا تو دو بری خبر اسکی منتظر تھیں

ولید کسی کی ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بن گیا تھا

جبکہ اسکی ماں فالج کے باعث ہسپتال میں ایڈمٹ تھیں

بھاگم بھاگ ہسپتال پہنچ کر اسے اپنے فورا اور جارہانہ برتاو پر افسوس ہوا تھا

غصے میں اس نے پورا ہفتہ اپنا بختاور کا واٹس ایپ بند رکھا تھا جبکہ نوکر بیچاروں کے ہوائی میں کسی کا نمبر پتا نہیں تھا

دوسری بری خبر اورنگ کی اچانک شادی تھی

ڈاکٹرز سے ماں کے متعلق ساری معلومات

(جو کہ کافی حوصلہ افزاء تھیں) لینے کے بعد اس نے بختاور کو سب بتانے کے بعد اورنگ کا نمبر ملایا

جو بند جارہا تھا

اسکے بعد وہ تین دن مسلسل اسے فون کرتا رہا تھا لیکن ہر بار نمبر بند ملتا

بختاور کے ساتھ ماہو کی واپسی نے اسے پریشان کر دیا تھا

حالانکہ وہ اور بختاور متفقہ فیصلے سے ماہو کو ہوائی لے کر گئے تھے

انکا خیال تھا ماہو اتنا سب ہو جانے کے بعد اپنے ماں باپ بھائی بھابیوں کو پا کر اب وہیں رہے گی

لیکن وہ اداس آنکھوں لاغر وجود کے ساتھ لوٹ آئی تھی

بختاور کے سمجھانے پر اس نے کہا تھا وہ بس ایک بار اورنگ سے ملنا چاہتی ہے

حویلی کے مردان خانے میں کسی فنکشن کا اہتمام کیا گیا تھا

عورتیں بھی رسمیں نبھا کر حویلی کی چھت سے ٹنگی اپنے اپنے شوہروں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھ رہی تھیں جبکہ بچے سب کے سو چکے تھے

روشانے گلالئی کو اورنگ کے کمرے میں چھوڑنے گئی تو وہ چپکے سے مرجان بیگم کے پاس چلی آئی جو سر پلنگ سے ٹکائے خلا میں گھور رہی تھیں

وہ دروازے کو اندر سے بند کرتے انکے پاس چلی آئی

مورے

آنسو آمیز سدا پر مرجان بیگم نے اسے دیکھا اور منہ پھیر لیا

میں بدکردار نہیں مورے

بختاور نے سب سچ نہیں کہا

اسکی سسکاریاں اس بات کا ثبوت تھیں کہ وہ سچ کہہ رہی ہے

لیکن مرجان بیگم منہ پھیر کر بیٹھی رہیں

مورے

آپ نے مجھے پندرہ سال کی عمر میں پینتیس سالہ گھاگ مرد سے بیاہ دیا جب مجھے شادی کا مطلب بھی نہیں پتا تھا

آپ نے تایا اور چچا کی بات پر یقین کر لیا کہ وہ سلجھا ہوا ہے

ساری زندگی نرمی اور شفقت سے پیش آئے گا

لیکن

وہ باقاعدہ رونے لگی تھی

مورے

آپ نے یہ کیوں نا سوچا کہ مجھے اسوقت کسی انجان مرد کی نرمی یا شفقت کی ضرورت نہیں تھی

بلکہ

مجھے کیا کسی بھی چودہ پندرہ سالہ بچی کو ایسی کوئی ضرورت نہیں ہوتی

اس عمر میں بچیوں کو باپ کی شفقت بھائی کے مان ماں کی نرم گرم آغوش کی ضرورت ہوتی ہے

لیکن یہ پہاڑ انہیں رسموں رواجوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں

دل جاناں کے یوں روتے ہوئے بات کرنے پر مرجان بیگم کے دل کو کچھ ہوا انہوں نے رخ پھیر کر اسکی طرف دیکھا

مورے

جنگل کا بھی کوئی قانون ہوتا ہے وہاں درندے جب لا علمی میں ہرنیوں کا شکار کرتے ہیں

تو سب سے پہلے انکی شہہ رگ پر حملہ کرتے ہیں

پتا ہے کیوں؟

مرجان بیگم اپنی ناراضگی بھول گئیں انہیں دل جاناں اور اسکی باتوں سے خوف محسوس ہونے لگا

کیونکہ وہ کم نصیب ہرنی فورا مر جائے اور بھنبھوڑے جانے کی اذیت سے بچ جاسکے

دل جاناں لوئے (دل جاناں بیٹا)

انکے منہ سے بے آواز نکلا تھا

دل جاناں دلگرفتی سے مسکرائی

پہاڑوں میں کوئی قانون نہیں ہوتا یا صرف مردوں کا ہی ہوتا ہے

یہاں ماں باپ خود اپنی ہرنی جیسی بیٹیوں کو کبھی مجبوری تو کبھی رسم کے نام پر درندوں کو سونپ دیتے ہیں

مورے

دل جاناں کی ہچکی بندھ گئی تھی

آپکو بتاوں پھر وہ سلجھے ہوئے انجان مرد (درندے) ان بچیوں (ہرنیوں) کا کیا حال کرتا ہے

وہ پلنگ کی پائنتی سے اٹھ کھڑی ہوئی

مرجان بیگم اسکا ہاتھ پکڑنے کو بے اختیار آگے بڑھیں

لیکن اس سے پہلے ہی دل جاناں نے اپنی قمیض کا ہلکا سا ادھیڑ دیا تھا

وہ ہر رات بھنبھوڑی جاتی ہیں مورے

انہیں مرنے نہیں دیا جاتا

انکے زندہ ٹکڑے کیے جاتے ہیں

یا خدا

اسکی حالت دیکھ کر مرجان بیگم کے آنسو بے اختیار بہنے لگے تھے

دل جاناں زیر جسم پر نیل تھے جسے کسی نے ڈنڈوں سے مارا ہوں

دل جاناں میری جان

انہوں نے اسے خود سے لگایا

مورے یہاں بیٹیاں ہار جاتی ہیں روائیتیں جیت جاتی ہیں

میں بد کردار نہیں ہوں

مورے

میں بدکردار نہیں ہوں

ماوں کی لاپرواہی سے بیٹیوں کو جب ٹھوکر لگتی ہے

توزخم جسم پر لگتا ہے لیکن درد سے بلبلا روح جاتی ہے

وہ جب بھی حویلی آتے جھکی نظروں دھیمے لہجے سے بات کرتے تھے

اور نگ بھی ایسا ہی تھا منصب بھی ایسا ہی ہے

عورت کی عزت کرنے والا محبت دینے والا

عورت کو استعمال کی چیز نہیں انسان سمجھنے والے

بس مجھ سے بھول ہو گئی

میرا قدم ڈگمگا گیا

میں انکے دروازے پر طلب کا پیالہ لیے نہیں جاتی تھی میں عزت لینے جاتی تھی

میں اپنے زخموں کی مسیحائی کے لیے جاتی تھی

مورے

میں بدکرادر نہیں

وہ مرجان بیگم کے گلے لگے روتے ہوئے انہیں ساری نات بتاتی چلی گئ

آئینے دکھاتی چلی گئی جس میں مرجان بیگم کو اپنا آپ بہت بھیانک بہت کریہہ نظر آیا تھا

دل جاناں کو اپنے پاس ہی سلا کر انہوں نے نوکر کے زریعے داماد کو کہلوا دیا تھا

باقی ساری رات انکی توبہ کرتے ہوئے

سجدے میں گزری تھی

حویلی کو روشنیوں سے سجایا گیا تھا

لیکن نجانے کیوں اسکے اندر باہر عجیب سا اندھیرا تھا

شاید پچھتاوا یا

ماہو کے ساتھ ہوئی زیادتی کا دکھ تھا

یا کچھ اور لیکن وہ اس سب کے باوجود اندر دور، کہیں مطمئن تھا

سب دوستوں کے درمیان بظاہر فنکشن میں بیٹھے وہ سوچ رہا تھا کہ اس نے یہ قدم اٹھا کر ہر طرح سے ماہو کو سکیور کر دیا ہے

سب کی باتیں اور اندازے دھرے کے دھرے رہ جائینگے

شہیر بھائی میں خود بات کرلونگا وہ ماہو کی شادی کسی اچھی جگہ کردینگے

ابھی بچپنا ہے کچھ دن روئے دھوئے گی لیکن آگے بڑھ جائے گی

آنیوالے وقت میں اسے میرا فیصلہ بلکل ٹھیک لگے گا

سب ٹھیک ہو جائے گا لیکنا تمہارا کیا؟

اندر کہیں سے آواز آئی

میرا کیا ہے میں تو ماہو کی محبت کے سہارے بھی زندگی گزار لونگا

وہ اسوقت سب کے بارے سوچ رہا تھا

سوائے ماہو کے جسکو سکیور کرنے کے لیے اس نے اتنا بڑا قدم اٹھایا تھا

یا سوائے گلالئی کے جو جتی جاگتی حقیقت بن کر اسکی زندگی میں آچکی تھی

نصف رات گزرنے کے بعد اس کمرے میں جانے کی اجازت ملی تو ناچاہتے ہوئے بھی اسکے قدم کمرے کی طرف اٹھ گئے

سب جگہ خاموشی کا راج تھا شاید خواتین سوگئی تھیں

بنا چاپ کے دروازہ کھولا کر اندر داخل ہوتے اسے حیرت کا شدید جھٹکا لگا

گلالئی لال گھڑی کی مانند گھونگھٹ نکالے سر جھکائے بیٹھی تھی

اور

اس مرحلے کے بارے تو اس نے اب تک سوچا ہی نہیں تھا

میرے دل میں سوائے ماہو کی محبت کے کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے

میں. کیسے اس حق کسی اور کو کیسے دے سکتا ہوں؟

وہ دروازے کے پاس کھڑا سوچ رہا تھا

لیکن اس سب میں گلالئ کا کیا قصور اب تم پر اسکا بھی حق ہے

ذہن نے دلیل دی

ٹھیک ہے لیکن میں اس سے کہوں گا مجھے تھوڑا وقت درکار ہے

ذہن و دل کو مطمئن کر تا وہ بیڈ تک آیا سلام کے بعد مشینی انداز میں اس نے گلالئ کا گھونگھٹ اٹھایا تھا

گلالئ اسکی طرف سے کسی شوخ و شنگ جملے کی منتظر تھی لیکن وہ تو جیسے گھونگھٹ اٹھتے دم بخود ہو گیا تھا

گلالئ کے خالص پہاڑی پٹھانی حسن نے اسکی ساری حسیات سلا دی تھیں

پچھلے کافی دنوں کی بھاگ دوڑ جسمانی تھکاوٹ الجھی سوچوں اور ذہنی کشمکش کا اثر تھا

وہ بنا کچھ سوچے سمجھے اس نے گلالئ کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا

)مرد چاہے لاکھ محبت کرنے چاہنے کا دعوے دار ہو

لیکن مرد ہو تا ہے

موقع ملنے پر محبت کو کچھ دیر کے لیے پاسے رکھتے حسن کو سراہنے میں ایک منٹ نہیں لگاتا)

یہاں بھی ایسا ہی ہوا تھا

ماہو کی محبت اورنگ کے بستر سے دور جاتے کونے میں بیٹھ کر سسکنے لگی تھی کیونکہ ایک بار پھر محبت ہار گئی تھی حسن جیت گیا تھا

اسکی محبت کا دعوے دار سب کچھ بھول کر حسن کو داد و تحسین دینے میں مشغول ہو گیا تھا)

پہلی رات کی صبح بہت خوبصورت تھی یا شاید گلالئ کو ایسا لگ رہا تھا

وہ روایت کے مطابق صبح ہی صبح تیار ہو کر نیچے آ گئ تھی

ناشتے کے بعد وادی کی عورتیں جوک در ،جوک منہ دکھائی کی رسم کے لیے انے لگیں

دن چڑھ آیا تھا لیکن اورنگ سے اسکا سامنا نہیں ہوا تھا جبکہ گزری رات کا فسوں اورنگ کی وارفتگی اور بے تابیوں کو سوچتے اسکے گال دہک رہے تھے

کوئی قریبی رشتے دار اورنگ کا نام لے کر چھیڑتی تو اسکا پور پور بھیگ جاتا

اورنگ اور اسکا سامنا شام ولیمہ کی تقریب میں ہوا تھا

اسکے جامد و ساکت گریز نے اسے الجھا دیا تھا

پڑھی لکھی تھی بچی نہیں تھی کہ نا سمجھ پاتی لیکن اس سے پہلے کہ وہ اپنی سوچوں کو کوئی نام پہناتی پھر رات آگئی

اورنگ کا سرد رویہ طلب کی چاہ میں گم ہوگیا

(شاید انکا مزاج ایسا ڈھکا چھپا سا ہو)

آخر کو تھی نا کم عقل عورت اپنے مرد (محرم) کی چاہ میں تمام سوچوں کو جھٹکتی بہکتی چلی گئی

لیکن آنیوالے دونوں میں اسے اندازہ ہونے لگا تھا

اورنگ بس رات کی تنہائی میں اپنی طلب کے ہاتھوں مجبور ہو کر اسکا بن جاتا تھا

دن کے اجالے میں اس سے بات تک نہیں کرتا تھا

اسے گماں سا ہوا اورنگ کی زندگی میں اسکے کمرے میں تو وہ ہے لیکن اسکے دل میں کوئی اور ہے

گلالئی غیر محسوس سے انداز میں (اس کسی) کی کھوج میں لگ گئی تھی

لیکن شادی کے تین ہفتوں بعد ملنے والی خوشخبری نے اسکا ذہن وقتی طور پر اس کھوج سے ہٹا دیا تھا

شہیر کی ماں ایک ہفتہ ہسپتال رہنے کے بعد گھر آگئی تھیں لیکن گھر آنے کے تین دن بعد رات سوئیں تو صبح اٹھی نہیں تھیں

ڈاکٹرز نے موت کی وجہ ہارٹ اٹیک بتایا تھا

وہ شاید پچھتاوں کو دل سے لگا بیٹھی تھیں

شہیر کا ملال اور بڑھ گیا کہ اس نے اتنی سنگدلی کا مظاہرہ کیوں کیا

اورنگ جنازے میں شامل ہوا تھا لیکن شہیر سے چھپ کر دوسری طرف شہیر کا غم ایسا تھا کہ اسکی کسی طرف توجہ نہیں گئی تھی

ماہو نے ہوائی سے آنے کے بعد کافی مرتبہ اورنگ کا نمبر ملایا تھا جو ہر بار بند ملتا تھا

پھر شہیر کی ماں کے انتقال پر ہوائی والوں کے آکر یہاں رہنے کی وجہ سے وہ چاہ کر بھی اس سے ملنے نہیں جاسکی تھی البتہ فون ڈیلی کرتی تھی

مرجان بیگم روشانے اور منصب کے ساتھ چالیسویں کے ختم پر آئی تھیں

انہوں نے شہیر اور بختاور سے اپنی غلط فہمی اور بدگمانی پر رو رو کر معافی مانگی تھی

انہوں نے ظرف کا مظاہرہ کرتے معافی کا اختیار ماہو کو دے دیا تھا

مرجان بیگم ماہو کے سامنے ہاتھ جوڑتے پاوں پڑنے لگیں تو اس نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا تھا

روشانے نے بھی ماں کا ساتھ دیتے ان سب کا دل صاف کرنا چاہا جبکہ منصب باہر بیٹھا تھا

شہیر بختاور اور ماہو نے انہیں کھلے دل سے معاف کر دیا تھا

مرجان بیگم نے اس بات کی تسلی کرنے کے لیے کہ وہ معافی کی جا چکی ہیں

ان سب کو ہوائی والوں سمیت اپنے گھر آنے کی دعوت دی انکا موقف تھا کہ وہ اپنی منہ بولی بہن (شہیر کی مدر) کے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی کروانا چاہتی ہیں

سب کے حامی بھرنے پر شہیر کا احتجاج اسکا انکار دب گیا تھا

کیونکہ اورنگ کی شادی سے صرف وہی واقف تھا

وہ بہت خوش تھی کہ سب ٹھیک ہو گیا ہے

آج انہیں وادی جانا تھا

اس دشمن جاں سے اتنے دنوں بعد ملنے بات کرنے کے لیے اسکا دل بار بار بے تاب ہو رہا تھا

شہیر جانا نہیں چاہتا تھا لیکن ماہو کی وجہ سے جا رہا تھا

حویلی میں انکا استقبال ہر بار کی طرح نہایت عزت و احترام سے ہوا تھا

مرجان بیگم ماہو کو بہت محبت سے ملی تھیں

سب ملنے کے بعد اسکی نظر گلالئی پر پڑی تو مسکراتے ہوئے

گلے آپی

کہتے اسکی طرف بڑھی تھی

گلے آپی نہیں گلے بھابی کہو لڑکی

روشانے نے مسکراتے ہوئے اسکی تصحیح کرنی چاہی

ماہو اور بختاور دونوں کی مسکراہٹ ایک پل کو سمٹ گئی تھی

ماہو کے دل میں درد کی شدید لہر اٹھی آنکھیں آنسوؤں سے بھرنے لگیں جبھی بختاور آگے

بڑھی

بھئی

بھابی شابی تو اب بنی ہے نا

ہمارے لیے تو گلے آپی یا گلی ہی رہے گی کیوں ماہو

اس نے ماہو کے گرد بانہوں کا گھیر ابناتے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر جتلاتے ہوئے کہا تھا

ہہ ہاں ہاں

۔میرے لیے تو گلے آپی ہی رہیں گی

مرجان بیگم متوجہ نہیں تھی روشانے سب جان کر اگنور کر گئی جبکہ گلالئی کو ماہو کاری ایکٹ الجھا گیا تھا

اورنگ سے انکی ملاقات نہیں ہو سکی کیونکہ وہ کسی کام سے دوسرے گاوں گیا تھا

شام تک واپسی تھی

ماہو کو وہاں اپنا دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا

اس سے پہلے کہ وہ مر ہی جاتی شام ڈھلے اورنگ نے میسج کر کے اسے بیک سائیڈ پر بنے کچن گارڈن میں بلایا تھا

اسکا ڈوبتا دل سنبھل گیا امید کی کرن جاگی کہ ہو سکتا ہے مجبور کیا گیا ہو

لیکن

مجھے گلے آپی کے ہونے سے بھی کوئی مسئلہ نہیں ہو گا

انکا میری زندگی میں ہونا ہی کافی ہے

اس نے خود سے اورنگ کو کسی بھی پریشانی یا سلیکشن میں ناڈالنے کا عہد کیا اور رات ہونے کا

انتِظار کرنے لگی

وہ جانتے بوجھتے دن گزار کر حویلی پہنچا کیونکہ وہ خود میں کسی کا بھی سامنا کرنے کی ہمت نہیں

پاتا تھا

لیکن حویلی کے مین گیٹ پر ہی اسکی ملاقات شہیر سے ہو گئی

شہیر اور منصب جیپ کے پاس کھڑے بات کر رہے تھے

اس سے پہلے وہ پلٹا منصب نے اسے دیکھ کر آواز دے دی

وہ مرے مرے قدموں سے انکی طرف بڑھ گیا

ارے اورری

یار بہت بہت مبارک ہو

چول انسان شادی کرلی اور بلایا ہی نہیں مانا کہ میں مصروف تھا لیکن اتنا بھی نہیں کہ تمہاری

شادی میں

آنا سکتا

اورنگ کی توقع کے برعکس شہیر اس سے بہت گرم جوشی سے ملا تھا

بس شہیر بھائی اچانک سے سب ہو گیا ایک ہفتے کا شارٹ پیریڈ تھا

آپ آنٹی کی وجہ سے ڈپریس تھے

تو شادی بس سمپل سی ہی کی لیکن اب ان شاءاللہ ولیمہ آپ کی من منشاء ہو گا

اورنگ کے جھوٹے سچے بیان پر منصب نے چونک کر اسے دیکھا (کیونکہ شادی تو دھوم دھام سے ہوئی تھی) لیکن اپنی کھوج نالگانے والی طبیعت کے مطابق (ہو گا دونوں دوستوں کو آپس کا کوئی معاملہ) سوچ کر اگنور کر گیا

اچھا بھئی جوانوں تم لوگ گپ لگاو میں زرا وادی کا چکر لگا کر اتا ہوں

منصب کی گاڑی دور جاتے ہی شہیر کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو گئی تھی

شہیر بھائی

اورنگ اسے مخاطب کیا لیکن وہ نظر انداز کرتے حویلی کی بیک سائیڈ کی طرف چل پڑا

شہیر بھائی میری بات سنیں

پلیز مجھے اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع تو دیں

شہیر بھائی

اورنگ گھگھیاتے ہوئے اسکے پیچھے پیچھے چل رہا تھا

کیا

کہنے کو موقع دوں؟

یہی کہ تم نے میری لاعلمی میں میرے ہی گھر پر نقب لگائی؟

پھر اپنا گناہ چھپانے کے لیے اپنی مورے کو بھیج دیا کہ وہ ہماری عزت نیلام کریں؟

اسی پر بس نا کرتے ہوئے وعدہ اس معصوم (ماہو) سے کیا اور بنا بتائے شادی کر لی

شہیر غصے میں کانپنے لگا تھا

مم یہی سب آپکو بتانا چاہتا ہوں کہ ایسا کچھ بھی نہیں

میں نے آپ کے گھر ہر نقب لگائی نا مورے کو بھیجا

میں نے ماہو سے کسی قسم کا کوئی وعدہ نہیں کیا نا ہی وہ ایسی کوئی امید رکھے ہوئے تھی

اورنگ کے جلدی جلدی بولنے پر شہیر کے آگے بڑھتے قدم رک گئے تھے

کک کیا

یہ تم کیا کہہ رہے ہو

میں سچ کہہ رہا ہوں شہیر بھائی ماہو اور میں بہت اچھے دوست ہیں آپکی شادی اور مصروفیات بڑھنے کے بعد وہ اپنی ہر پرابلم ہر بات مجھے بتاتی جسے میں حل کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا ہوں

چونکہ ہمارے ہاں لڑکے لڑکی کی ایسی بے تکلفی کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا جبھی مورے کو غلط فہمی ہوئی اور وہ اس حد تک چلی گئیں

اس دن آکے گھر جو کچھ بھی ہوا اس میں سارا کیا دھرا ولید حسن کا تھا

جس نے آپکی اماں کو گمراہ کیا مورے کے محض شک کو یقین میں بدل دیا

ورنہ ناماہو نے کبھی مجھ سے ایسا کچھ کہا نا میں نے کبھی ایسا سوچا

یہ کیسے ہو سکتا ہے مم میں نے خود اس صبح ماہو کی اور تمہاری بات سنی تھی شادی اور بارات سے متعلق

شہیر کا دماغ سائیں سائیں کرنے لگا تھا

اورنگ ایک پل کو گڑبڑا گیا

جج ایسا ہی ہے لیکن اسوقت میری اور ماہو کی نہیں میری اور گلالئی کی شادی کی بات ہو رہی تھی

لیکن اوری؟

شہیر نے کچھ کہنا چاہا لیکن اورنگ ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روک دیا

شہیر بھائی آپ جانتے ہیں ہم (پٹھان) کبھی جھوٹی یا سچی قسم نہیں اٹھاتے لیکن اگر آپکو پھر بھی یقین نہیں تو میں قسم کھانے کو تیار ہوں

نن نا یار مجھے تمہاری بات پر بھروسہ ہے لیکن دل ماننے کو تیار نہیں ہے

وہ اسلیے کہ آپ نے ماہو کو اور مجھے گناہگار مان لیا ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ماہو اب تک اسی طرح سیدھی سادھی معصوم سی ہے

ایسی کسی بھی سوچ سے کوسوں دور میرا یقین کیجے

)انسانی فطرت ہے وہ سخت اداسی پریشانی یا خوشی کے لمحات میں اپنی من پسند باتیں سننا ان پر یقین کرنا چاہتا ہے

اسکا دل و ذہن اورنگ کی سنائی کہانی ان نے سے انکاری تھا لیکن کوئی ٹھوس ثبوت نا ہونے کی وجہ سے مان گیا تھا

دوسرے لفظوں میں اس نے خود کو دھوکا کھانے دیا تھا

جبکہ اورنگ اپنے سر سے بھاری بوجھ ہٹتا محسوس کر رہا تھا

وہ سوچ رہا تھا یہ سب کر کے ماہو پر لگا الزام دور ہو جائے گا

وہ اپنی طرف سے ماہو کو سب کی نظر میں وہی عزت و تکریم دینا چاہ رہا تھا

یہ جانے سوچے بغیر کے وہ ماہو کو بچانے کے چکر میں دراصل خود کو بچا رہا ہے

وہ ماہو کی محبت کو ڈھال بنا کر حالات سے بھاگتے نادانستہ انتہائی بزدلی کا مظاہرہ کر رہا ہے

وہ شاید یہ نہیں جانتا تھا کہ محبت بزدلوں کو کھیل نہیں ہے

اور یہ کہ عورت کبھی بھی کسی بزدل مرد سے محبت نہیں کرتی

عورت چاہتی اسکا من چاہا مرد روح کا ساتھی ہو جو ازل سے ابد تک نبھانے کا عہد کرے

"""ہو تعلق تو روح سے ہو

دل تو اکثر بھر جاتے ہیں"""

آج دوپہر حویلی میں قرآن خوانی کا انعقاد کیا گیا تھا

جس میں گھر والوں کے علاوہ وادی کے خواتین و مرد حضرات کی کثیر تعداد نے بھی شرکت کی تھی

شام ڈھلے سب نے اپنے اپنے گھروں کی راہ لی آتی سردیوں کی وجہ سے سر شام ہی وادی پر اندھیرا چھانے لگا تھا

کھانے کے بعد سب اپنے اپنے کمروں میں گئے

ماہو اور شہیر کے بچے ایک ہی کمرے میں ٹھہرے ہوئے تھے

اس نے اسوہ اور عون کو فورا بیڈ پر جا کر سونے کے لیے کہا جنکا ارادہ بلکل نہیں تھا لیکن آج پہلی بار ماہو کا موڈ دیکھتے بستر میں دبک گئے تھے

جبکہ وہ خود بے چین روح کہ طرح کمرے میں ٹہل رہی تھی

حیدر 5 سال کا ہونے کے باوجود ماں باپ کا لاڈلہ تھا جبھی شہیر اور بختاور کے پاس ہی سوتا تھا

اسوہ آپکا سر کیوں ہل رہا ہے؟

عون یہ کھسر پھسر بند ہوئی ہے کے نہیں ہوئی ہیں

اورنگ کے بتائے گئے ٹائم میں صرف دس منٹ رہ گئے تھے اور بچوں کے سونے کے آثار اب بھی نظر نہیں آرہے تھے

جبھی لہجے کو سنجیدہ رکھتے انہیں اس بار دوبارہ ڈپٹ دیا

ہاں تو سو رہے ہیں نا

ہم بھی انسان ہیں مشین تو نہیں کہ بٹن دباو اور بندہ سو جائے

عون کی کمبل کے نیچے سے آتی تی تی آواز پر اسکی ہنسی چھوٹ گئی تھی

اسوہ بھی کوئی من من کر رہی تھی

وہ اپنی بے چینی کو پس پشت ڈال کر مسکراتے ہوئے دونوں کے درمیان آکر لیٹ گئی

ہاں مجھے یاد آیا آپ دونوں انسان ہیں لیکن آپ دونوں کے بٹن میرے پاس ہیں جنکو میں نے دبانا ہے اور آپ لوگوں نے فوراً سو جانا ہے

وہ بات کرتے ان دونوں کو گدگدانے لگی ان کی ہنسی کی گونج ساتھ کے کمروں تک جا رہی تھی

ماہو نے انہیں دو منٹ ادھر ادھر کی باتیں سنائیں اور دونوں کو سر سہلانے لگی

دونوں کچھ ہی دیر بعد سو گئے تھے

وہ انکے سونے کا یقین کرتے دبے پاوں اٹھی کرسی پر رکھی شال اچھے سے لپیٹی اور باہر نکل گئی

کچن کے راستے حویلی کی بیک سائیڈ پر جاتے اسے محسوس تک نا ہوا کے سونے سے پہلے بچوں کو ایک نظر دیکھنے آئی بختاور اسے یوں چوری چھپے باہر آتا دیکھ اسکے پیچھے چلی آئی تھی

آج موسم ابر آلود تھا لیکن وہ ماہو کو بتائے گئے وقت پر اس جگہ پہنچ گیا تھا

جس جگہ ماضی میں وہ ماہو کو میوزک کلاس دیا کرتا تھا اور جہاں پہلی بار ماہو کی محبت نے اسکے دل میں نمو پائی تھی

خدا کا شکر ہے سب لوگ مطمئن ہو چکے ہیں

اب یہ بس آخری مرحلہ ہے

)ماہو کا غصہ ناراضگی ختم ہو جائے تو میں کچھ عرصے تھوڑی کوشش سے اگر گلالئی اور مورے مان گئے تو مین ماہو سے دوسری شادی کرلونگا یوں کسی کو بھی کوئی تکلیف پہنچے بنا سب کی من منشاء پوری بھی ہو جاے گی(

آسمان آہستہ آہستہ بادلوں سے ڈھکا جا رہا تھا

وہ ماہکان کے انتظار میں وقت گزاری کے لیے خود سے جوڑ توڑ کرنے میں لگا ہوا تھا

یہ سوچے یہ جانے بغیر کہ وہ انجانے میں سب کو دکھ نا دینے کی کوشش میں سب کو بلخصوص ماہو کو دکھ دے چکا ہے

سب کی من منشاء پوری کرنے کے چکر میں اس نے صرف اور صرف اپنی منشاء پوری کی ہے

لیکن جو دکھ تکلیف ماہو کو ہوئی اسکا کیا؟

)مجھے پتا ہے ماہو کو میرے شادی کرنے کی وجہ سے تکلیف ہوئی ہو گی لیکن یہ ضروری تھا

اگر میں ایسا نا کرتا تو مورے ماہو کو سب جگہ بدنام کرتیں اسکی عزت کا جنازہ نکل جانا تھا (

ضمیر کے سوال کرنے پر اس نے لمبی چوڑی تمہید باندھ کر اسے دوبارہ سے سلا دیا تھا

افف یہ لڑکی ابھی تک نہیں آئی گلالئی انتظار کر رہی ہو گی

اتنی سی تمہید پر اسکا ضمیر بخوشی سو گیا تھا جبھی ماہو کا انتظار کرتے گلالئی کا خیال کرنے لگا تھا

وی اپنی سوچوں میں گم تھا جب قدموں کی چاپ پر چونک کر پلٹا

ماہو سینے پر ہاتھ باندھے سنجیدہ تاثرات لیے اسے دیکھ رہی تھی

اواوماہو تم آ گئیں؟

توکیا نہیں آنا چاہیئے تھا؟

ماہو کا لہجہ نارمل تھا وہ شرمندہ ہونے لگا

نہیں میرا مطلب تھا کہ؟؟

آپکا جو بھی مطلب تھا اسے جانے دیں ابھی کی بات کریں

ماہکان مدبر سی بنی پوچھ رہی تھی

مم میں بہت شرمندہ ہوں

اس دن جو کچھ مورے نے تمہارے بارے کہا اس سب کو جھٹلانے کے لیے مجھے گلالئی سے شادی کرنی پڑی

یقین کرو میرا دل و ذہن اب تک اس رشتے کو قبول نہیں کر پایا لیکن میں نے یہ پر خار راستہ تمہارے دام پر لگے داغوں کو دھونے کے لیے چنا ہے

اورنگ کی ساری مردانگی ساری بہادری ان لائنز میں سمٹ کر اسکا منہ چڑا رہی تھی

اسے بے غیرت بنا رہی تھی

کیونکہ اس نے شہیر سے کہا تھا پٹھان جھوٹ نہیں بولتے وہ بے غیرت نہیں ہوتے

لیکن اورنگ خان یوسفزئی نے ایک نہیں کئی جھوٹ بہت سے لوگوں سے بولے تھے

وہ صرف جھوٹا نہیں بے غیرت بھی بھی تھا

ماہو اس سے کافی ساری جراح کے بعد ماننے کا ارادہ کر کے آئی تھی لیکن اورنگ کی بات نے

اسکا سارا غصہ و ناراضگی ہوا کر دی

میں جانتی ہوں اورنگ

آپ نے یہ سب میرے لیے کیا لیکن اب میں یہ بھی جان گئی ہوں کہ نا محرم محبتوں کا کوئی

مستقبل نہیں ہوتا جلد یا بدیر انہیں رسوا ہونا ہی ہوتا ہے

شیطان صرف راہ دکھاتا ہے تھوڑا بنو سنوار کر تھوڑی دلچسپی کا سماں پیدا کرتا ہے

ہم اسکی دکھائی راہ کو اپنے خوابوں اپنی نفسانی خواہشات کی منزل کی راہ جان کر چل پڑتے ہیں

اندھا دھند بھاگتے ہمیں ہوش اسوقت آتا جب لگنے والی ٹھوکر سے وجود و روح گھائی ہو جاتے

ہیں

آسمانوں سے لفظِ "کن " نامحرم پر نہیں محرم محبتوں پر کہا جاتا ہے

اورنگ دم سادھے اس چھوٹی سی لڑکی کو سن رہا تھا

جو کچھ دن پہلے تک لاابالی پن سے بونگیاں مارتی تھی آج اسے محرم نامحرم محبتوں کا فلسفہ سمجھا رہی تھی

موجان آپکی ماں ہیں انکا حق سب سے زیادہ ہے آپ نے بلکل ٹھیک کیا انی پسند سے شادی کرلی

ایں؟

ماہکان کی اس بات پر وہ اچھا بھلا چونک گیا تھا

لیکن ماہو

ہم ہمارا ہماری محبت کا کیا؟

اس نے حیرانگی سے پوچھا کیونکہ اسکے مطابق ماہو کو رونا دھونا چاہیے تھا اس سے ناراض ہوتے محبت قائم رکھنے کا کہنا چاہیئے تھا لیکن یہاں تو سب کچھ الٹ تھا

اورنگ خان

ایسی محبتیں کرنے پر مردوں کا کچھ نہیں جاتا لڑکیاں روندی جاتی ہیں کبھی حالات وہ سماج کے ہاتھوں تو کبھی باپ بھائی کی لٹی عزے کی بھرپائی کے لیے چپ چاپ وجود کی قبر میں اتاردی جاتی ہیں

سو

ہمارے درمیان اگر کچھ تھا وہ میری نادانی تھی یا آپکی ذات کا سحر تھا

اورنگ کو حیرت کے جھٹکے لگ رہے تھے

ماہو کے بے لچک لہجے نے اسکے اندر کے مرد کو تلملا دیا تھا

وہیں تھوڑی دور درخت آڑ میں کھڑی بختاور آسودہ سی پلٹ گئی کیونکہ آج اسکا مان اسکی تربیت جیت گئی تھی

یہ تم کیا کہہ رہی ہو ماہو؟

ہماری محبت وہ راتوں کا جاگنا ایک دوسرے کے سنگ بتائے جانے والے دنوں گزرنے والی راتوں کے خواب ان سب کا کیا ہو گا؟

میں ان راستوں سے انجان تھا تم مجھے اس راہ پر لائی تھیں

اب جب میرا پیچھے ہٹنا ناممکن ہے تم ہاتھ چھڑا رہی ہو ہماری محبت کو نادانی کہہ رہی ہو

تم نے مجھ سے اب تک وقت گزاری کی؟

اورنگ کے لہجے میں چبھن تھی

ماہکان کی ساری تیزی طراری ہوا ہو گئی

نن نہیں ایسی بات نہیں ہے اوری

اسکے تڑپ کر اوری کہنے پر اورنگ کے خدشے کم ہوئے ہونٹ کھل اٹھے

پھر کیسی بات ہے بولو؟

میں نہیں چاہتی پہلے جیسا کچھ ہو۔

لوگ ہماری بنا سر پیر کی محبت پر سوال اٹھائیں

ماہکان اسکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بول رہی تھی

اورنگ جو گلالئی سے شادی سے پہلے تک عورت کی سنگت سے اسکے لمس سے ناواقف تھا

اسکی ماہو سے محبت بس گھنٹوں باتوں ہنسی مذاق پر مبنی تھی لیکن اب وہ سنف مخالف کی قربت کے سارے اسرار پا چکا تھا

ماہو کا یوں اسکی آنکھوں میں دیکھنا اسکے اندر کے روائیتی مرد کو بیدار کر رہا تھا

تو اب تم کیا چاہتی ہو

اس نے غیر محسوس انداز میں قریب ہوتے ماہکان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا

اسکے یوں قریب آنے پر وہ نظر جھکاتے رخ بدل گئی تھی

ہیں بولو نا اب کیا چاہتی ہو تم؟

وہ اورنگ کی بدلی ہوئی بھاری آواز کو نوٹ کیے بغیر شش و پنج میں مبتلا تھی

من چاہے مرد کا ہلکا سا نظر بھر کر دیکھنا بھی فطری شرم وحیا کے باعث عورت کو بوکھلا دینے کے لیے کافی ہوتا ہے مستزاد ہاتھ پکڑ لینا؟

ماہکان کا دل اورنگ کے ہاتھ میں دبے اسکے ہاتھ میں دھڑکنے لگا تھا

انگوٹھے سے بار بار ہاتھ کا سہلایا جانا وہ محسوس نہیں کر سکی تھی

مم میں چاہتی ہوں

آپ اس نے رخ پھیر کر دیکھا اورنگ کی آنکھیں سرخ انگاری ہو رہی تھیں

میرا مطلب ہم شادی کر لیں

کیونکہ کوئی بھی محبت بنا کسی مضبوط تعلق کے ادھوری ہی رہتی

مذہب اسے اچھا نہیں کہتا

دنیا والوں کی نظر میں گناہ ہوتی ہے

اچھا تو دنیا والوں کی نظر میں ہماری محبت اچھی ہمارا تعلق مضبوط کیسے ہو گا

وہ اب تک اسکے ہاتھ کی پشت انگوٹھے سے سہلا رہا تھا

اس بار ماہکان کو اورنگ کی بدلی آواز ہاتھ سہلایا جانا آنکھوں کی سرخی کھٹکی تھی

ہ ہم ہمارے ایک ہو جانے سے

اس نے لڑکھڑاتے ہوئے بات مکمل کی

ایک تو ہم اب اسی وقت بھی ہو سکتے ہیں

اگر تم چاہو تو

اورنگ کے دل و دماغ پر ہوس قبضہ جما چکی تھی

کک کیا مطلب ہے آپکا

ماہو کو بہت کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تو خود مضبوط ظاہر کرتے ہوئے تقریباً غرائی تھی

مطلب تو آسان سا ہے ماہو بی بی

اتنی بچی تو نہیں ہو کہ سمجھ نا سکو

(اتنی چھوٹی تو نہیں کہ سمجھ نا سکو)

ماہکان کی سماعتوں سے ماضی کہا گیا ولید کا جملہ ٹکرایا تھا

خوف کی سرد لہر اسکے پورے وجود میں سرائیت کر گئی

مم مجھے اب جانا چاہیے

چلی جانا لیکن ہمیں ایک تو ہونے دو

اورنگ ہاتھ اسکے بالوں لٹ کی طرف بڑھایا جب ماہو کا ہاتھ حرکت میں اورنگ کو پڑنے والے تھپڑ کی گونج پوری وادی میں سنی گئی تھی

اورنگ اچانک کسی نیند سے جاگتے اس سے دور ہوا

خبر دار

خبر ادر میں تمھیں جان سے مار دونگی

ماہو شہادت کی انگلی اس پر تانے شیرنی کی طرح غرا رہی تھی

سس سوری مم ماہو میرا یہ مطلب نہیں تھا

اورنگ عرق ندامت غرق ہو رہا تھا

وہ اپنی بے اختیاری پر حقیقی معنوں میں شرمندہ تھا ماہکان کو. ھی اندازہ ہو گیا جبھی اسکی آنکھیں بے اواز بہنے لگی تھیں

اورنگ مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی

خدا قسم کوئی نیک پارساء شخص بھی آ کر کہتا نا

کہ میرا اورنگ بد کردار نفس پرست مرد ہے

میں کبھی یقین نا کرتی

کیونکہ آج سے پہلے مجھے یقین تھا کہ میرا اورنک ایک اچھا انسان باکردار مرد ہے

اسکے آنسوؤں میں روانی آگئی آواز بھاری ہونے لگی تھی

نامم ماہو پلیز

اورنگ شرمندگی سے ڈوب مرنے کو تھا

اورنگ خان یوسفزئی

اچھے مرد گدھ نہیں ہوتے وہ کسی کی بہن بیٹی کو اکیلے دیکھ کر وحشی درندوں کی طرح جھپٹنے کی

بجائے اسے زمہداری سمجھتے ہوئے اسکی حفاظت کرتے ہیں

اسکے آنسو زاروقطار بہنے لگے تھے

ماہو پلیز یوں نا کہو

میں مانتا ہوں مجھ سے بے اختیاری میں بہت بڑی غلطی

وہ اپنی صفائی پیش کرنا چاہ رہا تھا لیکن ماہکان اسے نہیں سن رہی تھی

میں

ماہکان سیف الرحمٰن بقائمی اپنے ہوش وحواس

اورنگ خان یوسفزئی

آپکو اپنی محبت سے طلاق دیتی ہوں

بجلی زور سے کڑکی تھی

پھر نجانے وہ بجلی کی تہہ وبالہ کرتی کڑک تھی یا ماہکان

سیف الرحمن کے ٹوٹے بکھرے مان مضبوط لہجے کی گونج اور نگ یوسفزئی کو اپنا دل جل کر

خاکستر ہوتا محسوس ہوا تھا

طلاق دیتی ہوں

اسکے جل چکے دل کے بخیے ادھیڑنے لگے تھے

طلاق دیتی ہوں

اسے لگا تھا دل ریشہ ریشہ ہو کر بکھر گیا ہے

اب آپ یہاں سے جاسکتے ہیں

یا میں چلی جاوں

ماہکان کی آواز گہری کھائی سے آئی تھی

وہ گہرے صدمے میں سکتے کی سی کیفیت کے زیر اثر واپسی کے لیے پلٹا تو آسمان سے بارش کی

آوارہ سی پہلی بوند گری تھی

اور ایک بات یاد رکھئیے گا

اس نے واپسی کے لیے قدم بڑھایا ہی تھا

جب ماہکان کی آواز پہاڑی کالی بلیوں کے بین کی صورت گونجی تھی

وہ دھیان نہیں دے پایا کیونکہ ماہکان کی سدا پر اسکے مر چکے دل میں دور کہیں ہلکی سی زندگی کی رمق جگمگائی تھی

اورنگ خان

خان زار شم (صدقے قربان) ماہو بی بی

منہ سے عادت کے مطابق بڑبڑاہٹ کی صورت نکلا تھا

(محبت کی طلاق کا حلالہ نہیں ہوتا)

بارش ایک دم سے بوچھاڑ کی صورت برستے ان دونوں کو بھگونے لگی تھی

اس بارش کے ساتھ ان دونوں کے آنسو بھی شامل تھے

بس زرا سا فرق تھا

ایک کے آنسو مان ٹوٹنے محبت چھوٹنے کے غم کی وجہ سے بہہ رہے تھی

جبکہ

دوسرے فرد کے آنسو ندامت کے آنسو تھے

خوف کے آنسو تھے

اس رات کی صبح عام معمول کے جیسی تھی

لیکن تین لوگوں کی دنیا اگلے آنیوالے بہت سے سالوں کے لیے یکسر بدل گئی تھی

(ماہکان) جس نے مان ٹوٹنے پر اپنے وقار اپنی ذات کے پندار کے لیے محبت چھوڑی لیکن اس محبت نے کبھی اسے چین لینے نا. دیا

)اورنگ (جس نے محبت تو کی لیکن خود غرضی میں لپٹی ہوئی اس میں مردانہ وار محبت نبھانے کا حوصلہ نہیں تھا

جب جرات و حوصلہ پیدا ہوا تو ایک چھوٹی سی بے اختیاری نے اس سے سب کچھ چھین لیا

)گلالئی (اس کہانی کا سب سے مظلوم کردار جس کو نا کردہ گناہ کی سزا ملی جو پوری کہانی میں کہیں نا ہو کر بھی ہر جگہ رہی

صبح ہوتے ہی ماہکان نے سنجیدگی سے واپسی کا کہا تھا

اسکا بے لچک لہجہ دیکھتے شہیر اور بختاور سب کے منع کرنے کے باوجود واپس آ گئے تھے

ماہکان نے بہت سوچ بچار کے بعد بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان کا انتخاب کیا تھا اور سب کے اعتراض کے باوجود وہاں شفٹ ہو گئی تھی

اورنگ پہلے کچھ عرصہ احساس ندامت سے انکی فیملی کے کسی فرد کے سامنے نہیں آیا تھا

شہیر ہر بات سے لاعلم تھا جبھی اسے اکثر فون کر کے ملنے کا کہتا جسے وہ کوئی نا کوئی بہانہ بنا کر ٹال دیتا

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنے بزدلانہ رویے کا احساس ہونے لگا گلالئی سے شادی اسے سراسر ماہو کے ساتھ زیادہ لگنے لگی

اس رات کو اپنی بے اختیاری کو وہ کبیرہ گناہ گردانے لگا

ماہو کی باتیں اسکے ساتھ گزرا وقت یاد کرتے اسکا احساس جرم جڑ پکڑنے لگا تو وہ گھر سے گلالئی سے اور خود سے بھی دور ہونے لگا

پھر جس دن خدا نے اسکے گھر رحمت بھیجی

وہ ماہو سے کی گئی زیادتیوں ہر ٹوٹ کر تڑپ تڑپ کر رویا تھا

حالانکہ وہ لاعلمی میں اب بھی غلطی کر رہا تھا پہلے ماہو اور اب گلالئی کے ساتھ زیادتی کر رہا تھا

شہیر نے مبارک باد کے لیے فون کیا تو اس نے پہلے بار ماہو کے بارے پوچھا تھا

شہیر نے ماہو کے کہنے کے۔ مطابق بتادیا کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر ہوائی واپس جاچکی ہے۔۔

ماہو اپنے خوابوں اپنی خواہشات سے صرف اور صرف اسکی وجہ سے دور ہوئی تھی

اس نے اس غلطی کی تلافی سب کے سمجھانے بجھانے کے باجود اپنا خواب اپنا شوق واولین چاہ ائیر فورس چھوڑ کر دی تھی

اورنگ کا دل کہتا تھا ماہو جہاں بھی ہے اسکا انتظِار کر رہی ہے

اسے فوراجاکر ماہو کا انتظار ختم کرنا ہے اسے اپنانا ہے

یہی سوچتے اس نے خود سے منسوب اپنی اولاد، کی ماں کے لمبے ہوتے انتظار کو جانچے بغیر ائیر لائن میں جاب کرلی

اسکی ہمیشہ کوشش ہوتی زیادہ تر امریکی ریاستوں خاص کر ہوائی کی فلائیٹ لے کر جائے

یوں وہ دوسال کا عرصہ تقریبا پوری دنیا گھوما ماہو کی تلاش سے تھک ہار کر جب لوٹتا تو گلالئی کا وجود اسکی واحد پناہ گاہ ہوتا

جہاں وہ اپنے ذہن و جسم کی تھکن اتارتا اور تازہ دم ہو کر پھر سے ماہو کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا

لیکن ماہو تھی کہ مل کر نہیں دے رہی تھی

وہ ہوائی کے علاوہ آس پاس کی ریاستوں کی ہر یونی ہر کالج چھان چکا تھا لیکن اسے ماہ کان سیف الرحمان کسی سٹوڈنٹ کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا

اسے ائیر لائن کی جاب کرتے تین سال کا عرصہ بیت گیا تھا

اس دوران اورنگ کی بیٹی تین سال کی جبکہ بیٹا ایک سال کا ہو چکا تھا

ماہو چار سال سے منظر سے غائب تھی

پھر ایک دن معجزہ ہو گیا

وہ چھٹیوں پر آیا ہوا تھا گلا لئی سے بات بس لگے بندھے ہی کرتا لیکن شب کی تنہائی میں بنا کچھ کہے بنا اسکی سنے اپنی جبلی ضرورت کے پیش نظر سوال کرتا وہ اعلیٰ ظرف اور چپ چاپ اسکی ضرورت پوری کر دیتی

صبح کی سپیدی پھیلتے ہی کسی کم ظرف احسان فراموش کی طرح اسکے وجود سے بے نیاز ہو جاتا تھا

وہ صبح ہی احسان فراموش سی تھی

مور جان نے اسکے اٹھتے ہی گلا لئی اور

ماہ جان (بیٹی) کو سکول تک لے جانے کا کہا

وہ انکار کرنا چاہتا لیکن کمرے سے نکلتی سفید چادر کے ہالے میں سرخ سفید سی گلالئ کو دیکھتے اثبات میں سر ہلا گیا

جانے گزری شدتوں بھری رات کا اثر تھا یا وہ خود در در بھٹکنے سے تھک گیا تھا گلالئ اسے آج سے پہلے اتنی خوبصورت کبھی نہیں لگی تھی

یا شاید اس نے کبھی اسے اسطرح دیکھا ہی نہیں تھا

وہ گھر سے نکلتے گاڑی چلاتے ماہ جان سے لاڈیاں کرتے سکول کی پارکنگ میں گاڑی پارک کرنے سکول کے گیٹ میں انٹ ہونے تک گلالئ کی شخصیت اسکے ٹرانس کی کیفیت میں تھا

سکول میں انٹر ہوتے ایک اونچی لیکن اداس سی آواز نے اسکے گرد پھیلا ٹرانس ایک دم سے ختم کیا تھا

وہ کسی سے کہہ رہی تھی

سوری میم

لیکن میں یہاں کسی قیمت پر جاب نہیں کرونگی

مس ماہکان کیا آپ وجہ بتانا پسند کرینگی ؟

کیونکہ یہ بھی ہمارے ہی سکول کی برانچ ہے

یہاں ملتان برانچ سے کہیں زیادہ سہولتیں ہیں آپکا اکیڈمک ریکارڈ اچھی کارکردگی کی بدولت

ہم چاہتے ہیں آپ یہاں جوائیں کریں اسکے لیے آپکو ڈبل پیکج بھی آفر ،کر رہے ہیں

وہ شاید سکول کی پرنسپل تھی جو اسے اس سکول میں جاب پر کنوینس کر رہی تھیں

میم میں وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھتی کیونکہ وہ میرا پرسنل میٹر ہے

اور میرا خیال میں اس ہائی فائی شہر کی ٹاپ برانچ کی نسبت ملتان کے اس عام سے علاقہ کی

چھوٹی سی برانچ کو میری زیادہ ضرورت ہے۔

رہ گئی بات ڈبل پیکج کی تو آپ جانتی ہونگی میں یہ جاب پیسوں کے لیے بلکل نہیں کر رہی اگر

ایسا ہوتا تو ہر ماہ اپنی سیلری کا 80 فیصد آپ ہی کے سکول کو چیرٹی نا کرتی

حیرانی پریشانی شدید خوشی کے ملے جلے جذبات کے باجود اسکا دوٹوک تفصیلی جواب سن کر

اورنگ کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی تھی

)یعنی مس ماہو آج بھی لوگوں کی بولتی بند کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں (

اسوقت ماہ جان گلالئی کے ساتھ ہونے کی وجہ سے وہ چپ چاپ ایڈمن آفس کی طرف چلا گیا

حالانکہ اسکا دل ہمک ہمک کر پرنسپل آفس کے باہر کھڑی لڑکی کی طرف جانا چاہتا تھا

گلالئی اور ماہ جان کو گھر چھوڑنے کے بعد وہ الٹے قدموں ریش ڈرائیونگ کرتے دوبارہ سکول

پہنچا تھا لیکن وہ ہواؤں سی لڑکی منٹوں میں ہوا ہو گئی تھی

نتیجتاً اسے نامراد واپس لوٹنا پڑا لیکن وہ

اورنج سکول کی ملتان برانچ کی پونٹسیری ہیڈ

مس ماہکان سیف الرحمان کی تمام معلومات کے ساتھ لوٹا تھا

دوسرے دن وہ بنا تاخیر کیے صبح سویرے ملتان کے لیے روانہ ہو گیا تھا

ماہکان دوسرا پیریڈ لے کر کلاس روم سے باہر نکلی جب (آیا) نے اسے کسی ملاقاتی کا بتایا تھا

ایں؟

میرا ملاقاتی وہ بھی یہاں؟

وہ آیا کی بات پر حیران ہوتی انتظار گاہ کی طرف چل دی

کیونکہ اتنے عرصے میں اس نے سوائے ایک دو کولیگ کے اس شہر اس نے کسی کو خود تک آنے کا راستہ نہیں دیا تھا

سکول پلس ہاسٹل تک میں سب اسے آدم بیزار نفسیاتی مریض مغرور اوت نجانے کیا کیا کہتے تھے

لیکن وہ سب کو نظر انداز کرتے اپنے کام سے کام رکھتی تھی

اسکی دلجمعی اور محنت کا ثمر تھا کہ بہت ہی عرصے میں اسے سکول کی مونٹیسری برانچ کا انچارج بنا دیا گیا تھا

شہیر اور بختاور کم کم لیکن بتا کر آتے تھے جبکہ تینوں بچے جب آتے وہ سکول سے چھٹیاں لے لیا کرتہ تھی

کون ہو گا اللہ کرے سب ٹھیک ہو

انہی سوچوں میں الجھتے جب وہ انتظار گاہ میں داخل ہوئی

وہاں نک سک سے تیار بیٹے سے بندے کو دیکھ کر پل بھر کو ٹھٹھک کر رکی

ماہکان کی جگہ ماہو نے لے لی گزرے ماضی کی ساری اذیت ایک پل میں اسکے چہمیں گندپر جھلک دکھلا کر غائب ہو گئ

اگلے ہی لمحے ماہکان نے ماہو کو تھپک کر سلاتے روزمرہ کا خول خود پر چڑھالیا

جی

آپ کون اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں؟

اورنگ اسکی آواز پر پلٹا ایک بے نام سی شدید خوشی سے جسم سے پھوٹتی آنکھوں سے عیاں ہو رہی تھی

جی میں مسٹر بدرنگ

اور آپ سے مس ماہو کے بابت پوچھنے آیا ہوں

وہ ماہکان کے بے تاثر لہجے کو محسوس نہیں کر سکا تھا

اسکے لفظوں اسکے لہجے سے جیسے شہنائیاں پھوٹ رہی تھی

ماہکان کو اسکی آنکھوں کی چمک لہجے کی گونج سے بے طرح خوف محسوس ہوا جبھی رخ پھیرتے ہوئے بولی

سوری مسٹر میں نے آپکو پہچانا نہیں

اور برائے مہربانی میرا ٹائم ضائع کرنے کی بجائے آپکو جس کسی کے بارے بھی معلومات چاہیئے جاکر ایڈمن آفس سے لیجیے

اسکا لہجہ دوٹوک تھا

اور نگ یکبارگی حقیقت کی دنیا میں لوٹا جہاں اس نے ماہو پر اس کی معصوم محبت پر ظلم ڈھائے تھے

اسے اپنا انداز برا لگا

اسے لگا مجھے یہاں فاتح بن خوشی کے شادیانے بجاتے نہیں آنا چاہیئے تھا بلکہ ہاتھ باندھے جھولی پھیلائے سوالی بن کر آنا چاہیئے تھا

بس ایک لمحہ لگا وہ جو فاتح بن کر آیا تھا فورا سے سوالی بن گیا

)محبت کے اصول و قوانین سب سے الگ ہوتے ہیں یہ شاہوں کو گدا اور گداگروں کو شاہ بنا دیتی ہے

عشق کی منڈیوں میں سب سے اونچے دام ایثار و وفا کے لگتے ہیں وہاں بیوفائی و خود غرضی کوڑیوں کے بھاو بکتی ہے)

مم مجھے معاف کر دو ماہو

میں میری مورے میری بہنیں ہم سب غلط تھے

ہم نے تمہارے ساتھ زیادتی کی تمہارا دل دکھایا جس وقت تمہیں میری سب سے زیادہ ضرورت تھی اسی وقت میں خود غرضی دکھاتے راستہ بدل لیا

لیکن دیکھو میں اس راستے کا بھی نہیں رہا

اسکا لہجہ یکدم بدل گیا تھا

ماہو کے دل کو کچھ ہونے لگا

میں تمہارا نا بن سکا تو اسکا بھی نہیں رہا ماہو بلکہ میں اب خود کا بھی نہیں رہا

پلیز مجھے اپنی غلطیاں سدھارنے کا ایک موقع دو

ماہ کان ڈولتے دل کے ساتھ لہجے کو ہموار رکھتے ہوئے بولی

مسٹر اورنگ یوسفزئی

جج جی ماہو

اسکی جی پر ماہکان کو خود پر کیے ضبط ٹوٹتے محسوس ہوئے

آپ جاسکتے ہیں وہ کہہ کر مڑی

میں گندہ میں جھوٹا ماہو

تم اچھی تم سب سے سچی ماہو

اورنگ کے لہجے کے ساتھ آنکھیں بھی بھیگنے لگی تھیں

ماہکان دروازے تک جاکر رکی پلٹی پھر آہستہ سے چلتے اس کے قریب آئی اورنگ خان یوسفزئی کا دوران خون بڑھنے لگا تھا

آپ کچھ کہنا بھول رہے ہیں

اورنگ نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا

کم ظرف خود غرض ہوس پرست

دھڑ دھڑ دھڑ اور نج اسکول کی انتظار، گاہ کی دیواریں ایک ایک کر کے اس پر گری تھیں

لیکن ان سب میں گھنٹی کی آواز نمایاں تھیں جو ماہو نے اسکے لیف سائیڈ پر لگے بٹن کو دبا کر بجائی تھی

چند لمحوں میں آیا کے ساتھ چوکیدار اندر داخل ہوا

ان صاحب کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ باہر، لے جائیں

رحمت بی بی ان کی شکل غور سے دیکھیں اور ایک بات ذہن نشین کرلیں آئندہ انکے آنے پر

آپ کم از کم مجھے نہیں بلائیں گی

اورنگ کی آنکھیں بہنے لگی تھیں، لیکن گزرے دوسالوں میں وہ محبت کے کچھ تقاضوں سے

واقف ہو گیا تھا جبھی دونوں نوکروں کے سامنے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا

چوکیدار جب عزت سے باہر چلنے کا کہتے تھک گیا تو اسکا بازو پکڑ، کر باہر، لے جانے لگا

اسکی آنکھوں میں دکھ افسوس اور پچھتاوے سب سے بڑھ کر محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا

جو چھلکنے کو بے تاب تھا

لیکن

جس کے لیے سب تھا وہ رخ بے رحم پھیرے انجان بنی کھڑی تھی

اورنگ نے دروازے سے نکلتے بڑی آس سے کہا تھا

ماہو محبت میں طلاق نہیں ہوتی

یہ ازل سے ابد تک قائم رہتی ہے

اور پلٹ گیا

اگر وہ چند پل رک جاتا تو یہ دیکھ کر پتھر ہو جاتا انجان کھڑی لڑکی بے طرح روتے ہوئے پلٹی تھی

لیکن

اسے دروازے پر نا پا کر اسنے خود کو سنبھال لیا تھا

اپنے بھرم کو ٹوٹنے سے بچا لیا تھا

اورنگ اسکے بعد ماہو کو منانے اسکے دل میں سوئی محبت کو جگانے وقتاً فوقتاً ملتان جاتا رہا اور ہر بار، نامراد واپس آتا رہا

وہ بائی روڈ کئی گھنٹوں کا سفر طے کر کے وہاں پہنچتا سکول ٹائمنگ کا دورانیہ ویٹنگ حال میں چپ چاپ اکیلے بیٹھے گزار دیتا

ماہکان کے دل کو اکثر، الہام ہوتا وہ اس دن چھٹی کر لیتی یا اگر سکول میں ہوتی بھی تو اپنی غیر موجودگی کا بتاتی

رہائش کا سکول والے رولز کے تحت بتا نہیں سکتے تھے

اس طرح وہ سارے دن اور رات کی خواری کے بعد خالی ہاتھ لوٹ جاتا

ماہکان اب سمجھدار میچور خیالات کی مالک لڑکی تھی وہ بچی نہیں رہی تھی

وہ کسی کا گھر برباد کر کے اپنی دنیا بسا کر ایک بار پھر سے دنیا کہ بدنامی اور آخرت کی بربادی نہیں چاہتی تھی

سو ہر بار اورنگ کو بنا کسی اشارے کنائے لے لوٹاتی رہی

وہ اورنگ کو تو نامراد واپس بھیج دیتی لیکن اسکے لائف پھول اور تحائف سنبھال کر اپنی جان سے لگا کر رکھتی

پھولوں کو سونگھتی تو اسکی سانسیں معطر ہو جاتیں

کارڈ پر لگے لفظ پڑھتی تو دل ڈوبنے ابھرنے لگتا

لفظوں میں چھپے جذبات کی شدت انکی معنی خیزی رگوں میں خون کی روانی تیز کر دیتی تھی

اسکا دل میں پھر سے اورنگ کے نام پر دھڑکنے لگا تھا

محبت جاگی تو اس محبت سے جڑے زخم بھی ہرے ہو کر سلگنے لگے تھے

سلگتے بجھتے زخم آہستہ آہستہ ناسور بننے لگے جنکی مسیحائی ممکن تھی لیکن ماہکان ایسی مسیحائی چاہتی نہیں تھی

اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسکے زخموں کو مسیحائی سے نفرت ان سے ضد ہونے لگی لیکن مسیحاء سے محبت گہری ہوتی گئی

پھر جب شدت زیادہ بڑھی تو سکول جس کورس کے لیے پیچھلے کئی سالوں سے ہر سال آفر کر رہا تھا

شہیر کے کہنے پر اس کورس کے لیے لندن چلی گئی

)جی بلکل وہیں جہاں سے ہماری کہانی شروع ہوئی تھی (

اسے ہسپتال سے ڈسچارج ہوئے چھ ماہ سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا تھا

پہلے ایک ماہ کے بعد اسے کافی عرصے بعد اورنگ کی طرف سے دوبارہ پھول اور کارڈ ملنا شروع ہو گئے تھے

جنہیں نظر انداز کرتے اس نے عارش کو ڈھونڈنے کے لیے سارا لندن بلکہ سارے انگلینڈ کی ہر وہ جگہ چھان ماری تھی جہاں جہاں اسکا ہونا ممکن تھا

ایلا اسکے پر زور اسرار پر دوبار مصر ہو کر آئی تھی

لیکن عارش، کا کہیں کوئی پتا نہیں چلا تھا

دوسری طرف سب گھر والے اس پر اورنگ سے شادی کے لیے دباوڈال رہے تھے

جبکہ اسکی ناہاں میں نہیں بدل رہی تھی

ماہ مجھے لگتا ہے وہ وینس تھے

)یونانی محبت کی دیوی کو ایفرودتی کہتے ہیں جبکہ رومیوں نے اسے محبت کا خدا وینس کہا ہے (

ماہ نے اسکی طرف نا سمجھی سے دیکھا

ایلا نے آنکھوں سے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا ہاں نا

مجھے لگتا ہے

وہ تم کو اور اورنگ کو دوبارہ سے قریب لانے کے لیے آیا تھا

ایلاپی یہ تم

ماہکان کا دل خوف سے بیٹھنے لگا

ہاں میں ں سچ کہہ رہی ہوں

اگر وہ پروفیسر وینس نہیں تھا تو پھر گاڈ، کا بھیجا گیا کوئی فرشتہ تھا

جس نے اپنا کام کیا اور واپس چلا گیا

ایلا نے بات مکمل کرتے آسمان کی طرف اشارہ کیا

ماہکان نے لرز کر اسے منعکر نا چاہا

ٹھیک اسی وقت بختاور اندر آ گئی

)سیف صاحب نے لندن میں گھر لے کیا تھا

بختاور اسکے بچے سیف صاحب اور عاصمہ بیگم چھ ماہ سے مستقل اسکے ساتھ تھے اس دوران شہیر دو بار ہو کر گیا تھا جبکہ ہر دوسرے تیسرے ویک اینڈ پر کوئی نا کوئی بھائی فیملی سمیت آجاتا تھا)

ایلا بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے ماہو

وہ خدا کی طرف سے بھیجا گیا کوئی فرشتہ ہی تھا جو تم دونوں کو برسوں کی آبلہ پائہ کے بعد ایک کرنے آیا تھا

بخت آپ بھی

دکھ کے باعث ماہکان کے منہ سے بس اتنا ہی نکل پایا تھا

ہاں ماہو اب میں بھی یہی چاہتی ہوں

کہ تم اب خود غرضی چھوڑ کر ہم سب کا خاص کر انکل آنٹی کا سوچو

مم میں خود غرض؟

وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی لیکن بخت نے ہاتھ اٹھا کر اسے روکتے بات جاری رکھی

ہاں تم خود ے گرض

انکل آنٹی آبش کو کھو کر صرف اور صرف تمہیں دیکھ کر جینے لگے تھے لیکن تم نے اپنی من مانی کی سگے ماں باپ جان چھڑکنے والے بھائیوں کو چھوڑ، کر پاکستان چلی گئیں

وہاں تمہارے ساتھ ولید نے بدتمیزی کی تم چھپا گئیں تاکہ تمہیں واپس نا بلا لیا جائے

تم نے اورنگ سے محبت، کی پھر اس سے نفرت کی اور نفرت میں اس حد تک چلی گئیں کہ ہم سب کو چھوڑ دیا

تمہارے پہلے دن سے لے کر اب تک ہر عمل میں مم مانی خود پسندی خود غرضی غالب رہی ہے ماہو

اتنے عرصے میں پہلی بار حقیقت کا آئینہ دیکھتے اسکے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے

اگر اس بار بھی تم اپنی ہٹ دھرمی خود غرضی پر قائم رہیں تو یہ نا ہو انکل اور آنٹ

بختاور اور بھی کچھ کہہ رہی تھی لیکن وہ ایک ہی بات میں اٹکی تھی

خود غرضی پر قائم رہیں تو؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟؟

اسنے اپنی ہٹ دھرمی اور خود غرضی چھوڑ، دی تھی

گھر والوں کی بات مانتے اورنگ خان یوسفزئی کی دوسری لیکن من چاہی بیوی بننے کو تیار ہو گئی تھی

اس دن بختاور کی باتوں نے اسے اندر سے جھنجھوڑ دیا تھا

وہ گناہ ثواب کے چکروں میں الجھی پیچھلے کچھ سالوں سے سب سے بڑا، گناہ (ماں باپ کی نافرمانی) بڑے دھڑلے سے کرتی آرہی تھی

اس رات کی صبح اس نے بختاور کو اپنی رضامندی دے دی تھی

سب گھر والوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی سیف صاحب نے اسکا ماتھا چوم کر گلے سے لگایا تھا

ٹھیک ایک ہفتے بعد

اورنگ مرجان بیگم اور روشانے کی فیملی کے ساتھ وہاں پہنچ گیا تھا

انکے مطابق چونکہ ٹائم کم تھا جبھی گلالئی اور دل جاناں پاسپورٹ ویزہ کے مسائل کی وجہ سے نہیں آسکے تھے

انکی بات پر بنا کسی دقت کے یقین کرتے شادی کی تیاریاں شروع کر دی گئی تھیں اور آج اسکی مہندی تھی

وہ پیلے اور لال نیٹ کے مزرقی طرز کے مغربی لہنگہ سوٹ میں انگلیوں کے مہندی سے بھرے پوروں اور ہتھیلی پر سجی ٹکیاں کو دیکھتے خوش تھی یا نہیں لیکن وہ مطمئن اور خاموش تھی

کچھ دیر بعد روشانے اور ایلا اسے رسم کے لیے باہر لے گئے جہاں اچھا خاصا ہلا گلا مچا ہوا تھا

اسکے بھائیوں اور شہیر کے بچوں نے ناچ ناچ کر اودھم مچایا ہوا تھا

وہ سر جھکا کر بیٹھ رہی کب رسم ہوئی کون کون آیا اسے کچھ پتا نہیں چلا رسم کے بعد ایلا نے

اسے چھت پر آنے کا کہا

وہ بنا کسی تردد، کے روبوٹ کی طرح اسکے پیچھے پیچھے چھت پر چلی گئی

)))میں نے کہا تھا محبت کی طلاق نہیں ہوتی((((

اورنگ کی آواز پر وہ گم سم حالت سے چونکتے ہوئے باہر آئی

وہ سفید شلوار سوٹ پر پیلا ڈوپٹہ گلے میں ڈالے اسے گہری نظروں سے گھورتے ہوئے

سامنے کھڑا تھا

اس نے ادھر ادھر دیکھا ایلا کہیں نہیں تھی

اس سے پہلے کہ واپس جاتی یا کچھ کہتی اورنگ نے آگے بڑھ کر اسکا ہاتھ تھاما

نجانے کیوں اسے کچھ نرم گرم سا محسوس ہونے کی بجائے گھبراہٹ ہونے لگی تھی

ہچ چھوڑیں

گھبراہٹ بڑھنے لگی

اسکی گھبراہٹ کا لطف لیتے ہوئے اورنگ نے مسکراتی آنکھوں سے جھکتے اسکا ہاتھ میں پڑا

خاندانی کنگن (جو شام ہی مرجان بیگم نے پہنایا تھا)

آہستگی سے چوم لیا تھا

اب کبھی نہیں چھوڑوں گا

ماہکان ایک پل میں سنبھل کر ہاتھ چھڑواتے ہوئے ھاڑی

یہ کیا بے ہودگی ہے؟

ہاہاہاہا

یہ بیہودگی نہیں محبت ہے ماہو بی بی

بلکہ تھوڑی سی محبت ہے

زیادہ اور بے بہا محبت کل

(میں محبت ہوں بے بہا محبت ہوں)

اور نگ کی باتیں ان لفظوں کی بازگشت میں دب گئے تھے

آج انکی بارات تھی

مرجان بیگم کی فرمائش پر ایلا اور بخت رسم مے مطابق اسکے پاوں کے تلوں پر مہندی لگوانے پارلر لائی تھیں

واپسی انہوں نے نکاح کے لیے سید ھامار کی جانا تھا جو ٹاور برتج کے پاس تھا

ماہکان پیچھلے کچھ دن کی طرح اب بھی چہرے پر نرم تاثر لیے چپ بیٹھی تھی

کل اورنگ اور وہ کب تک ساتھ رہے اورنگ نے کیا کہا وہ نہیں جانتی تھی کیونکہ اس نے مسکراتے ہونٹوں کے ساتھ بس ہوں میں جواب دیا تھا۔۔

پارلر اٹینڈنٹ نے اسکے دوسرے پاوں پر مہندی لگانی شروع کی جب ایلا کے موبائل پر کال آنے لگی

وہ معذرت کر کے کال پک کرتے باہر چلی گئ

اسکی واپسی کافی دیر بعد بھیگی سرخ آنکھوں کے ساتھ ہوئی جب تک ماہکان کے مہندی لگ چکی تھی

ارے ایلی

تمہیں کیا ہوا ہے

بختاور کے پوچھنے ماہکان نے اسکی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا

کچھ نہیں بخت باہر ایک بندے کے پاس سفید گلاب تھے جبکہ مجھے ان سے الرجی ہے

سفید گلابوں کے ذکر پر ماہ کے اندر سناٹا چھا گیا تھا

بختاور اسے سنبھال کر باہر لے جاتے ایلا کو ٹپس دینے لگی

جب گاڑی ٹاور برج کے پاس پہنچی تو ٹریفک رش کی وجہ سے انہیں رکنا پڑا

اتفاقیہ طور پر ٹھیک اسی وقت آسمان کالے بادلوں سے ڈھکنے لگا تھا

ٹاور برج پر میں روڈ کی نسبت پبلک بہت کم بلکہ ناہونے کے برابر تھی

ٹریفک کاراستہ کھلا گاڑی آگے بڑھنے لگی جب کسی نے ماہکان کی طرف کاشیشہ بجایاڈرائیور نے
خود کار بٹن سے شیشہ نیچے کیاتو کسی نے اسکی گود میں سرخ سفید گلابوں کا بکے رکھا

یہ اس نے سوالیہ پوچھا بکے لانے والے ٹاور برج کی طرف اشارہ کیااور جیسے آیا تھاواپس چلا
گیا

گاڑی میں بیٹھی باقی دونوں خواتین اس بات سے شاید واقف تھیں

ان میں ایک کے چہرے پر دبی دبی ہنسی چھاگئ تو دوسری کے چہرے پر قرب جھلکنے لگا تھا

جبکہ ماہکان بکے گود میں رکھے ایویں ہی مسکرادی

کس قدر عجیب بندہ ہے یہ مسٹر بدرنگ اب انکی کیاضرورت ہے بھلا؟؟؟؟

اس نے خود کلامی کرتے بکے کے ساتھ لگاکارڈ، کھولا

جس پر لکھی تحریر پڑھتے اسکارنگ سیاہ پڑنے لگا تھا

اُس کی قُربت مقدر میں تھی ہی نہیں

ورنہ میں آسمانوں سے اُترے ہوئے

اُس مقدس صحیفے کی آیات کا

وِرد کرتا ہُوا عمر بھر جُھومتا

جھیل جیسی وہ آنکھیں جنہیں دیکھ کر

خود سمندر کی وسعت سمٹنے لگے

وہ گلابی سے عارض جنہیں دیکھ کر

تتلیاں چُومنے کو چلی آتی ہیں

نُور میں نُور کو گوندھ کر وہ بنایا گیا دودھیا سا بدن

روشنی میں تراشے خراشے ہوئے قیمتی خال وخد

وقت قسمت میں لکھتا اگر وہ بدن

تو میں باغِ ارم کے مقدس گلابوں کی خوشبو میں بھیگے عقیدت سے سر و سمن چومتا

وہ وصی شاہ تھا

جس کی خواہش تھی بس ایک کنگن تلک

میں جو ہوتا تو سارا بدن چُومتا

میں جو ہوتا تو سارا بدن چومتا

)میثم علی آغا (

نارسائی کا دکھ نہ مل سکنے کی تڑپ نرم گرم جذبات سے گندھے لفظ پڑھتے اسکا دل بند ہونے لگا

)ابھی کچھ ہی دیر میں شادی ہو جائے گی ہم ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں گے

پھر اورنگ نے ہجر کی تمہید لیے نظم کیوں سینڈ کی؟

کہیں وہ اس بار بھی تو کوئی گیم؟؟

اس سوچ پر اسکا دل لرز گیا

گاڑی ایک بار پھر ٹاور برج کی انٹرنس تھوڑے فاصلے پر رک چکی تھی

ایلا کارڈ پر لکھی تحریر تو نہیں پڑھ پائی تھی لیکن کارڈ پر لکھی تحریر کی رائٹنگ پہچانتے اسکا چہرہ سیاہ پڑنے لگا جسم پر کسی احساس کے تحت کپکپی طاری ہو گئی تھی

ماہکان نے اسکی غیر ہوتی حالت محسوس کرتے خود کو سنبھال کر رخ پھیرا اور آنکھوں سے اشارہ کیا

تمہیں کیا ہوا؟

کک کیا لکھا ہے انہوں نے؟ ایلا کے منہ سے ہکلاتے ہوئے نکلا تھا

انہوں نے؟

کنہوں نے اس نے سوالیہ انداز میں آنکھیں ترچھی کیں

)کیونکہ ایلا اورنگ سے کبھی ملی نہیں تھی اسے صرف غائبانہ جانتی تھی (

پروفیسر عارش نے

ایلا کی آواز میں لرزش غالب تھی

ماہکان اسکے منہ سے یوں اچانک عارش کا نام سنتے سناٹے میں آگئی تھی

بختاور اسکی حالت نوٹ کرتے تیز آواز میں بولی

یہ کیا بیوقوفی ہے ایلا

یہاں پروفیسر عارش کا کیا ذکر؟

پروفیسر عارش ہی کا تو ذکر ہونا چاہے بخت

ایلا نے بختاور کی بات کا اثر نا لیتے ہوئے جواب دیا

ایک لمحے کو ٹھہر کر اس نے ماہکان کے دھواں دھواں چہرے کیطرف دیکھا

ماہ مجھے پتا ہے یہ بکے اور کارڈ انہوں نے بھیجا ہے میں انکی ہینڈ رائٹنگ بیسیوں تحریروں میں پہچان سکتی ہوں

شررررر ٹھاہ ٹھاہ

سڑک کی دوسری جانب کسی کرتب گرنے فضاء میں شہنائی چھوڑی تھی

ماہکان کے اندر سناٹا پھیلنے لگا

لل لیکن پی یہ تو اور نگ

وہ ایلا کی غلط فہمی دور کرنا چاہتی تھی

اس کچھ کہنے سے پہلے بختاور تقریبا دھاڑتے ہوئے ایلا کو ڈپٹا

تم پاگل تو نہیں ہو گئیں یہ کیا بکواس کر رہی ہو ہے

پھر ماہکان کا کندھا سہلاتے ہوئے بولی

ماہو ریلیکس بیٹا یہ ایلی پاگل ہو گئی ہے ورنہ تم خود سوچو اگر پروفیسر عارش کی رائٹنگ تم نے نہیں دیکھی تو اسنے کہاں دیکھ لی ہو گی

بخت میں سچ کہہ رہی ہوں

میں نے انکی فائل میں اردو زبان کی بہت سی تحریریں (شاعری) دیکھی ہیں

ایک بار اسائنمنٹ جمع کرواتے انہوں نے ایسے ہی لکھے (ماہکان کی فائل جو شاعری لکھی ہوئی تھی)

کچھ پیپر زماہ کی فائل سے نکالے تھے

شرر رٹھاہ

دریائے ٹیمز سے متصل سڑک کی دوسری جانب خیمہ ذن میں سے کسی دوسرے پہلے کی تقلید کرتے فضاء میں شہنائی چھوڑی تھی

جبکہ وہیں کچھ دور پُر رش سڑک پر کھڑی گاڑی میں بیٹھی تین میں سے ایک لڑکی کو لگا اسکا وجود ان شہنائیوں کی طرح خلاوں میں گھم ہونے لگا ہو

ایلی تت تم

ایلا کے اسقدر اعتماد پر بختاور نے ڈوبتے دل کے ساتھ کچھ کہنا چاہا

لیکن اسکی زبان لڑکھڑا گئی تھی

ایلا بختاور کو نظر انداز کرتی ماہکان کی طرف پلٹی جو فان اور میرون رنگ کے برائیڈل سوٹ میں کسی خوبصورت دیوی کا بت محسوس ہورہی تھی

چپ چاپ ساکت ہر جذبے سے عاری جیسے اس میں زندگی کی رمق تک نا بچی ہو

ایلا کو اسکے سجے سنورے روپ والی بے تاثر آنکھوں سے خوف آنے لگا

ماہ تم ایسے ری ایکٹ نا کرو پلیز

خدا کی قسم مجھے بھی کل پتا چلا کہ وہ بہت عرصے سے جگر کی بہت سیریس بیماری میں مبتلا تھے

جس دن تمہارا نروس بریک ڈاون ہوا اسی دن ان پر پینک اٹیک ہوا تھا

ڈاکٹرز کو فوراسرجری کرنی پڑی جسکی وجہ سے وہ تقریبا5ماہ مسکن دواؤں کے زیر اثر اور سپیشل ڈاکٹرز کی کڑی نگرانی میں دنیاجہاں سے بے خبر رہے

شررر شررر ڈھاہ ڈھاہ

ان دو کی دیکھا دیکھی تمام جادو گروں، نے شہنائیاں بجانی شروع کر دیں تو دوسری طرف ایلا کی ہر بات پر ماہکان کو اپناوجود حصوں میں بٹتا محسوس ہوا اسکے سر میں درد (میگرین) ہونے لگا تھا

انہوں نے بتایا تھاوہ جب بھی تمہارے آس پاس ہوتے ہیں

سفید اور سرخ پھولوں کے ذریعے تمہیں اپنی موجودگی کا پتادیتے ہیں

جاب میں حد درجہ مصروف رہنے کے باوجود تمہاری سالگرہ پر سات سمندر پار کر کے بھی ہر اس جگہ پہنچ جاتے تمہارے خاص دن کو خاص الخاص بنادیتے جہاں تم ہوتی تھیں

ماہکان نے چیخوں کا گلہ گھونٹنے کے لیے اپنے دونوں ہاتھ منہ پر سختی سے جما لیے

سر میں اٹھتا میگرین ناقابل برداشت ہو گیا تھا

ڈاکٹرز کا کہنا ہے انکی زندگی کسی معجزے کے تحت بچی ہے

جبکہ سر کہتے ہیں

ایلا نے ایک لمحے کو رک کر ان کی طرف دیکھا جنکے چہرے بلکل سفید تھے

سر کہتے ہیں وہ معجزہ تم تھیں

ایسی محبت؟

حیرت سے بختاور کا منہ کھل گیا

وہ کہتے ہیں جب مجھے اٹیک ہوا تم ان سے کھو گئیں تو انہیں سب ختم ہوتا ہوا محسوس ہوا

ماہ

نجانے انہوں نے بیہوشی کی حالت میں کہاں سے کیسے تمہاری خوشبو پالی

تمہارا اپنے آس پاس ہونا محسوس کر لیا تھا

تمہاری خوشبو وہ معجزہ تھی جس نے انکے اندر مرتی ہوئی زندگی کو تحریک دی تھی

اس نے بھی غنودگی کی حالت میں سانسوں کا اٹکنا پھر کسی کی خوشبو اور سانس بحال ہو جانا اس نے بھی محسوس کیا تھا

وہ یاد آتے اسکے منہ سے درد میں ڈوبی سسکاری نکلی

بختاور کے اندر کوئی چیخ چیخ کر بولنے لگا تھا

یہ محبت نہیں عشق ہے

عارش احمت نے ماہکان سیف الرحمان سے محبت نہیں عشق کیا ہے

لیکن ایسا ظالم عشق؟

ہائے عشق

ہائے عشق

ماہ وہ گزرے پانچ چھ ماہ سخت اضطراب میں رہے

لیکن ایسی حالت میں بھی تمہیں نہیں بھولے

گزرے کئی سالوں کی طرح تواتر سے بکے اور کارڈ بجھواتے رہے

تمہیں اپنے ہونے کا احساس دلاتے رہیں ہیں

امی

بابا جان

ماہکان کا ضبط جواب دے گیا تھا وہ اونچا اونچا رونا شروع ہو گئی تھی

یہ رونا میگرین کی شدت کی وجہ سے نہیں تھا

یہ رونا اپنی لاعلمی میں اس شاہ زادوں سے بندے کو پہنچی ہر تکلیف ہر درد کا تھا

وو

وہ اب کہاں ہیں ایلا

بختاور نے کسی جذبے کے زیر اثر پوچھا

ماہکان کو کسی نے بھی چپ کروانے کی کوشش نہیں کی تھی

وہ یہیں کہیں آس پاس ہیں

ایلا نے بنا دیر کیے جواب دیا

ڈرائیو گاڑی روکو

میں نے کہا گاڑی روکو

گاڑی اسوقت ٹاور برج کراس کر آئی تھی

جب بختاور کی کرخت آواز نے گاڑی اور ماہکان کے رونے کو ایک ساتھ بریک لگائی تھی

وہ جو سمجھی تھی عمر بھر کا وچھوڑا مقدر بن چکا ہے

اپنے نقصان کو بھول کر عارش کے دکھ پر رو رہی تھی

رونا دھونا بھول ٹھٹھک کر بختاور کی طرف دیکھا جسکی نظر میں چھپے پیغام کو ایک لمحے سمجھتے وہ

گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر بھاگی تھی

لیکن بخت آپکی فیملی خاندان کی عزت؟

ایلا نے منمناتے ہوئے کہا

سب مشرقی لوگ بیٹیوں کو زندہ در گور نہیں کرتے

ایلا

کچھ لوگوں کے لیے بیٹی کی خوشی خاندان کی عزت سے بڑی کر ہوتی ہے

بختاور کے دھیمے لہجے میں دہے گئے جواب پر ایلا مسکرا ادی

بختاور نے ہونٹوں پر آسودہ مسکراہٹ سجائے ڈرائیو کو چلنے کا کہا تھا

(چلیں جی کافی سال پیچھے چلتے ہیں)

منصب اور اسکی دوستی مانچسٹر یونیورسٹی میں ہوئی تھی جو وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گہری ہوتی گئی

اور اب اسی دوستی کا ح نبھانے منصب کہ شادی میں شرکت کے لیے بطور خاص مصر سے پاکستان آیا تھا

منصب اور اسکی فیملی نے توقعات سے بڑھ کر اسکا استقبال کیا تھا

اس دن منصب کی مایوں کی رسم تھی اور وہ بضد تھا روشانے سے مل کر یہ پوچھنے کے لیے کہ اسے اس گھامڑ (منصب) میں آخر کیا نظر آیا؟

منصب وادی اور اسکی رویات کو سمجھتا تھا جبھی ٹالتا رہا لیکن دوسری طرف وہ اسکا دل اپنی ملک و قوم کی طرف سے میلا نہیں کرنا چاہتا جبھی اس نے کچھ سوچ کر روشانے کو میسج کیا اور اسے لیے حویلی کی طرف چلا گیا

وہ روشانے سے مل کی خوش ہوا تھا

اللہ نے چاند سورج کی جوڑی بنائی تھی

مسلہ تب ہوا جب منصب نے اسی وقت واپس آنے سے انکار کر دیا

منصب کی نیت جان کر وہ مسکراتے ہوئے ویٹ کرنے کا کہہ کر باہر نکل آیا

باہر آ ر ادھر ادھر گھومنے لگا

پورے چاند کی ٹھنڈی سحر کرتی چاندنی رات تھی ہر طرف سناٹا چھایا ہوا تھا

اچانک اس سحر کو ایک نسوانی ہنسی نے توڑا تھا

پاک شفاف دل کو باندھ لینے والی ہنسی نے اسے مسحور کر دیا تھا

وہ کچھ دیر اس ہنسی کے بارے سوچتا رہا جب اچانک سے ایک چیخ بلند ہوئی

اسکا ہاتھ بے اختیار جیکٹ میں اڑسے پسٹل پر گیا

جو منصب نے باہر آتے اسے پکڑائی تھی

وہ دوسری چیخ پر بے اختیار حویلی کی دوسری طرف بھاگا تھا

موڑ مڑتے ہی چونک کر رک گیا

اس نے ایک لڑکے اور لڑکی کو تھوڑے فاصلے پر کھڑا دیکھا تھا لیکن چونکنے کی وجہ لڑکی کے قریب کھڑا بھیڑیا تھا

اس سے پہلے کہ بھیڑیا اس لڑکی پر حملہ آور ہوتا اس نے نشانہ لیتے فائر کھول دیا تھا

بھیڑیے کو زمین پر گرتے دیکھ کر اس نے فوراً واپسی کی راہ لی

مبادہ کوئی اور مسلہ نا بن جاے

منصب بھی فائر، کی آواز سن کر بھاگتا ہوا آیا

لیکن

اس نے لاعلمی کا اظہار کرتے اسے مطمئن کر دیا تھا

وہ شادی اٹینڈ کرنے کے دو دن بعد واپس چلا گیا تھا

لیکن

وہ چاندنی رات اسکے لاشعور میں کہیں رہ گئی تھی

اسے مصری فارن سروس میں اعلیٰ عہدے پر جاب مل گئی تھی

منصب اور روشانے کو اس نے اپنے ہاں بلوایا تو منصب نے روشانے کی پریگنینسی کا بتا کر معذرت کر لی تھی

لیکن اس سے دوبارہ پاکستان آنے کا وعدہ لینا نہیں بھولا تھا

ویسے تو شاید وہ نا آپاتا

لیکن جب ایک پروجیکٹ کے لیے اسے دو سال دورے پر پاکستان جانے کے آرڈر ملے تو وہ بنا کسی تردد کے سامان باندھ کر پاکستان چل دیا

پاکستان آنے کے کچھ دن بعد منصب نے اپنے بیٹے کی سالگرہ پر اسے بہت اصرار سے بلوایا تھا

ناچاہتے ہوئے بھی اسے جانا پڑا اور اس فنکشن میں جانا اسکی زندگی بدل گیا تھا

راستے میں ملنے والی لڑکی (ماہکان) کو ہسپتال میں ایڈمٹ کروانے کے بعد اس نے منصب کو کال کچھ دیر بعد اسکے کزن نے آکر اس لڑکی کی کسٹڈی لے لی تھی

ہسپتال سے نکلتے اسکا دل بہت اداس تھا

لڑکی کا معصوم بے رعیا چہرہ اسکی آنکھوں کے بس گیا تھا

ڈاکٹر نے کسی بھی برے حادثے سے سیوفٹی کا بتایا تو مطمئن ہو کر گھر چلا آیا

دوسرے دن کام کی وجہ سے وہ اس لڑکی کو بھول گیا تھا لیکن رات ہوتے ہی اسکا چہرہ آنکھوں میں آبسا تھا

سو دوسری صبح اس نے سب سے پہلے سرخ سفید گلابوں کا بکے خریدا کمپلیمنٹ کارڈ پر وشنگ نوٹ لکھا اور اسکے کمرے کے دروازے ہر دستک دے کر اندر داخل ہوا

وہ غالباً سوئی ہوئی تھی اس نے اٹھانا اب نا سمجھا اور بکے سائیڈ ہر رکھ کر واپس چلا آیا

وہ اسے اگلی دفعہ دو ماہ بعد مال میں نظر آئی تھی

اپنے ساتھ ائے میاں بیوی اور انکے بچوں سے لڑ رہی تھی

وہ چپ چاپ مسکراتے اسکی اونگی بونگی سی باتیں سنتا رہا ہنا تا رہا

پھر نجانے دل میں کیا سمائی کے مال میں موجود فلاور شاپ سے پھول لیے کارڈ پر کچھ لکھا اور لڑکے کے ہاتھ اسے بھجوا دیا

خود واپس پلٹ آیا تھا

اسکے بعد معمول بن گیا وہ جب بھی اسے کہیں نظر آتی

یہ پھول خرید کر بھیج دیتا

اسکے دل میں ایسا کچھ نہیں تھا کیونکہ سامنے کم عمر سی بونگی سی لڑکی تھی

اسے بس پھولوں دیکھتے کارڈ پڑھتے ہوئے

اس لڑکی کے چہرے پر پھیلنے والی لالی سے دلچسپی تھی

اس نے تین سال میں تقریبا پانچ بار اس لڑکی کو پھول بھیجے تھے

جبکہ اتنے عرصے میں اسکا دل اس چہرے پر چھا جانے والی لالی دھیمی سی مسکان پر قربان ہونے لگا تھا

وہ اسکا پاکستان میں آخری ہفتہ تھا

اس نے بنا سوچے سمجھے ایک جذبوں سے بھرپور نظم لکھ کر بکے ساتھ بھیج دی تھی

اس نے کارڈ کی بیک پر اپنا نمبر اور ای میل لکھا تھا

لیکن اس سدا کی لاپرواہ لڑکی نے بیک سائیڈ پر دیکھنا گوارا نہیں کیا تھا

واپس جا کر اس نے منصب سے ماہکان کی ساری امفو لے لی تھی

لیکن ان دونوں ماہکان اور اورنگ کے افیئر کا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا جسکا منصب نے کچھ جانتے کچھ اندازے لگاتے اسے مکمل کہانی بنا کر بتا دیا تھا

اس نے نئی نئی اٹھنے والی دلی امنگ کو

اس پیاری سی لڑکی کی مسکراہٹ پر وارتے

اپنے جذبات کو دفنا دیا تھا

وہ جذبے مردہ ہی رہتے اگر اسے دو سال بعد ایک بار پھر بار بار انکار کرنے کے باوجود پاکستان

نا بھیجا جاتا

اس بار اسکی ٹیم کو پاکستان کے چھوٹے شہروں میں تعلیم کے نظام پر رپورٹ تیار کرنی تھی

دو ماہ کی سخت تگ و دو کے بعد انکی ٹیم ملتان کے اا پرائیویٹ سکول پہنچی تھی

جہاں وہ مصری بیوروکریٹ جامد ہو کر رہ گیا تھا

وہ لڑکی آج بھی اس پاس سے بے خبر تھی لیکن ویران آنکھیں اجڑے کھنڈر جیسی تھی

اسکے دل کو دھچکا سا لگا

انکا کام ایک دن کا تھا لیکن وہ ایک ہفتہ ملتان میں رہا

اس نے بہت کوشش کی وہ اداس لڑکی اس کا نوٹس لے جسکے لیے وہ لفنگوں کیطرح سکول

گیٹ کے آس پاس گھومتا چھابڑی والوں سے الا بلا کھاتا رہا

لیکن

نتیجہ بے سود جاب کی۔ مجبوری تھی اسے واپس جانا تھا سو چلا گیا

لیکن

جاتے جاتے اسے پھول دینا نہیں بھولا تھا

پھر اسکے بعد وہ ہر سال ایک دو ہفتوں کی چھٹی لے کر پاکستان آتا رہا

کبھی بکے کبھی کارڈ کبھی کوئی کتاب اور ان پر لکھی تحریروں سے اس لڑکی کو اپنے ہونے کا احساس دلاتا رہا لیکن وہ ہر احساس سے عاری ہو چکی تھی

وہ ایک عام سا دن تھا

ایک ہفتے بعد اسے واپس جانا تھا سو آج سکول گیٹ پر بکے دیتے جو نہی پلٹا ایک اونچے لمبے ہینڈ سم بندے اسے کالر سے پکڑ کر اپنی طرف موڑتے

منہ پر پے در پے دو تھپڑ مارے تھے

(یاد کریں جب لندن شہیر اور عارش ملے تو عارش نے اپنا گال سہلایا تھا)

کون ہو تم اور یہاں کیا کرنے آتے ہو

شہیر کا بس نہیں چل رہا تھا اس غیر ملکی حسین مرد کو گولیوں سے بھون ڈالے لیکن جبھی ماھکان کی کال آ گئی

شہیر کاٹنا چاہتا تھا لیکن کچھ سوچ کر پک کی

ماہو پتر میں دس منٹ بعد کال کرتا ہوں

کہہ کر فون بند کر دیا

وہ پہلے حیران ہوا لیکن اس بندے کے کال پے ماہو پتر کہنے پر اسکے لب مسکرا دیے تھے

میں عارش احمت ہوں مصر سے تعلق رکھتا ہوں

یہاں آجکل ایک پروجیکٹ کے لیے آیا ہوا ہوں

اس نے دھیمے لہجے میں اپنا سارا تعارف کروا دیا

شہیر حیرت میں مبتلا تھا

یہاں اس لیے آتا ہوں کے آپکی ماہو پتر سے شادی کرنا چاہتا ہوں

شہیر کا خون کھول اٹھا اسنے دوبارہ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا جب کہیں سے چار گارڈز نے آکر اسے دبوچ لیا تھا

آپ ارکاری ملازم ہیں جانتے ہونگے کہ کسی دوسرے ملک کی ایمبیسی انچارج پر بنا کای وجہ کے ہاتھ اٹھانا کتنا بڑا جرم ہے

بارش احمت نے گارڈز کو واپس جانے کا اشارہ کیا اور اسے آہستہ سے ہر بات بتاتا رہا

اگلا پورا ہفتہ انکی ملاقاتیں ہوتی رہیں شہیر کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ختم ہو گیا

اسے عارش کی شرافت اور ماہو کے لیے محبت پر پورا یقین آگیا تھا

اس نے عارش سے وعدہ کیا کہ وہ ماہو کو کورس کے لیے لندن بھیجے گا

یوں ماہو چھ ماہ بعد لندن پہنچ گئی تھی جہاں عارش کو نیو پروجیکٹ ملا تھا

ماہکان کو لندن بلوا کر اس نے ہر ہر طرح سے اس سنگدل لڑکی کو اپنی محبت کا یقین دلانے کی کوششی تھی

وہ ہر بار طرح دے جاتی

جس دن اسے ماہ کی نظروں میں خود کے لیے محبت نظر آئی اس دن جگر دغا دے گیا تھا

وہ کافی عرصے جگر کے عارضے میں مبتلا تھا بیماری نے زور افریقی ملک یوگنڈا میں ھرزرے چھ ماہ کے دورے کے دوران پکڑا تھا

جس سے وہ لاعلم رہا

جب علم ہوا اسوقت وہ کسی قیمت پر بھی ماہکان سے دور نہیں ہونا چاہتا تھا

لیکن

اس دن جگر دغا دے گیا ماہکان دور چلی گئی اسے لگا وہ مر رہا ہے

پھر مرنے سے تھوڑی دیر پہلے کسی کی خوشبو نے اسے بچا لیا تھا

اسے آپریشن کے بیس دن بعد ہوش میں لایا گیا تھا

پھر دوسری بات چالیس دن بعد اسکا جگر بہت تیزی سے ریکور کرنے لگا تھا

وہ ماہکان سے ملنا اسے بتانا چاہتا تھا لیکن ڈاکٹر ز اور ملکی قوانین اجازت نہیں دیتے تھے

وہ ہسپتال سے باہر نہیں جا سکتا تھا

لیکن ماہو کو اپنی خیر خیریت بتا تو سکتا تھا نا

اس نے ویسا ہی کیا جو ہمیشہ کرتا آیا تھا

پھول اور کارڈ

وہ نہیں جانتا تھا اسکے پھولوں اور کارڈز کی وجہ سے وہ غلط فہمی میں کسی دوسرے بندے کو محبت کرتی آئی ہے

جس دن ہسپتال سے فلیٹ شفٹ ہوا اسی دن شہیر سے رابطہ کیا لیکن شہیر نے بہت معزرت کے بعد سلسلہ ختم کرنے کی درخواست کی تھی

اس نے ایلا کو سب بتایا تھا ایلا نے بھی روتے ہوئے اسے سب بھول جانے کی بات کی تھی

لیکن

اسکا دل نہیں مانتا تھا

لیکن

ماہکان کی خوشی کے لیے چپکا بیٹھ گیا لیکن آج جب وہ کسی کے نام ہونے جا رہی تھی

اسے اپنی جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی

اسے لگا اگر وہ نا بھی مرا تو اسکا دل مر جائے گا

مرنے سے پہلے آخری خواہش پوچھی جاتی ہے اس نے اپنے دل سے آخری خواہش پوچھی

دل نے سسکتے ہوئے بین شروع کیے تھے

اُس کی قُربت مقدر میں تھی ہی نہیں

ورنہ میں آسمانوں سے اُترے ہوئے

اُس مقدس صحیفے کی آیات کا

وِرد کرتا ہُوا عمر بھر جُھومتا

جھیل جیسی وہ آنکھیں جنہیں دیکھ کر

خود سمندر کی وسعت سمٹنے لگے

ایسے یاقوتی لب جو کُھلیں تو

ہواؤں کے رُخ پر مہک سی بکھرنے لگے

وہ گلابی سے عارض جنہیں دیکھ کر

تتلیاں چُومنے کو چلی آتی ہیں

نُور میں نُور کو گوندھ کر وہ بنایا گیا دودھیا سا بدن

روشنی میں تراشے خراشے ہوئے قیمتی خال و خد

وقت قسمت میں لکھتا اگر وہ بدن

تو میں باغِ ارم کے مقدس گلابوں کی خوشبو میں بھیگے عقیدت سے سر و سمن چومتا

وہ وصی شاہ تھا

جس کی خواہش تھی بس ایک کنگن تلک

میں جو ہوتا تو سارا بدن چُومتا

میں جو ہوتا تو سارا بدن چومتا

(میثم علی آغا)

کارڈ پر لکھ بکے گارڈ کو دیتے وہ خود ٹاور بر تج کی طرف چل دیا تھا

ٹمز کا سیاہ سدر پانی اسے پر کشش انداز میں اپنی طرف کھینچ رہا تھا

جیسے کہتا ہو

آو

آو

میرے پاس ہیں تمہارے ان دکھ دردوں کی دوا

آو

مجھ میں سماجاو آو

وہ حرام موت مرنا نہیں چاہتا تھا لیکن ماہ مے بغیر جینا اسے آتا نہیں تھا

اندر، کی کشمکش سے گھبراتے وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دھاڑیں مار مار کر رونے لگا تھا

نجانے روتے ہوئے کتنا وقت گزرا جب دور اسے زندگی اپنی طرف آتی ہوئی نظر آئی تھی

وہ اسوقت فان اور میرون کلر کا بھاری کامدانی لہنگا پہنے ہوئے تھی

گاڑی سے نکل کر اس نے دونوں ہاتھوں سے لہنگا سنبھال کر پل کی طرف دوڑ لگادی تھی

آج انٹرنس پر کوئی گارڈ موجود نہیں تھا یا شاید سرد موسم سے دبک کر بیٹھ گئے تھے

بھاگتے بھاگتے ہیل پاؤں میں چبھنے لگی تو اس نے ایک لمحے میں اتار کر دور پھینکی اور ننگے پاوں پل کی انٹرنس کراس کر گئی

وہ سوہنا سا پیا بندہ نظروں کے سامنے آتے ہی انہوں نے بے اختیار بہنا شروع کر دیا تھا

اچانک اسکے قدم تھمے منہ سے دردناک چیخ نکلی

دور کھڑا بندہ شاید دریا برد ہونے کی کوشش کر رہا تھا

دریا کنارے بیٹھے جادو گروں نے وچھوڑے کے منتر پڑھنے شروع کر دیے

جو ماہکان کی روح کو تار تار کرنے لگے تھے

دور کھڑا بندہ کنارے سے ہٹ کر پل کے بیچوں بیچ بیٹھ کر رونے لگا تو اسکا سکتا ٹوٹا تھا

وہ ایک بار پھر سے بھاگنے لگی

مہندی لگے پائوں میں پہنی پائل کی جھنکار سے دریائے ٹیمز کا پانی جو کچھ دیر پہلے وحشت ناک دکھائی دے رہا تھا

اب بے اختیار ہو کر شور مچانے لگا جیسے گھنگھرو باندھے ملن رت کا استقبال کرنے لیے رقص کرنے لگا ہو

لگا تھا

جادو گروں کے ہجر و چھوڑے کے سارے منتر دم توڑ گئے تھے جیسے انکی زبان بدن کر دی گئی ہو

وہ ننگے پاوں زارو قطار روتے بھاگی جا رہی تھی

کجلی آنکھوں سے بہتے آنسو آسماں کو گوارا نا ہوئے تو بے اختیار برسنے لگا تھا

وہ اپنے گماں کو یقین میں ڈھلتے دیکھ لڑکھڑاتے قدموں سے اٹھ کر کھڑا ہوا

ماہ جیسے جیسے پاس آرہی تھی عارش پر کا دل لرزنے لگا جسم پر کپکپی طاری ہوتی جا رہی تھی

اسے لگا وہ قدرت کی ان گھم گھیریوں میں پھنس کر مر جائے گا

لیکن

چٹاخ

ماہکان کے پاس پہنچتے ہی گال پر پڑنے والے کرارے تھپڑ نے ہوش ٹھکانے لا دیے تھے

وہ ہاتھ گال پر رکھے ہکا بقا اسے دیکھنے لگا

کون ہو تم؟

کہاں سے اور کیوں آئے تھے؟

کسی کو اپنی مسیحائی کا عادی کرتے

شفایابی سے پہلے یوں چھوڑ کر جاتے تمہیں شرم نہیں آتی؟

وہ بے طرح روتے ہوئے پوچھ رہی تھی

عارش کے چہرے پر مسکراہٹ چھا گئی

اسے مسکراتا دیکھ ماہکان کو تپنا لازمی امر تھا

آپ واقعی نا صرف بے شرم ہیں بلکہ بے حیا بھی ہیں

بلکہ آپ کے دیدوں کا پانی مر گیا ہے

لو بھلا بتاؤ میں اس بندے کے لیے اپنی خود کی شادی سے بھاگ کر آ گئی ہوں

اور یہ صاحب دندیاں نکالے جا رہے ہیں

)کوئی پرانا شناسا دیکھتا تو جان پاتا کہ آج دس سالوں بعد ماہکان اور ماہ مین چھپی پندرہ سولہ سالہ لڑکی پھر سے زندہ ہو گئی تھی جسے لوگوں کو رویے نے مار دیا تھا(

پرانا شناسا؟

ہاں جی بلکل محبت کے دونوں فرشتے چند پریوں کو ساتھ لیے ٹاور برج پر اترے تھے

وہ ایک دوسرے کو معنی خیزی سے دیکھتے مسکرا رہے تھے

بارش اب بھی ان. پر زور و شور سے برس رہی تھی

عارش کی مسکراہٹ گہری ہو گئی

اوکے ٹھیک ہے

مجھے بھی کوئی ضرورت نہیں

وہ غصے سے پلٹ کر جانے لگی جب اسکا ہاتھ اس پکڑ ہلکا سا اپنی طرف کھینچا گیا تھا

میں اپنے دیس کا شہزادہ ہوں لیکن ایک عرصہ آپکی گلیوں میں گدا بن کر پھر تا رہا

آج اس بات پر ماہکان کے اندر نرم گرم سی خواہش نے جنم لیا تھا

میں محبت ہوں بلکہ میں بے بہا محبت ہوں

اسکے تمام زخم جیسے مٹ گئے تھے

میں وہ ہوں

جسکی قربت جسکی چاہت آپکو ہنس کر جینا سکھائے گی

وہ رخ پلٹے پلٹے ہی مسکرا دی

اگر آپ میری نا ہوئیں تو دنیا والوں کو حنوط شدہ لاش تو چلتی پھرتی نظر ائے گی لیکن عارش احمت مر جائے گا

وہ جی نہیں پائے گا

مسں ماہ

ماہکان نے پلٹ اسکے بازو پر سر ٹکا دیا تھا

مجھے سمجھ آگیا کہ میں اب تک کسی اور کی کیوں نہ ہو سکی

عارش آنکھیں بند کیے ان لمحوں کو محسوس کرتے اسے سن رہا تھا

کیونکہ میں سدا سے آپ ہی کی تو تھی

مجھے ہر حال میں آپکی ہونا تھا

اب اگر میں آپکی نا ہوئی تو شاید اپنی بھی نا رہوں

عارش کے اظہار کو ماہکان سے دوگنا تین گنا کر کے لوٹایا تھا

محبت کے فرشتوں کے ساتھ آئی

گائیک پریوں نے ملن رت کے بہار دنوں ٹھٹھرتی چاندنی راتوں کے گیت گانے شروع کیے تو عارش نے بازو کے ساتھ لگ کر کھڑی لڑکی کو لپٹاتے اسے اپنی محبت بھری گرفت میں لے لیا تھا

پریوں کے گیت اونچے ہونا شروع ہے بارش مزید تیز ہو گئی تھی

لیکن عارش دنیا جہاں سے بے نیاز ماہکان کو خود میں سموئے کھڑا تھا

وہ کچھ دیر بعد ماہکان کے دائیں کان کی طرف جھکا

مسں ماہ

اگر ہم یونہی لندن کی اس یخ بارش میں بھیگتے رہے تو؟؟

وہ ایک پل کو رک گیا

تو؟؟؟

ماہکان نے دور ہوتے ہوئے سوال کیا

تو مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے آپ میرے ولیمے کی دعوت میں شرکت نہیں کر پائیں گی

ایویں شرکت نہیں کر پائیں گی

لو بھلا بتاو جب ولیمہ میرا اپنا ہو

بات کے دوران اس نے عارش کی انکھوں شرارتی چمک کو دیکھا پھر اپنے کہے الفاظ کو سوچا

کچھ لمحوں بعد

ٹاور برج لندن پر دو لوگوں کی بے ساختہ ہنسی گونجنے لگی تھی

ان سے تھوڑی دور کھڑے محبت کے فرشتے آپ سب سے پوچھ رہے ہیں

کیوں جی کیسی لگی محبت کی یہ الگ سی داستاں؟؟

پانچ سال بعد---------------

ٹرن ٹرن

ماہو بیٹا دیکھو عارش کی کال ہو گی

بختاور نے کچن سے آواز لگائی

انکو دیکھوں انکے بچوں کو دیکھوں حد ہو گئی بھئی ایک طرف انکی ریں ریں ایک طرف انکے باپ کی

بخت میں تو تنگ آگئی ہوں یار

اسی لیے سیل بھی رات سے بند کیا ہوا ہے

شادی کے پہلے سال دو جڑواں بیٹوں کے بعد تیسرے سال انیوالی بیٹی انکی فیملی مکمل کر دی تھی

لیکن آجکل تیسری بار تخلیق کے عمل سے گزرنے کی وجہ سے چڑچڑی ہو گئی تھی

ہاں جی جبھی

اپکے شوہر نامدار ہم سب (شہیر ،بختاور،اسوہ عون) کے نمبر ز پر کبھی ہیلو ہائے تو کبھی خالی میسج بھیج رہا ہے تو کبھی بلا وجہ دس دس منٹ کی کالز پر موسم کے حال سے لے کر کھانا پکانا تک ڈسکس کر رہے ہیں

جیسے ہمیں تو پتا نہیں کہ پانچ سالوں میں آج تک جس نے تک کال تو دور ایک سادہ میسج بھی کیا

ہوا

اب یہ محبت کے مروڑ کیوں اٹھ رہے ہیں

بختاور کچن سے اسکے دونوں بیٹوں کو لیے نکلی تھی

ایں؟

یہ جن کی اولاد آپکے پاس کیسے آئے

ابھی تو سلا کر آئی تھی

وہ دونوں کو دیکھتے بھونیں اچکا کر بولی جنہوں نے اسے بلکل کوئی لفٹ نہیں کروائی تھی

مما

ہم سوئے نہیں تھے ہم ڈامے (ڈرامے) کر رہے تھے

دونوں جڑواں تھے جبھی ایک ساتھ بولے تھے

بخت نے دونوں کو چٹا چٹ چوم لیا تھا

پیار تو اسے بھی ٹوٹ کر ایا تھا لیکن مجبور ابس بلائیں ہی لے سکی کیونکہ چھوٹی بیٹی (ایک سالہ

کو فیڈ کروا رہی تھی

تم لوگوں کے ڈرامے تو میں نکالوں گی

لیکن تم باہر کب آئے مجھے پتا کیوں نہیں چلا

ہم جن کے بچے ہیں نا اشی لیے

انکے معصومانہ جواب پر جہاں بختاور گھر میں داخل ہوتے تینوں کا قہقہ مشترکہ گونجا تھا

وہیں ماہکان شرمندہ شرمندہ سی ہکا بکا رہ گئی

صبر کر جاو آنے دو بابا کو تم لوگوں کا (اش لیے) تو میں نکلواتی ہوں

شرمندگی میں کچھ نا سوجھا تو ایویں ڈینگ مار دی

ہم بھی تائیں گے۔

بابا مما آپکو جن کہتی ہیں

بختاور نے معنی خیزی سے اسکی طرف دیکھا

(بیٹا جی تمہاری ہی الاود ہیں نا ڈرنے والے نا جھجکنے والے)

اسی وقت لینڈلائن پر دوبارہ کال آنے لگی

ماہو

اسے مجھے دو اور جا کر اس غریب کی بھی سن لو

بختاور کو اس غریب پر رحم آیا جو مصر اپنے گھر میں بے چین بیٹھا تھا

بخت میں نے نہیں کرنی

انکی باتیں محبت سے شروع ہو کر محبت پر ختم ہوتی ہے

لو بھلا بتاو ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں کہ بندہ گھنٹوں انکے سحر میں

بے دھیانی میں بات کرتے جب بخت کو دیکھا تو زبان دانتوں تلے دبا کر فون سننے بھاگ گئی تھی

ہیلو

اسلام و علیکم

اس نے فون اٹھاتے لہجے کو سنجیدہ رکھتے ہوئے سلام کیا

و علیکم سلام

ذہ نصیب ذہ نصیب

شہزادی محترمہ کو غلام خاص سے بات کرنے کا وقت مل ہی گیا؟

دوسری طرف عارش کی سنجیدہ آواز سن کر اسکے ہاتھ پاوں پھول گئے

وہ مر کر بھی اس بندے کو ناراض نہیں کرنا چاہتی وہ عارش کے شہد آگیں لہجے ہمہ وقت جزبے چھلکاتی سرخ آنکھوں کی عادی ہو چکی تھی

جبھی اب اس ہلکی سی تبدیلی پے اسکی جان پر بن ائی

وووہ مم میں

نہیں

"""تمہارے بعد گزاری ہر ایک شب مجھ سے

مرے لحاف نے پوچھا تمہارے بارے میں"""

اسکی زبان کی لڑکھڑاہٹ دوسری جانب محسوس کرلی گئی تھی جبھی سنجیدہ لہجہ فوراً سے جذبوں سے پر لہجے میں ڈھال کر شعر کہا گیا

کیا بہت مصروف تھیں

وہ بندہ ہزاروں میل دور بیٹھ کر بھی اسکی زبان بندی کے سارے عمل جانتا تھا

نن نہیں وہ اصل میں میرداد (بیٹے) نے سیل فون پانی میں گرا دیا تو اب وہ آن ہی نہیں ہوتا

اس نے بودی سی دلیل دی

اچھاااتو اسکا مطلب اب میں گھر والوں کے موبائل پر خالی خولی میسج نا بھیجا کروں لچھ لکھ لکھا کر بھیجا کروں؟

بلکہ ابھی بھیج دوں؟شہیر گھر ہی ہے نا؟

اسکے کچھ لکھ لکھا کو وہ جانتی تھی

جبھی فورا بولی

نن نہیں پاگل ہیں کیا میاں بیوی کیا باتیں ایسے کسی کے موبائل پر کون شوہر سینڈ کرتا ہے؟

جب بیوی شوہر کی فیلنگز نا سمجھے الٹا دل جلانے والی ہو تو ایسا کرنا مجبوری بن جاتا ہے

ہائے عاری یوں تو نا کہیں نا

میں نے کب آپکا دل جلایا؟

ہائےےےےےےےےےےےے ماہ

تم کیوں چاہتی ہو میں صبح کی فلائیٹ سے پاکستان پہنچ جاوں؟

میں نے کب چاہا؟

وہ تلملا گئی

جب اتنی محبت سے ہائے وائے کرتے ہوئے مجھے عاری کہہ کر پکاروگی تو کس کافر سے یہاں اکیلے رہا جاے گا

عارش کا بہکا ہوا تھا جو اسے منٹوں میں بہکا سکتا تھا

توبہ ہے میں نے آپکو بلانے کے لیے تو نہیں کہا تھا

ماہ نے چبا چبا کر جواب دیا

مطلب تم مجھے دیکھنا نہیں چاہتیں اور چاہتی ہو میں کبھی نا آوں؟

سارے بادشاہ غلام اسکے تھے وہ سارے کھیل جانتا تھا

اتنی سے بات پر وہ بہک گئی تھی

مم۔ میں تو ہر وقت آپکو دیکھنا چاہتی ہوں

بلکہ میں چاہتی ہوں آپ ابھی اسی وقت یہاں آجائیں

دوسری طرف عارش نے ہنسی کو ضبط کرتے ہوئے پوچھا

اچھا تو میں کیسے یقین کروں کہ تم سچ کہہ رہی ہو

آپ بتائیں کیسے یقین دلاوں؟ وہ رونے والی ہوگئی تھی

ابھی اسی وقت کمرے میں جاو اور وڈیو کال پر آو فورا ایک لمحہ نا لگے

عارش نے اسکی انے بغیر فون بند کر دیا تھا

اس نے موبائل ان کیا تو کیے بعد دیگرے انگنت میسجز آنے لگے

اس بندے نے کچھ ہی گھنٹوں میں سینکڑوں میسجز اور بیسیوں کالز کر لی تھیں

یہ کبھی نہیں سدھریں گے

وہ مسکراتے ہوئے کال ملانے کا سوچ رہی تھی

جب عارش کی کال آنے لگی

اس نے فوراً پک کی پیچھے بیڈ پر بریف کیس پیک ہوئے پڑے تھے

کہاں جا رہے ہیں

اس نے بنا کچھ کہے سنے ڈائریکٹ پوچھا تھا

کہیں جا نہیں رہا

مسسز محترمہ اپنے بچوں کے پاس آ رہا ہوں

کس خوشی میں؟

انکو واپس لانے کی خوشی کیونکہ بھئی مجھ سے اپنے بچوں کے بغیر نہیں رہ جاتا

عارش اسے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے بات بھی کر رہا تھا

جبکہ وہ اسکی نظروں کی تپش کو موبائل سکرین سے بھی محسوس کر رہی تھی

ہاں تو ٹھیک ہے۔ نا

لے جائیں اپنے بچوں کو بچوں کی ماں تو نہیں جائے گی

اوکے نہیں تو نا جائیں

ہم اپنے بچوں کے لیے نئی ماں لے آئیں گے اور؟

عارش کے ادھورے جواب پر ماہکان کو پتنگے لگ گئے تھے

اور اپنے لیے نئی بیوی

ہاہاہاہہاہاہا

وہ بات مکمل کر کے ہنسنے لگا تھا

اوکے لے آئیں

لیکن نئی دنیا میں گم ہونے سے پہلے

مجھے قبر

ماہہہوہ سکرین کی دوسری طرف اتنی زور سے دھاڑا تھا کہ ماہکان کا دل خوف سے بند ہونے لگا

آئندہ اگر ایسی بکواس کی نا

اگر کی نا

وہ بات ادھوری چھوڑ کر ادھر ادھر کچھ تلاش کرنے لگا

عاری سوری

پلیز عاری آئیندہ نہیں کہونگی

عاری آپکو میری قسم کچھ مت کیجے گا

اسکے قسم دینے پر عارش جو شیشے کی ٹیبل توڑنے لگا تھا ساکت ہو گیا

کچھ پل دونوں طرف خاموش چھائی رہی پھر عارش کی طرف سے کال کاٹ دی گئی تھی

اس نے ایک دو پھر لاتعداد سوری کے میسجز کیے بے میں ایک جواب بھی نا آیا

سارا دن گزرا کر رات کے بارہ بج رہے تھے لیکن عارش کی طرف سے کوئی رسپانس نہیں تھا

آخر کار اس نے موبائل اٹھا

)میں نے صبح سے کچھ نہیں کھایا

میڈ بھی نہیں لی

نیند بھی نہیں آرہی ہے (

لکھ کر سینڈ کر دیا حسب توقع اگلے لمحے جواب آگیا تھا

اوئے تم نے اب مجھ سے جوتے کھانے یاد رکھو

اٹھو اور فورا کچھ کھا کر میڈیسن لو اور مجھے رپورٹ کرو؟

تو مجھے تو نیند بھی نہیں آ رہی اسکا کیا؟

وہ اب ریلیکس فیل کر رہی تھی

نووری آج کے لیے نیند کا کچھ کرتے ہیں

کل تو ویسے ہی میں نے آجانا ہے

عارش نے مسکراتا ہوا جواب دیا تھا

دودھ کے ساتھ میڈیسن لے کر اس نے دوبارہ موبائل اٹھالیا

دودھ پی لیا دوا کھالی اب؟

بیوی اسوقت تم چاہتی کیا ہو آخر؟

صبح تین بجے کی فلائیٹ ہے اور سخت نیند آرہی ہے

اس نے میسجز کرنے کی بجاے کال کر کے ہنستے ہوئے کہا تھا

آپکی اولاد سکون سے سو چکی ہے اسے سے پہلے کے اٹھ کر تنگ کریں میں چاہتی ہوں کچھ دیر سو جاوں

ہاہاہاہاہا

یہ چاہنے والی آفر میرے وہاں آنے پر بھی برقرار رہے گی؟

وہ جانتا تھا لیکن اسے تپانے کے لیے کہہ رہا تھا

انکی چھوٹی یا بڑی جب بھی لڑائی ہوتی منانے میں پہل بلکہ غلطی نا ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ عارش ہی منایا کرتا تھا

ہر بار محبت کے اظہار کے لیے نئے انداز اچھوتے لفظوں کا جال بنتا تھا

آپ چاہتے ہیں فون بند کردوں اور جاگتی رہوں؟

اسکی ہر بات آنچ دیتی ہوتی تھی ماہکان ہر تلملا کر رہ جاتی

اوئے اوئے ماہ

سکون سے لیٹو جوتے نا کھالینا

سنا رہا ہوں

اوکے میں بھی سن رہی ہوں

وہ بڑے مان سے کہہ کر ہینڈ فری کان میں لگا کرلی-گئی تھی

جیسے مہکے ہوئے شاداب چمن کی خوشبو

ہائے اُس شوخ کے نوخیز بدن کی خوشبو

خواب گہ میں ہے ابھی رات کی ساری مستی

اب بھی بستر کی شکن میں ہے ترا لمس رچا

اب بھی کمبل میں ترے نرم بدن کی خوشبو

اُف وہ شاداب بدن اور قیامت جوبن

اُف وہ مہکے ہوئے اُس سرو سمن کی خوشبو

اُف وہ جادو سا جگاتی ہوئی آواز تری

اور اُس پر وہ تِرے دھیمے سخن کی خوشبو

گرم سانسوں میں مہکتا ہوا وہ کومل چہرہ

اُف وہ اُبٹن لگے سیندور بدن کی خوشبو

نیم عریاں بدن اُوڑھ کے سو گئے میثم

رات کے پچھلے پہر گہری تھکن کی خوشبو

میثم علی آغا

ختم شد